

مطیع می گردانی منشی نوکش و مکتوب نویسیا بش چها گئی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصہ خلیفہ مارون رشید اور بابا عبد اللہ کا

مکہ شہر زادے شہر یار سے کہا خلیفہ مارون رشید ایک دن مکہ اپنے مکان میں بیٹھا تھا کہ وزیر جعفر حضور
 میں حاضر ہوا اور خلیفہ کو متفرک پا کے چپکا ہاتھ باز دھکے کھڑا ہو رہا ایک عرصہ کے بعد خلیفہ نے آنکھ کھول کے
 اسکی طرف دیکھا اور کچھ گفتگو کی پھر اسی حالت تردد میں چپ بیٹھا رہا وزیر نے عرض کیا ای امیر المؤمنین سب
 اس افسردگی کا کیا ہیو خلیفہ نے فرمایا میری کبھی ایسی ہی حالت ہو جاتی جو گر جاتا ہوں کہ تو کوئی ایسا امر
 تجویز کر جسکے سبب سے میرا تردد دفع ہو وزیر نے عرض کیا مجھے خوب معلوم ہی کہ حضور کا معمول ہمیشہ سے
 یہ ہی کہ اکثر اوقات بھیس بدل کر واسطے دریافت کرنے حال مظلوموں کے شہر اور اسکے اطراف میں گشت
 فرمایا کرتے ہیں اور آج کے دن کو اپنے لیے کام کے لیے مقرر کیا ہو بہتر یہ کہ آپ موافق اپنے دستور کے
 عمل کیجئے تا یہ تردد دور ہو اور دریافت کرنے حال رعایا سے غالباً خاطر حضور مسرور ہوگی خلیفہ نے کہا
 صحیح ہے میں اس بات کو بھول گیا تھا اسوقت تو نے یاد دلایا تو بھی جلد اپنا بھیس بدل کر آئیں بھی بھیس بدلتا ہوں
 پھر ان دونوں نے تاجرون پر دہی کا بھیس بدل کر باغ کے چور دروازے سے ٹھکر پہلے گرد شہر کے
 گشت کیا اور بعد اسکے پارو باکے جا کر وہاں آبادی دیکھنے لگے بعد اسکے اس پار سے پھرنے وقت بلکل
 سے آئے وہاں ایک اندھے فقیر نے خلیفہ سے سوال کیا خلیفہ نے ایک شریفی جیسے نکال اُسکے ہاتھ میں رکھ
 اُس اندھے نے خلیفہ کا ہاتھ پکڑا اور دعا دیکر کہا کہ اے سخی داتا جیسا تو نے مجھے خیرات دیکر مومن کیا

اسی طرح ایک دھول میرے سر پر بار کر اپنا مشکور کر اسلئے کہ میں اسی منزل کے لائق ہوں بلکہ اس سے زیادہ
یہ کہلے لے با تھ چھوڑ دامن کڑ لیا کہ بدون مارنے دھول کے جائے خلیفہ نہایت متحیر ہو کر بلا کہ اسی
بھلے آدمی میں کیونکر ایسی حرکت سے نواب اپنی خیرات کا ضائع کروں یہ کہلے خلیفہ نے جاہاک دامن چھڑا کر جانا
فقیر نے دامن زور سے پکڑ کر کہا کہ میری اس گستاخی کو معاف کر اور ایک دھول میرے سر پر ضرور مار نہیں
تو اپنی اشرفی پھیر لے اسلئے کہ میں اپنے عہد کو جو خدا سے کیا ہی توڑ نہیں سکتا خلیفہ نے مجبور ہو کر آہستہ سے
ایک دھول اُس فقیر کے سر پر باری فقیر دامن خلیفہ کا چھوڑ کر دھولے خیر کرنے کا غرض خلیفہ اور وزیر دونوں
وہاں سے گئے بڑے اور چند قدم جل کے خلیفہ نے وزیر سے کہا میں چاہتا ہوں کہ سب اس عہد کا جو اس فقیر
نے کیا جو دریافت کروں تو جا اور اس سے کہ کہ جسے تجھے اشرفی دی وہ خلیفہ ہی کل ظہر کیونہاں لے سکے دیا
میں حاضر ہو وہ تجھ سے کچھ پوچھ گا وزیر نے جل کے پہلے کچھ خیرات اُس اندھے کو دی لے اُس سے کچھ
دھول مار لی درخواست کی وزیر نے آہستہ دھول لگا کر خلیفہ کے حکم سے آگاہ کیا اور خلیفہ کے ساتھ
جالا پھر وہ دونوں شہر میں گئے اور میدان میں ایک جوان کو دیکھا کہ بہت ابھی پوشاک پہنے ایک دیان پر سوار
ہو اور نہایت سیرجی سے چابک اور اینٹیں گھوڑی کو مار رہا ہی یا تنگ کا دیان کے منہ میں دوڑتے دوڑتے
گت اور لہو بھر گیا خلیفہ یہ سنگلی دیکھ کر تعجب ہوا اور دیان کھڑا ہو کے تماشا یوں سے سبب اس قدر دوا کرنے
اور مارنے اُس جانور بیزبان کا پوچھا انھوں نے کہا روزم اس جوان کو اس میدان میں اس وقت ہون ہی کہتے
ہیں اور ہمیں سب اس کا معلوم نہیں کہ یہ کون ہوا یہ کیا معاملہ یہ خلیفہ نے وزیر سے کہا کہ میں آگے جاتا
ہوں تو اس سوار کو جا کر حکم دے کہ کل اسی وقت جو واسطے اندھے فقیر کے مقرر کیا ہی میرے حضور میں
حاضر ہو وزیر فرماں خلیفہ کل میں لایا پھر خلیفہ اور وزیر ایک کپچے سے گزڑے کہ قبل اسکے اُس کو چپے
میں بارہا لگے تھے وہاں ایک بڑی عمارت عالیشان نئی بنی ہوئی نظر آئی خلیفہ سمجھا کہ شاید یہ مکان میرے
کسی ارکان دولت کا ہو گا وزیر سے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہو وزیر نے عرض کیا مجھے معلوم نہیں اگر حکم ہو تو میں
اس محلے کے رہنے والوں سے دریافت کر کے عرض کروں عرض وزیر نے وہاں کے باشندوں کے پوچھا
کہ یہ عمارت نئی کی کی ہو انھوں نے کہا یہ خواجہ حسن جہال کی ہو اور جہال رسی بٹے ملے کو کہتے ہیں شخص
ہمیشہ رسی بٹا کر تھا اور اُسے پچکر اپنی اوقات نہایت تکلیف سے گزارتا کر ہم نہیں جانتے کہ کیونکر اس کو بہت سی
دولت ہاتھ لگی جسکے سبب سے لے کر ایسا بڑا محل بنایا ہو اور اب وہ نہایت عیش سے گزرتا رہتا ہو

خلیفہ نے وزیر سے کہا میں چاہتا ہوں کہ حسن جہاں کو دیکھوں اور اسکا حال دریافت کروں جا کے اُس سے کہہ کر کل کے دن اُسی وقت جو اُن دونوں کے لیے مقرر کیا گیا ہو میرے حضور میں حاضر ہو وزیر فرمانِ خلیفہ بجا لایا دوسرے دن خلیفہ نے بعد نماز ظہر اپنے تخت پر اجلاس فرمایا وزیر نے اُن تینوں شخصوں کو اُس کے حضور میں حاضر کیا انھوں نے حاضر ہو کر بائیں تخت کو بوسہ دیا خلیفہ نے پہلے اُس اندھے فقیر سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے تو نے کہا کہ بابا عبداللہ خلیفہ نے کہا کل میں نے ایک اشرفی تجھے دی تھی تو نے اُسکو لیکر کہاں آج مجھے کیا کہ تجھے ایک وھول ماروں یا اپنی خیرات پھیر لوں اور کیوں تو نے اس بات پر قسم کھائی ہے کہ جو کوئی تجھے خیرات دے وہ ایک وھول بھی مارے اب سبب اسکا بیان کر بابا عبداللہ نے اپنے سر کو زمین سے لٹکایا اور کہا کہ امیر المؤمنین پہلے میری گستاخی جو کل میں نے بے پچاس لپکے حضور میں کی تھی بخشنے پھر مفصل میرا حال سنئے

قصہ بابا عبداللہ نابینا کا

خداوند میری پیدائش کی جبکہ بعد اوپر اور کچھ ترک باب اور مان کا جب وہ دونوں مر گئے میرے ہاتھ لگا کر چہ اس قدر دولت میری عمر بھر کر کافی تھی مگر میں نے تھوڑے عرصے میں اُسکو بہودگی سے صرف کر ڈالا اور جو باقی رہ گئی تھی اُس سے تجارت کیا کرتا تھا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اسی اونٹ میں نے جمع کر لیے تصویر بابا عبداللہ کی اونٹوں سمیت جنگل میں گئے اور ایک فقیر با وضع سے گفتگو کرنے لگے



اور انھیں سودا گردان کو کر ایہ پردیا کرتا اور ہر دفع اونٹوں کے کر لئے سے مجھے بہت فائدہ حاصل ہوا

اور اپنے مالک محروسہ میں انکو لیے پھرتا اور خود ان اونٹوں کے ساتھ رہتا چند روز کے فاصلے سے
 میں نے خیال کیا کہ جلد اُنکے کرایہ سے میں مالدار ہو جاؤ گا چنانچہ ایک بار میں بانسہ سے جہان تاجرون نے
 اپنے اسباب کو بقتصد ہندوستان کے جہاز پر لاوا تھا اسباب کو پہونچا کر خالی اونٹ لیے ہوئے بغداد کو پھرا
 آتا تھا راہ میں ایک دن میں نے اپنے اونٹوں کو ایک جنگل میں کہستی سے دور تھا چرنے کو چھوڑ دیا اور ابھی جہاز کا
 جا کر اُنکے بانوں رسی سے باندھ دیے تھے میں ایک فقیر کو پیدل بانسہ کی طرف جاتا تھا وہاں آیا
 اور دم لینے کو میرے پاس بیٹھ گیا میں نے پوچھا کہ کدھر سے آتے ہو اور کہاں جاؤ گے اُسے بھی مجھے یہی
 پوچھا پھر ہم نے ایک دوسرے کو اپنے آگے جانے سے آگاہ کیا اور اپنے اپنے پاس سے کھانے کو
 نکال کر باجم بیٹھ کے کھانے لگے درمیان کھانا کھانے کے میرے اور اُس فقیر کے بہت باتیں ہوئیں آخر
 فقیر نے مجھ سے کہا کہ ایک جگہ جو پہلے سے نزدیک ہی مزارعہ اور دولت میٹھا رہا اگر تم اپنے ان اونٹوں کو صرف
 اشرفی اور جواہرات سے وہاں کے خوب بھر لو گے تو بھی ذرا کمی اس میں نہو گی وہ خزانہ دیا ہی بھرا ہوا نظر
 آئے سنے ہی میں نہایت خوش ہوا اور اُس فقیر کی وضع دیکھ کر خیال نہ آیا کہ وہ غریب دیتا ہو اُنکے
 اس سے بظنیک ہو اور کہا کہ اے ولی خدا انکو ذرا توجہ دولت دینا پر نہیں ہر اور تم پر سبے پر اور عجیب
 نہیں کہ علم ایسے خزانے کا آگے ہو مجھے وہ جگہ بتاؤ تا میں اپنے اسی اونٹوں کو وہاں سے بھر لا کر آج کی رات ہی
 میں ایک اونٹ دون اور میں جاتا ہوں کہ آگے مطلقاً پروا اسکی نہیں کہنے کو تو یہ بات کہی لیکن دلمین میرے
 بڑا افسوس گذرا کہ دینا ایک اونٹ اشرفی اور جواہرات کا مناسب نہیں پھر سوچا کہ اسی اونٹ زر کے
 میرے لیے بہت ہیں غرض کہیں میں افسوس کرنا اور کبھی اپنے دل کو سمجھا آ آخر اُس فقیر نے کہا میں ایک
 اونٹ کے لیے خزانہ نہیں بتاؤ اگر ایک صورت سے کہ تم ان سب اونٹوں کو لچھلا اور ہم تم اوپر اُنکے اُس
 خزانے کو لا دوں پھر آؤ مجھے وہاں آؤ آپ لو میں نے کہا بہت اچھا اور میں یہ سوچا کہ اگر
 چالیس اونٹ بھی خزانے کے مجھے ملینگے تو وہ کئی پشت کو میرے کافی ہونگے غرض سب قول
 قرار کر کے اپنے سب اونٹ لیکر ہمراہ فقیر کے ہوا اور تھوڑی مسافت میں ایک پہاڑ کے درے میں پہونچے
 جسکی راہ بہت تنگ تھی اونٹوں کو قطار باندھ کے وہاں سے بگئے تھوڑی دور کے بعد دو پہاڑ
 نظر آئے جیسا کہ وہ درہ تھا اور وہ دونوں پہاڑ متصل تھے مانند نصب دائرہ کے اور اس راہ میں بہت لمبی
 دہستی تھی کوئی دہان نہ تھا کہ ہکو دیکھتا اس لیے کمال دلچسپی سے وہاں پہونچے فقیر نے کہا اب تم پہاڑ اونٹوں

کو تھلکے میرے ساتھ آؤ میں اُن بکو بٹھا کر ہمراہ اُسکے ہوا تھوڑی دیر لگے جا کے اُس فقیر نے پتھر اُڑا
لوہا اپنے پاس سے نکال کر آگ بھاری اور تھوڑی کڑیاں جمع کر کے اُنکو جلایا اور آگ پر خوشبو ڈال کر پُڑ
منوں پر صابکوں میں کچھ نہ تھا اُسکے رہتے ہی ایک گہرا دھوان اُٹھا اور پرجا کے بھٹ گیا اور اُس
دھوئیں میں ایک ٹیلا نظر آیا اور ہماری جگہ سے اُس نیلے رنگ ایک راستہ سانگیا اور دروازہ کھلا ہوا نظر
پڑا جب اُس مکان میں ہم دونوں مع اونٹوں کے پہنچے دیکھا کہ ایک خزانہ بشمار نہایت خوبی اور آرائشی
سے رکھا ہوا ہے میں تو اشرفیوں کے دھیر کو دیکھ کر ایسا اُسپر جھپٹا کہ جیسے گولہ اپنے شکار پر گرتا ہو اور جبکہ ہوشیار
اونٹوں کی خزیوں میں اشرفیوں کو کہ بشمار زمین بقدر اپنے زور اور طاقت اونٹوں کے بھرا اور وہ فقیر بھی اسی
میں مشغول تھا مگر وہ صرت جواہرات کو اُٹھا اُٹھا اپنی خزیوں میں بھرتا اور مجھ سے بھی اصرار اسی بات پر
کرتا جانتا تھا میں بھی اشرفیوں کو چھوڑ کر جواہرات گران بہا لے لیکر بھرنے کا غرض جب ہم نے خیمین کو
خوب سا بھرا اور اونٹوں پر لا دھکے قصد وہاں سے چلنے کا کیا اور قبل اسکے کہ ہم اُس خیمے کو چھوڑیں درختوں
دروازہ کھول کر بھرا اور اُس خیمے کے گیا اور وہاں سے اُسے ایک ڈیبا چربی جبین مرہم تھا ایک صندوق سے
نکالی اور مجھے دکھلا کر اپنی جیب میں رکھ لی پھر اُس درویش نے نفل سابق کلمات سحر پڑھے تو زور دروازہ اُس
خیمے کا بند ہو گیا اور وہ ٹیلا جیسا آگے نظر آتا تھا معلوم ہونے لگا پھر حرم انٹوں کو اُدھوان آدھ بات کر
اس درہ کو وہ سے باہر نکل کر ایک دوسرے سے جدا ہوئے وہ درویش بائیں طرف کی طرف روانہ ہوا اور
میں نے راہ بغداد کی لی اور وقت رخصت کے میں نے اُس درویش کی بہت شکر گزاری کی کہ اُس نے
مجھے کرور دن کی دولت دیدی اور مال مال کر دیا پھر میں اپنی قطار اونٹوں کی لیکر چند قدم گیا تھا کہ شیطان
نے میرے دلمیں دوسو ڈالا اور شامت حرص سے یہ تصور کیا کہ درویش مجھ پر ہوا اور کچھ ادا کیا
اور امور و بنا داری کے نہیں رکھتا اسقدر اونٹ دولت کے بھرے ہوئے کیا کرے گا بلکہ جب کہ وہ
سے اونٹوں کی اسکی اوقات اور عبادت میں حرج ہو گا بہتر ہو کہ کچھ اونٹ اُس سے اور لے لیا جائے
اس امر کو دل میں غم نہ لے اپنے اونٹوں کو بٹھا کے اُس فقیر کے پیچھے پکارتا ہوا چلا وہ میری آواز سننے
ٹھہر گیا جب نزدیک پہنچا میں نے اُس سے کہا کہ میں بعد رخصت کرنے تمھارے کے سوا کائنات
درویش ہو امور و بنا سے سبزا اور پاک سوا عبادت خدا کے اور کچھ شغل نہیں رکھتے تم کو اونٹوں کی
یتاد داری سے نہایت تکلیف اور نقد بھی ہوگی اس سے بہتر ہو کہ دس اونٹ اور مجھے دیدو افسوس

کہا بابا بچ کتا ہو کھانا تے اونٹون کا مجھے خالی در دوسرے نہیں جھدر تو چاہے اُمین سے لے لے
مین دس اونٹ اُس فقیر سے لیکر جاتا تھا کہ آگے کو چلون بیکایک پھر خیال میرے ولین گذرا کہ اس فقیر کو
دس اونٹ کے دینے میں کچھ مال نہوا دس اونٹ اس سے اور باگ لیا چاہیے غرض پھر اُس ویش کے
پاس مین نے جا کر کہا کہ تیس اونٹوں کی خدمت کرنا بھی ٹھیک بہت دشوار ہوگا اس سے بہتر ہو کہ دس
اونٹ مجھے اور دو اُس فقیر نے کہا اچھا بابا اگر تیری مرضی یہی ہو دس اور انہیں سے بجا میں اونٹ
میرے لیے بہت ہیں چنانچہ مین دس اونٹ اور درویش کے حصے میں سے لیکر چلا لیکن میری حرص اور
زیادہ ہوئی چاہا کہ دس اونٹ اور اس سے لے لون غرض پھر اُس کے پاس گیا اور کہنے لے دس اونٹ اولیہ
دس باقی بھی اُس کے پاس سے دم دلاسا دیکھ لے لیے اُس فقیر نے بلکہ سب اونٹ ہنسی خوشی سے مجھے
دے دیے اور دس اونٹ بھانڈا کر اٹھ کھڑا ہوا اور ادا چلنے کا کیا کر میری شامت طلع نے مجھے چھوڑا کہ مین اُن سب
اونٹوں پر کہ اتنی کے اتنی بھرے ہوئے اشرفیوں اور جواہرات سے تھے قناعت کہہ کے اُن کو بچ گھر
پریت سے لے آؤن نامیری ہنسا و پشت تک یہ سب خزانہ کافی ہو و سوئے شیطانی میرے ولین مگر زرا
را وہ ڈیبا مرجم کی بھی اس درویش سے لیا چاہیے آخر میں نے جا کر اُس درویش سے کہا کہ تم اُس بیابان میں
مرجم ہولپنے پاس دھکڑ کیا کرو گے اُسے بھی مجھے غایت کر درویش نے اُسکے دینے میں انکار کیا مجھے اُسکے
انکار کرنے سے اشیاق ڈیبا کا ازد ہوا اور ولپنے ولین ٹھاندا کہ وہ درویش اگر خوشی سے اُس بیابان کو دے تو خیر
مین بزور اُس سے لوٹا اُس درویش نے میرے ارادہ سے مطلع ہو کر اُس بیابان جیب سے نکالا اور مجھے
دیکر کہا بابا اگر تیری خوشی اسی کے لینے میں ہو تو یہ بھی حاضر ہو کر آنا چاہیے کہ اس مرجم کی تاثیر مجھ سے دریافت
کر لے مین نے اُس درویش سے کہا جہاں تم نے اتنی غایت میرے حال پر کی ہو اس مرجم کے خواص سے
مجھے آگاہ کرو درویش نے کہا خواص اس مرجم کے نہایت عجیب و غریب ہیں اگر اس مرجم سے ذرا سا تم
بانی بائین آنکھ بند کر کے پلک پر اُسکی لگاؤ جتنے خزانے دنیا کے کہ مختاری نظر سے پوشیدہ ہیں وہ سب
دکھائی دینے لگیں اور اگر اسی مرجم کو اپنی وہی آنکھ میں لگاؤ تو تم دونوں آنکھوں سے اندھے ہو جاؤ مین نے
واسطے امتحان اس امر عجیب کے اُس درویش کو ڈیبا دیکر کہا تم خوب اس عمل سے واقف ہو لپنے ہاتھ سے
لگاؤ و اُس درویش نے میری آنکھ بند کر کے ذرا سا مرجم اُس فینے سے لیکر میری بائین پلک پر لگا دیا لگاتے ہی
مین نے اپنی آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا کہ نہزاروں حسن نے اور لاکھوں دھنیں جیسے کہ اُس

فقیر نے کہہ تھے مجھے نظر آنے لگے نب میں نے اپنی وہی آنکھ کو بند کر کے کہا کہ اب تم میری اس آنکھ میں بھی
مرہم لگا دو اس درویش نے کہا بابا میں نے نصیحتیں اول بتا دی کہ اس آنکھ میں لگانے سے بالکل اندھے
ہو جاؤ گے اگرچہ وہ فقیر اس امر میں سچا تھا مگر میں اپنی نجات اور بچہ کی راہ سے اس کے ہنار کو بخلات کھا اور
تصور کیا کہ وہ اپنی آنکھ کے لگانے کی تاثیر کچھ زیادہ بائیں کے لگانے سے ہوگی مگر یہ درویش مجھے بہکا کر چاہتا ہے
کہ مجھے اس امر غیب سے باز رکھے میں نے مسکرائے کہ تم مجھے دھوکا دیتے ہو تاکہ میں اس کے فائدے سے
کو اول سے عجیب غریب ہو محروم رہوں والا ممکن نہیں کہ ایک مرہم کی دو تاثیر بخلات ہوں نے اسے کہا خدا کو ان
کرامات ہم کی ہی تاثیر جو میں کہتا ہوں اور عزیز میری بات کو سچ جان میں نے تجھ سے بخلات نہیں کہا میں اس کی
بات کو بار بار نہ لاکر مصر ہوا کہ میری وہی آنکھ میں بھی اس مرہم کو لگا دو اس نے درویش نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے
تیرے ساتھ نیکی کی جراب بدی کہوں کر کروں یقین جان کہ اس عمل سے تو تمام عمر حیران اور پریشان ہو گا میرے
کہنے کو نہ میں قدر وہ درویش انکار کرتا تھا میرا اصرار بڑھتا تھا آخر میں نے اسے قسم کھادی کہ لاکے لاکے ای
درویش جس جس امر کی میں نے تجھ سے درخواست کی تو نے اس کے بجائے میں کچھ دینے نہیں کیا یہ میری دعوت
و خیر خواہیہ دار ہوں کہ اس سے بھی انکار نہ کیجئے میں تم کو کچھ الزام نہ دوں گا اچھا بڑا میری قسمت سے ہو گا
درویش نے ہر چند انکار مرہم لگانے میں کیا لیکن میرے اصرار کرنے سے اسے مجبور ہو کر فوراً وہ مرہم
میری وہی آنکھ کی پلک پر لگا دیا جب میں نے آنکھ کو کھولا تو دونوں آنکھوں سے اپنے تئیں اذہا پایا بجز تاریکی
کے کچھ مجھے دکھلائی نہ دیا اس وقت سے اب تک کہ آپ مجھے دیکھتے ہیں نابینا اور بے بصرون پھر اس وقت میں
بولتا ہوں کہ شگون درویش جو تو کہتا تھا وہی ہوا اور بہت سی ملامت اس کو کی کہ کاش تو مجھے اس خطے میں
نہ لیجاتا اور یہ دولت نہ دلوںاتاب یہ سب زرد جو اب میرے کس کام کے ہیں تو چالیس اونٹ اپنے حصے کے لیجا
اور مجھے اچھا کر درویش نے جواب دیا میرا اسمین کیا تصور ہو میں نے تو تیرے ساتھ ایسی نیکی کی تھی کہ کبھی کسی
کسی کے ساتھ نہ کی ہوگی مگر تو نے میری نصیحت نہ سنی طمع تیری سبب کو دلی کے اس قدر دولت پسند اور
منکشف ہو جانے سب خزانوں روئے زمین کے لکٹی اور تو نے قناعت نہ کی اور میری بات کو نہ سنا اور
غریب جانا اب اسکا کیا چارہ ہو ممکن نہیں کہ پھر تو مینا جو پھر میں نے منت اور زاری کر کے کہا اور درویش ان
اسی اونٹوں کو جو زرد جو اب میرے لئے ہوئے ہیں لیجا اور میں نے بخوشی خاطر تجھے دیے اگر تجھ سے ہو سکے
خدا کے لیے مجھے مینا کر دے اس درویش نے پھر میری بات کا کچھ جواب نہ دیا اور مجھے اسی حالت غم و الم میں چھوڑ کر وہ

اسی حالت غم و الم میں چھوڑ کر وہ اتنی اونٹ لے کر ہوئے دولت سے شہرہ بانسہ و
 کی طرف چلے یا اور ہر چند میں چلا یا کیا کہ مجھے بھی اس جنگل مردم غار سے اپنے ساتھ لیل راہ میں امن اور
 کسی کاروان کے عہد ہو تو ننگا کر اُسے ذرا میری بات نہ سنی اور میری طرف سے ہوا بگیا آخریہ چلے جاتا
 اُس فقیر کے میں اپنی اجمارت اور دولت کھو کر غم و غصہ اور بھوک پیاس سے مرنے لگا اتفاقاً دوسرے
 دن ایک قافلہ کہ شہر بانسہ سے ابتدا کی طرف جاتا تھا وہاں گزرا اور مجھے اس صحبت میں بیکھا خدا ترسی
 سے بندہ امین لے آیا مجھے اس شہر میں سوا اسکے کو بھیک مانگ کر اپنی گزران کروان اور کچھ دین نہ پڑا آٹھویں
 مانگنا شروع کر کے خدا سے یہ عہد کیا کہ سزا اس نفس جریص اور شوم کی یہ ہو کہ جو کوئی میرے حال پر ترس کھائے
 مجھے کچھ دے تو چاہیے کہ وہ ایک و سول بھی میرے سر پر مارے یہی سبب تھا کہ کل کے دن میں نے آپ کے
 حضور میں بات کے لیے اسرار کیا اور بہت سی گستاخی کی جب اُس پیر نابینا نے اپنا قصہ تمام کیا خلیفہ نے
 اُس سے کہا بابا عبد اللہ بخدا را گناہ بڑا ہو خدا اُس کو بخشے اب تم کو چاہیے کہ عابد و ن اور زاہد و ن سے اپنے ذریعہ کے
 کہو کہ دعا سے خیر کریں اور تم اب اپنے خواجہ ضروری کے لیے کچھ فکر نہ کرو میں تمھارے لیے موافق تمھاری راہ
 کے چار درم روز اپنے خزانے سے مقرر کیے دیتا ہوں وہ تمام عمر ملے جائیں گے اب تم سوال کرنے کے لیے
 شہر میں پھرانے کو یہ بات سکر بابا عبد اللہ خلیفہ کے حضور میں آداب بجا لایا اور عرض کیا کہ حضور سے ارشاد ہوا
 میں نے اُسے قبول کیا جب خلیفہ بابا عبد اللہ کا تمام حال سن چکا تب اس حجاج کی طرف متوجہ ہوا جو ہر روز اپنی ماویا
 پر سوار ہو کے اُسے دہراتا اور مارتا تھا پہلے اُس کا نام پوچھا اُس جوان نے بعد بجا لائے آداب کے عرض کیا
 میرا نام سیدی نعمان جو خلیفہ نے کہا میں بہت سوار و ن کو دیکھا کہ وہ مشق سواری کی کرتے ہیں اور رہنے
 بھی اکثر گھوڑوں پر سوار ہو کے انکو پھیرا اگر اس طرح اور اس ہرجی سے کہ کو نہیں دیکھا جیسا تم اپنی گھوڑی
 کو دوڑا کرتے ہو علاوہ اسکے کل میں نے دیکھا کہ تم اُسکو چاک اور ایندین نہایت بیدردی سے مارتے
 جاتے تھے سب لوگوں کو یہ حال دیکھ کر نہایت حیرت تھی اور ان سے زیادہ میں حیران تھا اور وہاں کے
 لوگوں سے معلوم ہوا کہ ہر روز غم اسی طرح اس ماویاں کے ساتھ پیش آیا کرتے ہوا میں غصے سبب اس ظالم
 بیدردی کا جو چھتا ہوں چاہیے کہ تم سچ سچ مجھ سے کہو اور کوئی امر اس سے فرو گذاشت نہ کرو سیدی نعمان
 نے جانا کہ خلیفہ اس امر کے ظاہر کر نہیں از حد مصرعہ اور بے کلمے کی طرح میری غلشی نہیں نہایت ڈرا اور نڈ
 نصیر کے خاموش کھڑا رہ گیا خلیفہ نے منہ مایا ڈر نہیں مجھ سے سبب اس ظالم پر کر اور اس وقت تو مجھے شکل آتا

وستون کے سمجھ اور جسطرح کر لے بات جیت اور اپنا حال کہا کرتا ہوں مجھ سے بھی ظاہر کر اور کچھ اندیشہ اور ڈر میرے مواخذیکامیں بن لایں نے اسکو بختا اور معاف کیا سیدی نعمان نے خلیفہ کے تسلی دینے سے ہاتھ باندھ کر اپنا حال سطح بیان کرنا شروع کیا

قصہ سیدی نعمان اور اسکی گھوڑی کا

خداوند میرے بزرگ اسقدر دولت و اسباب بعد اپنی وفات کے میرے واسطہ چھوڑ گئے تھے کہ وہ یکی زندگانی تک بچنے کافی تھا اور کمال عیش و عشرت میں امیرانہ گزران کرنا کسی طرح کا فکر و اندیشہ نہ تھا ایک دن عالم جوانی میں یہ خیال گزرا کہ ایک نازنین و خوبصورت بی بی کے ساتھ کہ خدا جو کے باہم پیار و الفت سے رہا کروں مگر خدا نے بچا ہا کہ اچھی بی بی مجھے ملے اور رنج و راحت میں شریک ہو غرض ایک بی بی کے ساتھ کہ بظاہر نہایت حسین اور خوبصورت تھی میری شادی ہوئی میں نہایت خوش ہوا اور خدا کی دعا کا ہر شکر بجا لا کر اُسکے ساتھ شب باشب ہوا دوسرے ہی دن شادی کے جب کھانا میرے اور اُسکے واسطہ بنایا میں نے پہلے سب اقسام طعام میں بلا کھانا شروع کیا اور موافق دستور اپنے شہر کے چمچے سے کھانے لگا اور بی بی بجائے چمچے کے اپنی حیب سے کان کریدنی نکالے اُس سے ایک ایک انا چاول کا اٹھا کر کھانے لگی میں اُسکی وضع و شکل نہایت متعجب ہوا اور کہا کیا تم اسوقت دانہ شماری کرتی ہو جو دوسرے وقت کھانا میں جانتا ہوں کہ اس عرصہ میں تینے دس میں دانے چاول کے بھی نہ کھائے ہونگے بی بی اچھی طرح جھجھکتی ہو کھانیکا ہوا اور میں کھانا ہون کھاؤ لیکن اُسے کچھ جواب نہ دیا اور اُس طرح ایک ایک دانہ تاب سے اٹھا کے کھایا کی جب نوبت شیرال اور باقر خانی کی پہونچی اُسے ذرا سا جھلکا روئی کا لیکر بڑے ناز و نخر سے اپنے منہ میں ڈالا غرض اسقدر تھوڑا کھایا کہ جز باجی اتنی غذا سے سیر اور آسودہ ہونے میں اُسکی ہٹ اور صرار پر نہایت متحیر ہوا اور خیال کیا کہ شاید اُسے عادت کھانے کی مردون کے ساتھ نہیں خصوصاً شوہر کے ساتھ کھاتے ہوئے شرماتی ہو اور یہ بھی خیال آیا کہ شاید وہ کھانا آگے کھا چکی ہو اسواسطے اُسکو اسوقت کھانے کی رغبت نہیں غرض ان سب باتوں کو خیال کر کے کچھ اُس سے نہ کہا پھر دوسرے وقت جب نوبت کھانے کی آئی اُس بی بی نے وہی معاملہ کیا جیسا کہ اول وقت کھانا کھانے میں کیا تھا بلکہ ہر روز اسی انداز سے کھاتی تھی یہ حال دیکھ کر نہایت حیرت ہونی کہ بی بی نے کھائے کیونکہ جتنی ہر بات تک کہ ایک سات کہ وہ اپنے گمان میں مجھے غافل سمجھتا ہوں میرے پہلو سے چپکے اٹھ کر اتنا گامین اسوقت جاگتا تھا صریحاً سوتا بکر خڑے لینے لگا اور اُسکی طرف

دیکھنے لگا کہ یہ میرے پاس سے اسوقت اس احتیاط سے کیونکہ اٹھتی ہوئی غرض وہ ابھی اور کھڑے پہنکر چلے گئے
 باہر کو چلی بن بھی فوراً اپنے بستر سے اٹھا اور کھڑکی سے اس مکان کی دیکھنے لگا کہ کدھر کو جاتی ہو وہ بچاٹا کی
 بڑھ کے دروازے کو کھول کر باہر گئی مین بھی اسی دروازے کے اُسے بند نہیں کیا تھا باہر نکلا اور بہت خوش
 لکے ہو لیا یہاں تک کہ وہ قبرستان میں جو متصل ہمارے گھر کے تھا گئی مین بھی نزدیک اُس رات کو مین نے رہنا
 وہاں سے لگ سطح کھڑا ہوا کہ مین اُسکو بخوبی دیکھوں اور وہ مجھے نہ دیکھ سکے آخر وہ بہت میرے حال پر شفقت
 کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی مین اپنی بی بی کو غول کے ساتھ بیٹھ ہوئے دیکھ کر اُسے اٹھنا چھٹا جب وہ انسانی اپنے
 لکڑی کے مردے کو کہ اُسی روز دفن کیا گیا تھا قبر سے کھود کر نکالا اور بھی وہ میرے سونے کے وقت باہر نکلا اور
 مردے کا گوشت کاگو کھانے اور نہایت خوشی اور اختلاط سے میرے مقرر کیا تھا بیکار تانین فوراً آواز
 کھڑا ہوا تھا اس سبب سے اُنکی باتیں غب سانی نہیں دیتی تھیں آرام سے رہا لیکن ایک عورت روبرو
 جب وہ گوشت اُس مردے کا کھا چکے پڑیاں اُسکی قند و رعمون مین ملا کر انسانی کو دیا انسانی نے اُسکو چکھ کر
 دونوں کو اسی شکل مین چھوڑ کر جلدی سے چلے گئے اُس عورت نے اُس کھوٹے درہم کے پھیرنے مین
 قیصر مین کے درہم تو بہت اچھا ہو انسانی نے کہا کھوٹا ہی ابھی اسکا حال تجھے معلوم ہو جائیگا میرا کاس
 پڑھ لیا چھوٹے میرا نام لیکے پکارا کہ یہاں مین اُسکے روبرو جا ہو چنا انسانی نے وہ سب ہم میرے
 کے پھیرنے کے اور کہا مین سے کھوٹا جا کر دے مین نے سب کو دیکھ کر کھوٹا تھا اُسپر اپنا پاؤں رکھ دیا انسانی
 بہت خوش ہوا اور وہ عورت مخیر ہوئی اور کھوٹے درہم کو بدلے یا جب وہ عورت اپنے گھر چلی گئی انسانی نے
 اپنے ہمایوں کو بلا کر اس معاملے سے آگاہ کیا انہوں نے میرے استعان کے لیے کھوٹے درہم
 اچھون مین ملائے اور میرے لگے والدیے مین فوراً کھوٹوں کو اچھون سے جدا کر کے اُنہر اپنے پاؤں کو لٹکایا
 اُن لوگوں نے اس حال کو اچھونجا کر بہت لوگوں سے ظاہر کیا تھوڑے عرصہ مین یہ خبر سارے شہر
 مین مشہور ہوئی اور مین اُسی شام تک درہم کو پرکھتا رہا اس دن سے انسانی میرا اور بھی پاس کرنے لگے
 اور اُسکے سب ہماریے اور دوست اُس سے کہتے کہ تو نے یہ کیا کیا ایک صراحت رکھا ہر شخص بعد
 کہنے دونوں کے ایک عورت اور اُس دکان پر روٹی بولنے آئی اور چھ درہم جن مین ایک درہم کھوٹا
 تھا انسانی کو دے دے واسطے پرکھنے کے میرے محلے کے مین نے کھوٹا درہم جدا کر کے
 پاؤں اپنا اُسپر رکھا اور اُسکی طرف دیکھنے لگا اُس عورت نے اقرار کیا کہ توبہ کہتا ہو میری درہم کھوٹا تھا

تو نے خوب پرکھا اور زانباتی سے نظر بچا کے مجھے اشارے سے بلایا کہ اپنے گھر بجائے میں اسکا مطلب سمجھ گیا اور زانباتی کی نظر بچا کر اس عورت کے ساتھ ہو لیا وہ عورت مجھے اپنے گھر لے گئی جب میں گھر کے اندر گیا اُسے دروازے کو بند کر لیا اور مجھے ایک مکان میں لے گئی جس میں ایک بی بی کا رچو پی کڑے پہنے ہوئے بھی تھی میں نے قرینے سے دریافت کیا کہ وہ بی بی اس عورت کی بیٹی ہے اور وہ بی بی جادو میں استاد تھی پھر اُس عورت نے اُس بی بی سے کہا یہی کتا کھوٹے درجہ کو اچھون سے پرکھتا ہے آج میں نے اسکو امتحان میں پورا پایا بیٹی تم بھی غور سے اس کتے کو دیکھو کہ کون ہے وہ جو ان بی بی پر سیر طرے ہو کر دیکھ کے بولی کہ امان میں اسکا حال ابھی تم سے کوئی یہ کہے کہ وہ جو ان بی بی اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک طرف پانی کا ٹیکر آئین اپنا ہاتھ دیا اور میرے اوپر اُس پانی کو چھڑک کر کہا اگر تو حقیقت میں حیوان ہے تو بارہ ورنہ برکت سے اس پانی کے ابھی آدمی ہو جائے کہتے ہی میں آدمی بن گیا اور قدموں پر اُٹھ کر ان بی بی کے گراؤ اور ہر دم کر اسکا شکریہ ادا کیا پھر اُس عورت کا جو مجھے اپنے گھر لائی تھی نہایت شکر گزار ہوا اور سارا حال اپنی بی بی کی بدسلوکی کا اُن دونوں سے بیان کیا اُنھوں نے شکر نہایت افسوس کیا اور کہا کہ تم یہ نہ جانو کہ میں نے تمھاری لفظ تبدیل صورت کر دی بلکہ میں بی بی کو تمھاری کچھ سزا اسکی جو تمھارے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئی وہ دیکر یہ کہو وہ بی بی ایک گھوڑی میں گئی اور بعد گھوڑی دیر کے اندر سے ایک بوتل لے ہوئے اپنے ہاتھ میں آئی اور کہا میں نے اپنی کتاب میں دیکھا کہ امین اسوقت اپنے گھر میں نہیں مگر ایک دم میں آویگی یہ کہہ کر اُس بی بی نے ایک ظرف پانی کا مجھے دے کے کہا اب تم اپنے گھر جاؤ اور یہ بات سن اپنے پاس رکھنا اور اُسکے آنے کے منتظر رہنا جبوقت وہ باہر سے آئے فوراً تم گھوڑا سا پانی اس بوتل سے لیکر آسپر چھڑک دینا اور یہ چند الفاظ اسوقت پڑھنا اور جبکہ غالب میں چاہتا ہوں اے آنا میں اُس بی بی کی سب باتیں اور وہ الفاظ کہ مجھے سکھائے تھے خوب ذہن نشین کر کے اُس سے رخصت ہو کر اپنے گھر آیا گھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ امین بھی آئی میں نے بوتل کا پانی ہاتھ میں لیا اور وہ کانپنے اور تھرنے لگی اور چاہتی تھی کہ میرے آگے سے بھاگ جائے میں نے حید اُس پانی کو آسپر چھڑکا اور وہ الفاظ پڑھے وہ فوراً گھوڑی بن گئی یہ وہی گھوڑی ہے جسکو کل اپنے دیکھا میں اسکی ایال پیر مطلب میں لے گیا اور باگڈور سے اُس کو باندھا اور اُسکے حضور پر بہت ملامت کی اور چابک لیکر اُسے اتارا مارا کہ میں خشک گیا آخر یہ معصیہ کیا کہ ہر روز اسکو میدان میں لیجا کر خوب جکر دیکر سزا دیا کروں بہانہ بیدی نعمان نے اس قصہ کو کہہ کر خلیفہ سے عرض کیا کہ امیر المومنین مجھے

یقین کامل ہو کر آپ میری اس حرکت سے ناخوش نہ ہوئے بلکہ آپ اس سے زیادہ سنہ ایسی عورت۔
حق میں تجوز فرمائیے اس قدر کلک چپ ہو رہا خلیفہ نے فرمایا کہ حقیقت میں تمہارا قصہ نہایت عجیب ہوا اور
قصہ تمہاری بی بی کا قابلِ عذر کے نہیں اور تمہارا سزا دینا اُسے بہت بجا ہو مگر یہ بناؤ کہ تم کب تک اُسکو
یہ سزا دیا کرو گے اور گھوڑی بنائے رکھو گے میرے نزدیک تم اُس بی بی سے جسکے جاؤ نے اُسے گھوڑی
بنا دیا کہو کہ اُسکو پھر آدمی بناوے لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ ساحرہ بعد انسان بن جائے گی کیا بد سلوکی تمہارے
ساتھ کرے خلیفہ نے پھر کچھ اصرارِ اس بات میں سیدی نعمان سے کیا اور متوجہ قیرے شخص کی طرف ہو کر کہا کہ کل
دن جو میرا گداز فلاں نے محلے سے ہوا تمہارا محل بڑا دیکھ نہایت مجھے تعجب ہوا اور اس محلے کے لوگوں سے
تمہاری غریبی پہلی اور حال کی امیری کا حال مناسب مجھ سے تم بیان کرو کہ کیونکر تم اس قدر مال مال ہو گے
اور تم کچھ اندیشہ نہ کرو مجھ کو فقط تمہارا حال دریافت کرنا ہو اُس نے اپنا قصہ یوں کہنا شروع کیا

قصہ خواجہ حسن بن فروش کا

خداوند پہلے آپ حال میرے دوستوں کا جو باشندے بغداد کے بن سین اور وہ دونوں اب تک زندہ
اور میرے اظہار کے جو حضور میں عرض کرتا ہوں گواہ ہیں ایک کا نام سعدی دوست میرے کا نام سعدی
سعدی کا اعتقاد یہ تھا کہ دنیا میں کوئی شخص ظاہر اسرارِ ابال بے مال کے نہیں ہوتا اور دولت
بے تدبیر کے حاصل نہیں ہوتی اور سعدی کہتا تھا کہ جب تک تقدیر یا در نہیں ہوتی دولت نہیں ملتی سعدی
مفلس تھا اور سعدی بہت مالدار تھا اور دونوں کے درمیان میں نہایت دوستی تھی اور کبھی مکران میں
ہوتی سوائے اس مقدمہ کے کہ سعدی تدبیر کا قائل تھا اور سعدی تدبیر کا ایکدان اسی امر میں بہت
گفتگو ہوئی سعدی نے کہا آدمی محتاج میں پیدا ہو کے ہمیشہ محتاج رہتا ہو سعدی کہتا تھا کہ تدبیر اور کسب کچھ
کام نہیں آتا محض تقدیر سے دولت مند ہوتا ہو غریبی اور امیری اتفاقی ہیں تدبیر کچھ کام نہیں آتی سعدی نے
ابہا تم خلاف کہتے ہو آدمی تم دونوں امتحان کریں کسی پیشہ والے کو جو محنت مزدوری سے اپنی اوقات
مسر کرنا ہو کچھ زردین وہ اُس سے اپنی پونجی کو بڑھائیگا مقرر امیر ہو جائیگا اُس وقت تمکو میرے کہنے کا شین
ہو گا چنانچہ وہ دونوں دوست سیر کرتے ہوئے میرے گھر آئے اور جہان میں اپنی رسی بننے میں مصروف
تھا ہو چکے اور یہ پیشہ میری کئی پشتوں سے تھا میرا گھر اور لباس دیکھ کر انھیں حال میری محتاجی کا معلوم
ہوا سعدی نے سعدی سے کہا اگر انھیں امتحان کرنا منظور ہو تو کچھ آشریفان دیکھ امتحان کرو یہ شخصیت سے

بن رہتا جو اور میں خوب جانتا ہوں یہ رسی بٹکے اپنی اوقات مع عیال و اطفال مشکل سے بسر کرتا ہوں
سعدی نے کہا اچھا مگر ذرا سہرا سکو ابھی طرح دیکھ لین پھر وہ دو دن ٹھلے ہوئے میرے بطن متوجہ ہوئے
میں نے اُسے نہ صاحب سلامت کی انہوں نے جواب سلام دیکے میرا نام پوچھا میں نے کہا میرا نام حسن ہے
اور جو میں رسی بٹکے کا پیشہ کرتا ہوں اسلئے مجھے حسن جبال کہتے ہیں سعدی نے مجھے کہا پیشہ ور کو پیشہ
کافی ہونا چاہیے میں نے کہا کہ اس کام میں خوش ہو گئے اور بہت اسباب بٹھا کرے پاس جمع ہو گا میں نے
کہا میرے پاس تو کچھ اسباب نہیں ہیں تو طبع سے شام تک رسی بنا کرتا ہوں اُس پر بھی بڑی دشواری سے نان
تشنگ میری عیال کو اور محکومتی ہر ایک بی بی اور بچے بچے سے لے کر بھائی کی اس لائق نہیں کہ میری مدد
کرے میں اُن کی بھرپور خدمت کرنے کی بوقت لینا ہوں الحمد للہ کہ اُس نے اس سنگدستی میں مجھے دوسرا کھانا
نہیں کیا جب میں اپنا حال سعدی سے کہنا چکا اُس نے مجھ سے کہا اچھا سن مجھے مفصل حال پتہ معلوم ہوا اور
جو میرا حال کرتا تھا وہ غلط نکلا اب میں اگر تجھے بھیجی دو سو اشرفی کی دوں تو بخوبی اپنی گذران کر سکتا ہو اور
اس قدر زربا سے تو دولت مند ہو سکتا ہی یا نہیں میں نے کہا اس قدر زربا دفعہ مجھ و دولت مند نہیں کر سکتا
تصویر سعدی اور سعدی حسن جبال کے گھر لے کر آئے اور اُس سے ہم کلام ہونے لگی



مگر رفتہ رفتہ البتہ مجھے فراغت ہو سکتی ہو سیدی نے مجھے معتبر اور صادق القول سمجھ دیا و سوا شرفیان میں ان
کما میں تمکو یہ شہ دیتا ہوں تم اپنا کاروبار کر و خانا کو حسین برکت دے اور تم بہت سچے ہو جہ کے ان کو خیر
کرنا غفلت اور بے پروائی سے صانع کرنا تمھاری فراغت سے سدا کہ ہمارا دوست ہو بہت محسن ہوگا
اور اگر ہم دونوں آئندہ اگر تمھیں راحت میں دیکھینگے تو ہم دونوں خوش ہو گئے میں نے وہ اشرفیائی لیسکر
اپنی جب میں رکھیں اور نہایت خوش ہوا اور سعدی کا بہت اولے شمار کر کے دامن قبلا کو اس کے
بوسہ دیا پھر وہ دونوں دوست مجھ سے رخصت ہو کے چلے گئے میں بچہ اپنے کام میں مصروف
ہوا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ اشرفیان کہاں دھروں میرے گھر میں قید نہیں نہ کوئی صند و فہر ہو چکا
کہ اس تھیلی کو اپنی دستار میں باندھ کر احتیاط سے رکھ لوں چنانچہ اسے گھر لے گیا اور بی بی ترکون سے
پوچھ دیا دس اشرفیان خرچ کرنے کے لیے نکال لین یعنی کو تھیلی میں ڈور سے باندھ پگڑی میں
مضبوط کر دیکے رکھ لیا اور پگڑی سر پر باندھ لی اور بازار جا کر سن لیا اور راہ میں بھرنے وقت تھوڑا گوشت
کہ مدت سے نہیں کھایا تھا خرید کیا اور اس کو اپنے ہاتھ میں لے ہوئے گھر کی طرف چلنا گاہ ایک جیل میں
جھپٹا مار کے چاہا کہ گوشت چھین لے میں نے اسے بچا یا اسے دوسری طرف سے پھر چھپٹا مارا پھر میں نے
بچا یا اس جھیل کو دین میری بھینسی سے پگڑی سر سے گر پڑی اور وہ چیل فوراً اپنے بچوں میں لٹک کر ٹکے
لے اڑی ہر چند میں نے شور و غل کیا مگر چیل نے پگڑی کو پھوڑا اور ایسی آڑی کہ میری نظر سے غائب ہو گئی
لغز میں نہایت غمگین ہو کر اپنے گھر آیا اور ان دس اشرفیوں سے جو لگے اس تھیلی سے نکال لی بھینس میں لایا
اور کچھ اپنے کھانے پینے میں صرف کیا سوائے اس بچ کے شرم سے مرا جاتا تھا کہ جب سعدی آکر اس
حال کو سنیکا میرے مکر و فریب پر گمان کر پکا پھر جب تک وہ تھوڑی اشرفیان میرے پاس رہیں میں نے
چند روز بیٹ بھر کے بال بچوں سمیت کھانا پیتا رہا اور بعد حسیح ہو جانے کے میں جیسا کہ تھا دیباہی
ہو گیا مگر سوائے صبر و شکر کے کبھی شکوہ و شکایت نہ کیا عن مرض بہر حال راضی و شاکر رہا میری
بی بی نے جس سے میں نے حال اشرفیوں کے پائیکا مطلق نہیں کہا تھا مجھے پریشان کیا اور کئی ہفتے
بھی میرے حال سے خبر لے کے جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے ہر چند میں نے اسے بحال اس کے کیے نقصان پایا
و گرے شات ہمایا کچھ نہ کیا لیکن حال تلف ہونے اشرفیوں کا ظاہر کیا وہ سب مجھے جھوٹا سمجھ کر بہت
ہنسے بہانے کر اس کے بھی میری بات پر ہنسا مار کر کہنے لگے کہ جس نے اپنی عمر بھر صورت اشرفی کی دینی ہو

گمان سے اس قدر شرفیان اُسکو ملین کہ چیل اُنھیں پکڑی سمیت لے گئی مگر میری بی بی اُسکو بچ
 بنا کر میرے نقصان پر بہت روتی پڑی بہر کیف جب اس حادثے کو چھ مہینے گزرے سعد اور سعدی
 میرے محلے کی طرف گذرے سعد نے سعدی سے کہا حسن جال کو چل کے دیکھا جاوے کہ کس قدر
 اُسکی پوجنی برہمی یہ کہنے وہ دونوں دوست میرے گھر آئے پہلے سعد نے سعدی سے کہا میں تو محتسبی
 بن پانا ہوں پچھنے پر اسے کہنے پھر اسکی پکڑی کچھ اعلیٰ معلوم ہوتی ہو سولے اس امر کے اور کچھ وضع میں
 فرق نہیں فراتم بھی غور کر کے دیکھو جو میں کہتا ہوں درست ہو یا نہیں سعدی نے آگے بڑھ کے مجھ کو دیکھا
 اُسی سال میں پایا جیسا کہ سعد کہتا تھا پھر وہ دونوں میرے نزدیک آئے سعد نے بعد سلام علیک کے پوچھا
 اچھ حسن بھارے کاروبار میں کُن دوسوا شرفیوں سے کچھ ترقی ہوئی یا نہیں میں نے کہا صاحبو میں اپنی
 گنجی کا حال تم سے کیا کہوں مجھ پر جاؤ نہ عجیب و غریب گذرا پھر تین نے سب حال اُنسے کہا سعدی نے
 سنے کہا حسن تو ہم سے ہنسی کرتا ہوا درجا ہوتا ہے کہ ہمیں فریب دے چیلوں کا کام گویا بیجا نا نہیں ہو وہ
 فقط اُس چیز کو بتی میں جو انکی بھوک کو شکین دے اکثر آدمی جب کبھی کہیں سے کچھ دولت پاتے ہیں تو اپنی
 محنت کو چھوڑ عیاشی میں پڑا س زر کو فغول خراج کر دالتے ہیں اور اپنی اہلی حالت پر آجاتے ہیں تم نے بھی
 ایسا ہی کیا ہو گا میں نے کہا صاحب حقدہ رطامت میرے نہیں کر دیا ہوا اس امر عجیب کو جو میں نے آپ سے
 بیان کیا کوئی شخص یہاں نہیں کہتا ہوا جو ملو فریب نہیں دیتا سعد نے میری طرف داری کر کے سعدی سے کہا اکثر
 دیکھا اور سنا ہے کہ چیل اکثر خیرین سو اٹھائیکے لیجانی ہے یہ کچھ بعید نہیں سعدی نے یہ سنے دوسوا شرفیان
 اور مجھے دین اور کہا حسن انکی اور ملو دیتا ہوں خیر و ارباب انکو اچھی طرح رکھنا لگے گی طرح لکھو نا میں نے
 سعدی کی آگے سے زیادہ شکر گزاری کی اور دعائیں دین پھر جب وہ دونوں دوست چلے گئے میں
 اپنے کارخانے میں آیا اور وہاں سے گھر گیا اتفاقاً اسوقت میرا قیدہ لٹکے او گھڑوں نہ تھے میں نے ۱۶۳
 شرفیان نکالین اور باقی ایک سو نوے ایک کپڑے میں خوب مضبوط باندھیں اور چاہا کہ اُسکو ایسی
 کسی پوشیدہ جگہ میں رکھوں جس میں بی بی اور بچوں کو بھی خبر نہ ہو میں نے ایک بڑی مٹی کی ٹھوڑی میں
 سیمین بھوسی گودن کی بھری ہوئی تھی اُن شرفیوں کو اُس بھوسی کے اندر رکھ دیا مٹے میں میری
 بی بی گھر میں آئی میں نے اُس سے کچھ حال نہ کہا اور سن خریدنے کے لیے بازار گیا بعد میرے جانے کے
 ایک شخص سردھونے کی مٹی بچتا ہوا وہاں آیا میری بی بی نے چاہا کہ اُس مٹی کو مول لے مگر کوڑی

پہا پاس نہ تھا اسے جنال کیا کہ مٹھو رہجوسی کی سیکار ہو اسکو دیکے مٹی لے لیا چاہیے مٹی والا بھی اس بات پر راضی ہوا اور مٹی بھوسی سے بدلدی اور مٹھو سیت بھوسی اٹھا لے گیا مٹھے مین مین بھی سن خرم دیکے ہوئے اور ایک بوجھ اپنے سر پر لے آیا اور پانچ بوجھ سن کے پانچ مزدوروں کے سر پر آہراہ لایا جب وہ دوجھ لگے سر سے اتر واکے ایک مکان مین رکھے اور مزدوری دیکر رخصت کر دیا تب واسطے رنغ مانگی کے ایک جگہ لینا اور جہان وہ ٹھو بھوسی کی رکھی ہوئی تھی نظر کی اس ٹھو کو وہاں نہ پایا نہایت بقرار ہوا اور اٹھ کر جلد اپنے قبیلے سے پوچھا کہ مٹھو رہبان سے کیا ہوئی اسنے سب حال اسنے بیانے اور مٹی مول لینے کا بیان کیا یہ سنے مین چلا کر بالا ای کجھت بد نصیب تو نے مجھے اور میرے بچوں کو ہلاک کیا اور اس گل فردش کو مالامال کر دیا پھر مین نے ایک سو نوے اشرفیوں کے رکھنے کا حال اس بھوسی کی مٹھو مین اور ان دونوں دوستوں کے آنے کا اس سے کہا میری جور دستہ ہی روٹنے پٹنے اور سر کے بال نوچنے لگی اور منجھ سے کہنے لگی کہ تو نے بڑا غضب کیا کہ ایسے بڑے امر کو مٹھے لکھا اگر مجھے تو یہ حال کتا ہرگز ایسا نہوتا مین نے کہا اسقدر شور و غل نہ کر کہ ہمارے اکاہ ہو کر میری اور تیری بونٹوں پر سینگے اب مناسب ہو کہ راضی برضا سے آہی رہوں اور ان مین اشرفیوں سے جگہ مین نے نکال لی یقین پانا کاروبار کیا اور چند روز اسطرح اوقات بسر کی پھر دل مین جنال گذرا کہ وقت ملاقات کے سعدی سے کیا کہو مٹھو پہلے ہی حال کو وہ ماورینین کرنا تھا ابکی دفعہ اسے یقین ملی میری فیلسوفی اور دغا بازی پر ہوگا آخر ایک دن سعد اور سعدی کچھ میرے ہی امین بحث کرتے ہوئے میرے گھر کی طرف آئے مین نے دونوں کو دوسرے دیکھ کر اپنا کام چھوڑ دیا اور چاہا کہ کہیں جا کر چھپ رہوں ناگاہ ان دونوں دست نے پہنچا مجھے سلام علیک کی اور خیر و عافیت پوچھی مین نے نہایت شرم سے اپنی آنکھیں نیچی کر کے جواب سلام کا دیا مٹھو دیکھا ہی شکستہ حال پاس کے متعجب ہوئے پوچھا خیر تو یہ کیوں تم اس حال مین ہو مین نے اسے حال ان اشرفیوں کے کھوئے جایا کا بھی جو کچھ گذرا تھا بیان کیا سعدی نے اس حال کو سن کر کہا مجھے یقین ہوا مین نے دوستانہا راضی فیان تکر دی یقین غرض وہ دونوں دست میری ہنستی پر نہایت متاسف ہوئے آخر سعد نے کہ با خدا شخص تھا ایک پیاسے سے کا جب سے لٹکا لکر سعدی کو کھلایا اور مجھ سے کہا اس سے پیسے سے دیکھ تو خدا کی برکت ٹھکرو تیار سعدی اسے دیکھ کر مہینا اور ٹھٹھا مار کر کہا کہ یہ پیسے کا ٹکڑا کیسا حسن کو نہنٹے گا سعد نے اس پیسے کو مجھے دیکے کہا تم اسکو اپنے پاس لکھو اور سعدی کو ہنسنے دو ایک

تین تم کو حال اسکا معلوم ہوگا اور خدا چاہے گا تو تم اسکے سبب سے بڑے آدمی ہو جاؤ گے میں نے وہ پیا لیکر
 اپنی جیب میں رکھا پھر وہ دونوں دوست مجھ سے رخصت ہو گئے اور میں رسی بٹنے میں مصروف ہوا رات
 کو جب میں نے سونے کے لئے کپڑے اتارے وہ پیاجیب سے گر پڑا میں نے اسکو اٹھا کے ایک طاقتور
 میں رکھ دیا اتفاقاً اسی رات ایک ماہی گیر کو کہ میرے ہمایوں سے تھلائے جال کے مرمت کے لئے ایک بیٹا
 درکار ہوا سو تھلا کر رات کو اپنا جال درست کر کے مچھلیاں پکڑے اسکا معمول تھا کہ دو گھڑی کے بڑے کہ وہ
 دریا پر مچھلیاں پکڑنے جایا کرتا اُسے اپنے قبیلے سے کہا کہ تو جا کر اپنے ہمایے سے ایک پیاجی لے کر مجھے دے وہ
 عورت سب کے گھر گئی اور کہیں سے اسکو پیانہ ملا پوس ہو کر اپنے گھر آئی ماہی گیر نے کہا تو حسن جال کے گھر
 نہیں گئی اُسے کہا نہیں ماہی گیر نے کہا جلد اسکے گھر جا مقررہ بان سے پیاجی لے آئے اسکا قبیلہ بڑا ناہوا میرے
 گھر آیا اور دروازہ کھولا کہ اچھا حسن جال میرے خاوند کو اسوقت ایک پیاجی درکار ہے دے میں نے کہا گھر
 میری بی بی ہے آتی جو میری بی بی نے میری اجازت سے وہ پیاجی سعد نے مجھے دیا تھا لہذا اگر اپنی ہمسائی کو
 دیا وہ عورت نہایت خوش ہوئی اور میری بی بی سے کہا میں اقرار کرتی ہوں کہ جو پہلی دفعہ میرا خاوند جال
 ڈال کے مچھلیاں پکڑا وہ سب مجھے لادون گی اور یقین ہے کہ میرا خاوند بھی اس اقرار کو قبول کرے جب
 اُس عورت نے وہ پیاجی لے کر خاوند کو لپکا کر دیا اور اپنے اقرار سے آگاہ کیا اُسے بہت خوش ہو کے اُس اقرار
 کو قبول کیا اور اپنے قبیلے سے کہا تو نے بہت اچھا کیا کہ یہ اقرار اُسے کر آئی پھر وہ اپنے جال کی مرمت کی کہ
 دو گھڑی کے مچھلی پکڑنے دریا پر گیا اور جب اُسے پہلے پہل جال دریا میں ڈال کر کھینچا ایک ہی مچھلی پکڑ کر ایک
 بانٹ سے بڑی مچھلی اُس جال میں آئی اُسے اُس مچھلی کو الگ رکھ کے پھر کتنی دفعہ جال ڈالے اور بہت
 مچھلیاں پکڑیں مگر وہ سب اس مچھلی سے چھوٹی تھیں جب وہ ماہی گیر اپنے گھر آیا پہلی مچھلی پکڑی ہوئی لیکر میرے
 پاس آیا اور کہا اے ہمایے یہ ایک مچھلی پہلے پہل جال ڈالنے میں تین نے پکڑی تھی سو حسب وعدہ حاضر
 ہو اسکو مستبد کر کیجئے تمھاری منت میں یہی ایک مچھلی جو جال میں پہلی دفعہ آئی میں نے کہا وہ پیاجی
 جو رات کو میں نے تمھیں دیا تھا کچھ حقیقت نہیں رکھتا کہ اسکا عوض لیا جائے ہر چند میں نے اُس
 مچھلی کے لینے میں تکرار کی آخر ہمایے کے اصرار سے مچھلی لیکر میں نے اپنی بی بی کو دی اور کہا بی بی جو
 پیاجی میں نے رات اس ماہی گیر کے قبیلے کو دیا تھا اسکا یہ بدلہ مگر سعد نے تو ہم سے اقرار کیا تھا کہ میں
 اس ایک ہوتے کے ہم دولت سے مالا مال ہو جائینگے پھر میں نے اپنی بی بی سے اُن دونوں ستون کے

آینکا حال اور سعد کے پیادینے کا قصہ سب بیان کیا میری بی بی بھی اس ایک مچھلی کو دیکھ کر تعجب ہوئی اور کہا میں اسکو کیا کروں پھر سوچ کر دل میں کہا تو کون کے لیے بھون لون آخر میری بی بی نے اس مچھلی کو صاف کرنے کے وقت اُسکے پیٹ سے ایک بڑا نمڑا بیرے کا پایا اُسنے جانا کہ یہ نمڑا شیشے کا ہے اُسنے اُسے چھوٹے بچے کو کھیلنے کے لیے دیدیا وہ نمڑا کھانہ میں لیکھیل رہا تھا کہ اتنے میں اُسکے اور بھائی بہنوں نے دیکھ کر اُسے لے لیا اُسکی خوبصورتی اور چمک دیکھ کر سب اُسکے مشتاق ہوئے اور ہر ایک اُسکو باری باری سے اپنے پاس رکھتا جب رات ہوئی اور چرب راغ جلا تو ہمارے بچے چرلغ کی روشنی میں اُسے دیکھ کر خوش ہوتے اور شور و غل مچاتے یہاں تک کہ میری بی بی نے کھانا لاکر رکھا اور ہم سب کھانے کے لیے بیٹھے بڑے اُسکے نے اُس پرے کو ایک طرف وستر خان کے رکھ دیا اور چمکے کھانا کھانے لگا بعد فراغت طعام پھر وہ بدستور آپس میں واسطے اُس بیرے کے اڑنے جھگڑنے لگے کچھ متوجہ نہ ہوئے کہ کیوں بچے شور و غل کرتے ہیں آخر جب بہت شور و غل کیا میں نے بڑے اُسکے کو بلا کر پوچھا کہ تم کس لیے آپس میں لڑ رہے ہو اُسنے کہا بابا ہم واسطے ایک بڑے شیشے کے کہ مانند چرلغ کے روشن ہو آپس میں جھگڑتے ہیں میں نے اُس نمڑے کو منگوا لے دیکھا اُسکی چمک دمک دیکھ کر تعجب ہوا اور اپنی بی بی سے پوچھا یہ شیشے کا نمڑا کہاں سے تمہارے ہاتھ لگا اُسنے کہا میں نے مچھلی کے پیٹ سے پایا پھر میں نے اپنی بی بی سے کہا چرلغ کو ادت میں رکھ دو جب چرب راغ ہماری نظر سے غائب ہوا روشنی اُس بیرے کی اس قدر تھی کہ ہم سب کام بدون چرلغ کے اُسکی روشنی میں کرتے تھے یہ حال دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا سعد کے پیسے کی بدولت اتنا فائدہ ہوا کہ رات کو چرلغ جلانا نہ پڑا تیل کی کھایت ہوئی اور جب ہمارے بچوں نے دیکھا کہ ہم نے چرلغ بجھا کر بجائے چرلغ کے اُس شیشے کے نمڑے کو رکھا اور بھی اچھلنے کودنے لگے اور شور و غل مچانے لگے یہاں تک کہ اُس شور کو سب اہل محلہ نے سنا آخر میرے گھر گئے سب چپ ہوئے سو رہے اور ہم نے بھی آرام کیا فجر کو اٹھ کر میں جب معمول اپنے کاروبار میں مصروف ہوا اُس شیشے کے نمڑے کا خیال دل سے جاتا رہا یہاں میں میرے ایک بڑا ہودی جو ہری رہتا تھا کہ خرید و فروخت جو اہرات کی کیا کرتا اُس رات کو وہ اور اُسکی بی بی میری بچوں کے شور و غل سے بچیں ہوئے اور دیر تک کو نیند نہ آئی عین صبح کو اُسکی بی بی اپنے خاوند کی طرف سے واسطے شکایت کرتے شور و غل کے میرے گھر آئی اور میری بی بی نے اُسے دیکھ کر اپنے الضمیر اُسکا دریافت کیا اور نام لے کے کہا اے راتیل خنہ جی ات کو میرے لڑکوں کے

شور و غل سے تکلیف اٹھائی ہوگی اُنکا تصور محانت کرو اور غم اندراؤ مین سبب اُنکے شور و غل کا تھے کہوں جب وہ اندر گئی میری بی بی نے وہ شیشے کا گلاز اُسے دکھلایا اور کہا یہی سبب شور و غل کا تھا یہودن کہ سب طرح کے پتھرون کو خوب پہچانتی تھی اُس ٹکڑے کو دیکھ کے متعجب ہوئی میری بی بی نے اُس سے سب حال اُسکے ہانے کا بیان کیا اُسے سنکر کہا یہ گلاز شیشے کا بہت اچھا ہے میرے پاس بھی ایسی طرح کا ایک گلاز ہے کہ کبھی کبھی اُسکو مین بہتی ہوں اگر تو بیچے تو مین مول لیاں میرے بچے نام بیچنے کا سنکر اپنی مان سے روکے کہنے لگے کہ تو اُسکو نہ بیچ جم پھر شور و غل نہ کرینگے لڑکون کا اصرار دیکھ کر دونوں عورتیں چپ ہو رہیں اور یہودن اپنے گھر چلی گئی اور آہستہ میری بی بی سے کہا خبردار کوئی دوسرا شخص اس ٹکڑے کو نہ دیکھے اور سوا ہمارے اور کسی کے ہاتھ اُسکو نہ بیچا اور وہ یہودی صبح کو چوک مین اپنی دکان پر گیا تھا اُسکی بی بی نے وہین جا کر اُس شیشے کے ٹکڑے کا حال اُس سے ظاہر کیا یہودی نے کہا ابھی تو جا کے اُس ٹکڑے کو مول لے پہلے اُسکی تھوڑی قیمت کہو پھر جتنے کو ہو سکے بیجو یہودن میری بی بی کے پاس آئی اور کہا میں اشرفی اُس شیشے کے ٹکڑے کی دیتی ہوں میری بی بی سوچی کہ یہ قیمت اُسکی بہت دیتی ہو مگر کچھ جواب نہ دیا تے مین جن کھانا کھانے گھر آیا اور دونوں کو دروازے مین بائیں کرتے دیکھا میری بی بی نے مجھے وہاں ٹھہرے کہا مین اشرفیان یہ ہماری قیمت اُس شیشے کے ٹکڑے کی دیتی ہو ٹھہری کیا مرضی ہے مین نے سعد کی بات کو یاد کیا یہودن نے میرے سکوت سے جاننا کہ اس قیمت پر یہ رضی نہیں اُسے کہا ای ہمسائی مین پچاس اشرفیان دیتی ہوں مین نے دیکھا ایسی جلد میں اشرفیوں سے پچاس تک آئی ہو اُسکی قیمت بہت بڑی ہوگی مین چپ ہو رہا تھے کہا ایک سو اشرفی لو مین نے کہا بی بی تم کیا کہتی ہو مین اُس ٹکڑے کو لاکھ اشرفی سے ہرگز کم نہ بیچوں گا یہودن بڑھتے بڑھتے پچاس ہزار اشرفی تک آئی اور مجھے کہا تم رات تک ٹھہرو میرا خدا وند ایک نظر اُسکو دیکھ لے مین نے کہا اچھا رات کو یہودی میرے گھر آیا مین نے اُس میرے کو دکھلایا اُسے اُسکو اپنے ہاتھ مین لے کے دیر تک جانچا اور تعجب ہو کے کہا کہ خستہ ہزار اشرفی لو اور مجھے دو مین نے کہا ایک لاکھ اشرفی سے کم کو نہ بیچو مگر آخر یہودی اس قیمت پر راضی ہوا اور وہ ہزار اشرفیان بطور بیعانے کے مجھے دیکے کہا کل باقی ماندہ اشرفیان مجھے لاؤ دنگا اور اس ہمیشے کو بیچاؤ مجھ مین راضی ہوا دوسرے دن اُس یہودی نے مجھے ایک لاکھ اشرفیان اُن دین مین نے وہ ٹکڑا میرے کا اُسے دیا اسی سبب سے فراغت میرے ہاتھ آئی

اور دولت میں نے بانی خدا کا شکر بجالایا اور میں نے چاہا کہ اس طرح شکر سدا اور سعدی کا جا کر بجالاؤں پس
میں نے اُس دولت خدا واد سے اپنا اسباب امیرانہ درست کیا اور میری بی بی نے بھی اپنی اور بچوں کی درستی
خاص خواہ کر لی اور ہم نے ایک بڑا گھر مول لیکر اُسکو چھت پر دے وغیرہ اسباب و سامان سے تیار کیا اُسکے
بعد میں نے اپنی بی بی سے کہا اب عین مناسب یہ ہے کہ ہم اپنے قدیم پیشے کو چھوڑیں اُسکے لیے کچھ دولت عین
سے اٹھا رکھیں اُسی سے اُسکا کاروبار کیا کریں پھر میں نے سب کا رگر شہر کے نوکر رکھے اور انکو بہت روپے
دیکر کئی کارخانے رسی کے جلائے اور کئی شخصوں کو متعہ جانے ایک ایک کارخانہ سوئپ دیا اب کوئی محلہ شہر
بہنداد کا نہیں جہیں گماشتہ اور میرا کاروبار رسی کا نہوا اور اسی طرح ہر ایک شہر اور ضلع میں ایک ایک
کارخانہ مقرر کر کے ایک ایک محروبان عین کیا اب مجھ کو اس سبب بہت دولت ملی جو اور واسطے اپنے کاروبار
بارخانہ خاص کے ایک بڑا گھر اور مول لیا کہ جس میں زمین بہت تھی مگر وہ گھر ویران تھا میں نے
اُسکو توڑ کر اسے نو اٹھین ایک عمارت عالی شان بنائی جسکو کل حضور نے ملاحظہ فرمایا تھا اُس میں
صرف میرے کارنامے رہتے ہیں اور دفتر حساب کتاب کا بھی وہیں جو اور اسباب اپنا اور اپنے اہل و
عیال کا اس میں رکھا ہوں اُسکے بعد میں نے اپنے قدیمی گھر کو کہ جس میں سعد اور سعدی آئے تھے چھوڑ کر نئے
محل میں کہ خاص اپنے رہنے کے لیے بنوا رکھا آ رہا بعد مدت سعد اور سعدی نے مجھے یاد کیا اور چاہا کہ پھر
مجھے آکر دیکھیں وہ دونوں اُسی مکان میں آئے مجھے اور میرے چھوٹے سے کارخانے کو وہاں
پنا کے بہت منجر ہوئے پھر وہاں کے رہنے والوں سے پوچھا کہ فلا ناری والا کہاں ہے اور جیتا ہے یا مر گیا
ہاں لوگوں نے کہا وہ تو اب بڑا تجارتی رہا اُسکو خواجہ حسن جبال کہتے ہیں اور اب وہ فلا نی جگہ ایک
بڑا محل بنو لے اُس میں رہتا ہے پھر وہ دونوں دوست مجھے پوچھتے ہوئے وہاں آئے مگر سعدی کو
یقین نہ تھا کہ یہ دولت مجھے اس پیسے سے ملی ہوئے سعد سے کہا میں حسن کو اس حال میں دیکھ لیا کہ
خوش ہوا اگرچہ اُس نے دوجھوٹ مجھ سے بولے یہاں تک کہ مجھ سے چار سو ایشہ فیان لین اور اٹھین
ایشہ فیون سے اُس نے یہ دولت بڑھائی اور وہ پیاسی سے کا جو نے اُسے دیا تھا محال ہے کہ اُس
اس قدر فراغت اُسکو حاصل ہو سعد نے کہا یہ سب غلط ہے حسن جبال جھوٹا اور میری نہیں ہے اُس نے
تم سے کہا وہ سچ ہے اور یقین ہے کہ اُسی پیسے کے سبب سے یہ سب فراغت اُسکو ہوئی ہے یہی گفتگو کرتے
ہوئے وہ دونوں دوست وہاں جہاں میرا گھر تھا آئے اور میرے گھر کی بندی دیکھنے چپان گئے

کہ یہ گھر مقرر خواجہ حسن کا ہو گا پھر انھوں نے اگر دروازے پر دستک دی میرے دربان نے دروازہ کھول دیا
 سعدی میرا حشم اور کثرتِ شاگرد پیشہ کی دیکھ کے پوچھنے لگا کیا یہ گھر خواجہ حسن جلال کا ہے دربان
 نے کہا ہاں اندر آؤ خواجہ اپنے دیوانخانے میں بیٹھا ہے وہ دونوں دوست وہاں آئے مین جلد ان کی
 طرف دوڑا اور ان کی قبائے و امنوں کو چومایا اور انکو اندر لے جایا کے ایک والا مین بہت ابھی جگہ جا با کہ ٹھکانا
 مگر وہ اس جگہ پر چاہتے تھے کہ مین بیٹھوں مین نے کہا صاحبو مین وہی غریب حسن رسن ساز ہوں
 اور ہمیشہ تمھاری و علمے خیر مین اوقات بسر ہوئی ہے اور تمھارے حقوق خوب جانتا ہوں میری
 عرض قبول کرو آخر وہ ایک جگہ بیٹھ گئے اور مین بھی انکے مقابل بیٹھا سعدی نے کہا مین تمھیں
 اس جال مین دیکھ کر خوش ہوا اور خدا نے جیسا کہ ہمارا جی چاہتا تھا تمھیں اُس بے کو پہونچایا اور غالباً
 تمھیں چار سو اشرفیوں سے جو مین نے تمھیں دی تھیں یہ سب دولت و جنت حاصل ہوئی ہوگی
 لیکن سچ کہو کہ تم پہلے دو دفعہ جھوٹ کیوں بولے سعدی یہ بات سعدی کی شکر نہایت سچ و تاب کھا کے چپکے
 سا کیا جب وہ کہ چکا سعدی بولا کہ حسن نے آگے تم سے جو کچھ کہا تھا وہ سب سچ ہے پھر ان دونوں مین
 باہم تکرار ہونے لگی مین نے کہا صاحبو اس گفتگو کو جانے دو آگے جو کچھ چھپر گذرا تھا وہ سننے مین نے کہا
 خواہ اسکو سچ جانو خواہ جھوٹ اور اب بھی جو کچھ ظور مین آیا ہے تمھارے حضور مین کہتا ہوں چنانچہ تمام حال
 اُس پیسے کے دینے کا ابھی گیر کو اور میرے کے نکلنے کا مچھلی کے بیٹ سے جیسا کہ مین نے آپ کے حضور
 مین ابھی کہا اُسے بھی ظاہر کیا سعدی نے اُسے سنکے کہا اؤ خواجہ حسن اتنے بڑے بھرے کا مچھلی کے
 مین سے نکلتا دیا ہے جیسا کہ چیل تھا بے سر سے بگڑی لے گئی اور مٹھور بھوسی کی دیکے مٹی سر دھونے
 کی لی اور حسن یہ سب فراغت بسبب انھیں اشرفیوں کے تمھیں ہوئی ہے یہ کہلے وہ اُٹھے اور مجھے خدمت
 ہونے لگے مین بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور اُن سے کہنے لگا صاحبو نہایت میرے حال پر تم نے کرم کیا کہ میرے گھر
 مین قدم رنج فرمایا مگر مین امیدوار ہوں کہ رات کو کھانا بہین کھاؤ اور اسی نفیقہ خواجہ نے مین صبح کو
 مین تمھیں واسطے سیر دیا اور اس گھر کے کہ جو مین نے اس شہر مین جو کھانے کے لیے مول لیا ہے
 بیچ دینا انھوں نے بعد معذرت میرے کہنے کو قبول کیا مین نے انکے لیے کھانا شب کو کھوایا
 اور انکو سب اپنے مکان اور اسباب دکھلائے اور ہر ایک طرح کی باتیں سنیں اور دل لگی کی آپس مین
 کرتے رہے یہاں تک کہ کھانا تیار ہوا مین دونوں کو اُس کمرے مین جہاں دسترخوان بچھا ہوا تھا اور

طرح طرح کے کھانے اُس پر چنے ہوئے تھے لیکن انھیں جابجا روشن تھیں اور آگ کے مینے کے گانا بجانا پورا ہوا
اور ایک سمت کو عورت اور مرد ناچتے تھے اور سولے لکے بہت تماشے اُن دونوں کو دکھلانے کے بعد
کھانا کھانے کے ہم سب سو رہے صبح کو اُنھ کے ہم سب بہت نفیس کشتی پر سوار ہوئے طرح اُن کو کچھ ہوش ملے

تھو حیرن جبال کی مع سعد سعدی کے اُن سکا پرن تکلف میں آئی جہاں طرح طرح کے کھانے
دستر خوان پر چنے اور عورت اور مرد ناچتے اور تم حرم کے تماشے ہو رہے تھے



تھوئے عرصہ میں ہم اپنے گھر کاؤن میں تھا ہونے پھر کشتی سے اُترے اور باجم سیر کرتے ہوئے اندر
گھر کے آئے میں نے اپنے رہنے کی جگہ اور کارخانے دکھلانے کے بعد اس کے باغ
میں گئے جس میں سب قسم کے میوؤں کے درخت برابر لگے ہوئے تھے اور دریا کا پانی بھی نہروں سے
سب جگہ پہنچا تھا اور میوے بکے درختوں میں لگے ہوئے اور بھول جینوں میں کھلے ہوئے جابجا پانی
کی چادریں اور فوارے چھٹ رہے تھے اور طرح طرح کے جانور خوش آواز درختوں پر چھلانے لگے اور بہت
چیزوں کو جنکے دیکھنے سے نہایت دلکو خوشی حاصل ہوتی تھی وہ دونوں دوست دیکھ کر کہاں خوش ہوئے
کبھی میری شکر گزاری کرتے کبھی کہتے کہ خدا تعالیٰ یہ گھر اور باغ مبارک کرے آخر میں اُن کو ایک بڑے

درخت کے نیچے کہ اُس طرف کنارے پر باغ کے لگا ہوا تھا لے گیا اور اُسکو دکھلانے کے ایک چھوٹے سے
 گھر میں واسطے کھانا کھلانے کے لایا اور دالان میں جہان منسہ لگیہ لگا ہوا تھا اُنکو بٹھلایا اس اثنا میں
 وہ دوا کے میرے جنکویں نے دین دن پہلے اُنکے علم سمیت اس باغ میں واسطے تبدیل آب و ہوا
 کے بھیجا تھا آشیائے چریون کے وہو بیستے ہوئے ایک درخت کے نیچے گئے اُنکو وہاں ایک آشیانہ
 نظر پڑا بے اعتبار چا با کہ اُس درخت پر چڑھ جائیں مگر سبب کمزوری کے چڑھ نہ سکے آخر اپنے غلام کو
 اُس درخت پر چڑھنے کو کہا غلام چڑھ گیا اور اُس گھوسلے کو دیکھ کے نہایت متعجب ہوا کہ وہ پگڑی سے
 بنا ہوا تھا وہ گھوسلا بچسہ اُس درخت سے اُتار لایا اور میرے لڑکوں کو وہ پگڑی دکھلائی برا لڑکا اُسکو
 اپنے ہاتھ میں لیے میرے دکھلانے کو لایا میں متعجب ہوا اور سعد اور سعدی اُسے دیکھ کر مجھ سے زیادہ
 متعجب ہوئے جب میں نے اچھی طرح اُس گھوسلے کو دیکھا تو پہچانا کہ یہ وہی پگڑی ہے جسکو آگے چل چھپنا مار کر
 لے گئی تھی پھر میں نے اُن دو ستون سے کہا تم بھی خوب دیکھو کہ یہ وہی پگڑی ہے کہ اُس دن میرے
 سر پر تھی جہن کہ تم نے پہلے میرے کارخانے میں کرم کیا تھا سعد نے کہا میں تو پہچان نہیں سکتا
 سعدی بولا کہ اگر ایک سو نوے اشرفیائیں ہوں تو جاسیے کہ یہ وہی جو میں نے کہا بیشک یہ وہی ہے
 تب میں نے اُس کو ہاتھ میں لیکر تولا تو بہت بھاری پایا اور اُسکو کھولا تو اُس میں وہی بھیلی اشرفیائیں
 گئی بھیلی میں نے اُس بھیلی کو دکھا کے سعدی سے کہا پہچانو یہ بھیلی بھٹاری ہے جو سعدی نے
 پہچان کر کہا ہے الحقیقہ یہ وہی بھیلی ہے جو میں نے تم کو پہلی مرتبہ دی تھی پھر میں نے تمھیں اُس بھیلی
 کا کھول غلطی سے پر اُسے سعدی کے اشرفیان دھیر کر دین اُسے گنیں وہ پوری ایک سو نوے
 تھیں سعدی چپ ہوا اور اقرار کیا کہ اب مجھ کو تمھارے کہنے کا یقین ہو اگر اب آدھی منہ اغت ملو
 اُن دو سو اشرفیوں سے جو دوسری مرتبہ دی تھیں جوئی اور آدھی اُس پیسے کے سبب سے جو سعد
 نے تمھیں دیا تھا میں چپ ہو رہا مگر سعد اور سعدی کے درمیان بحث ہونے لگی پھر بعد کھانا کھانے
 کے جمع اور وہ دونوں دوست اُس باغ کے ہوا دار مکان میں سو رہے قریب شام کے
 جب ہم جا گے اور گھوڑوں پر سوار ہو کے بغداد کو چلے راہ میں سب خندہ مکار بیچتے رہ گئے وہ گھوڑوں
 نے نہیں کھایا تھا اور سب دوکانین شہر کی بندھنیں دو تین غلام کہ ہمارے ساتھ تھے داند تلاش کرنے
 گئے ایک غلام ایک مشہور بھوسے کی بھری ہوئی کسی بنیے کی دوکان سے مول لے کے مشکی

سنگی سمیت ہمارے پاس اٹھو لایا اس اقرار پر کہ کل ہم مٹھور تیری دکان پر بچھاؤ دینگے پھر وہ غلام ہم ایک
 ٹھوڑے کے آگے بٹھوسے کو اس مٹھور سے نکال نکال ڈالنے لگا اندھیرے میں ایک کپڑا اس کے ہاتھ لگا
 جو بہت بھاری تھا وہ غلام اسکو بجنے میرے پاس لایا اور مجھے دیا کہ دیکھیے یہ دو کپڑا تو نہیں بڑ
 جبکہ قصہ سننے کوئی بار ہم سے کہا تھا میں نے اس کپڑے کو ہاتھ میں لیکر بچانا کہ یہ وہی چوبیس ایک سو
 اشرفیان رکھی تھیں نہایت خوش ہو کے میں نے اپنے دوستوں سے کہا صاحبو خدے نے مجھے سرخرو
 اور سچا کیا ملے مخصوص سعدی سے کہا یہ دوسری ایک سو نوے اشرفیان ہیں جو تم سے میں نے
 پائی تھیں اور میں اس پر ملے پتھر کے کو کہ جس میں انکو باندھا تھا خوب بچانا ہوں پھر میں نے اس مٹھور
 کو اپنے سامنے اٹھو انکو لایا اور اسکو اپنی بی بی کے پاس بھی بچانے کے لیے بھیج دیا کہ یہ وہی چوبیس
 جو جس سے تم نے منی دی تھی میری بی بی نے بھی اسکو بچا کر کھلا بھیجا کہ یہ وہی مٹھور چوبیسیم بھوی
 رکھی گئی تھی سعدی نے یہ حال دیکھ کے اقرار کیا کہ میں غلطی پر تھا اور سعد سے کہا اب میں نے
 تمہاری بات کو سچا جانا اور اس پر اعتقاد کیا کہ دولت پر سبب دولت کے نہیں بڑھتی بلکہ صرف خدا کی
 عنایت سے فقیر غنی ہو جاتا ہے پھر سعدی نے مجھ سے معذرت کی اور ہم سب سو رتبہ صبح کو بچھڑے
 رخصت ہو کے وہ دونوں دوست اپنے گھر گئے اور انھیں یقین ہوا کہ میں نے کچھ قصور ان اشرفیان
 میں نہیں کیا خلیفہ ہارون رشید نے جب سب قصہ زبانی خواجہ حسن کے سنا کہا مجھے آگے
 سے زبانی اہل محلہ کے معلوم ہوا کہ تمہارے حبیج بیہودہ نہیں اور وہ میرا جس نے تم کو دو تہمت
 کر دیا وہ میرے خزانے میں موجود ہے اور توسعدی کو بیان بلا لانا کہ وہ اس میرے کو اپنی آنکھ سے
 اگر دیکھے اور سعدی کو یقین ہو کہ روپے پیسے کے سبب غریب غنی نہیں ہو جاتا اور توسعدی
 کو میرے حشر اپنی سے بھی بیان کر کہ وہ اس حال کو بطور یادگار لکھ کر اس میرے کے
 ساتھ میرے خزانے میں رکھے پھر خلیفہ نے خواجہ حسن کو رخصت کیا بعد اسکے شہیدی نعمان
 اور بابا عبد اللہ خلیفہ کے تخت کو بوسے کے رخصت ہوئے ملک شہزاد نے چاہا کہ دوسرا قصہ
 شروع کرے مگر شہزاد نے سبب ہو جانے صبح کے فرمایا کہ کل کی رات میں اس قصہ کو سن چکا
 قصہ علی بابا اور چالیس ٹھکون کا کہ سبب ایک لوٹنڈی کے سبب مارے گئے
 دوسری رات کو ملک شہزاد نے اس طرح بیان کرنا شروع کیا کہ ملک پارس میں دو بھائی تھے

ایک کا نام قائم اور دوسرے کا علی بابا تھا انھوں نے بعد میں اپنے باپ کے تھوڑے سے ترکہ کو
 آپس میں برابر بانٹ لیا اور چند عرصے میں اُن دونوں بھائیوں نے اُسکو صرف کروڑا لاکھ اسم نے ایک بی بی
 کے ساتھ جیکا باب بہت مالدار بنا اپنی شادی کی اور بعد میں جانے اپنے سرے کے وہ ایک دکان
 کا جو اسباب گران بہا سے بھری ہوئی تھی مالک ہوا اور ایک کوٹھا بھرا ہوا اسباب تجارت کا اُسکے ہاتھ لگا
 اور بہت دولت جو زمین میں مدفون تھی پائی اس سبب سے وہ بڑا سوداگر اُس شہر میں مشہور
 ہوا اور علی بابا نے جس بی بی سے شادی کی غریب اور محتاج تھی وہ دونوں ایک چھوٹے سے
 گھر میں رہتے تھے علی بابا روز سو کھانچا کھانچا چلے گئے گھر میں لاد کے شہر میں لانا اور اُنکو بچا کھانچا کھانچا
 کیا کرتا لیکن علی بابا نے بچل میں جاکے کھانچا کھانچا اور چاہتا تھا کہ گھر میں لادے بچا کھانچا
 اُس نے ایک غبار دیکھا کہ اُسکی دہنی طرف سے اُٹھا ہوا چلا آتا ہے جب اُس نے بغور دیکھا بہت سوار
 اُسکو نظر پڑے کہ اُسکی طرف چلے آتے ہیں وہ اُنکو دیکھ کر ڈر گیا کہ مبادا اتنا زانی ہوں اور میرے گھر میں
 کو جھین کر چلو مار ڈالیں چاہتا تھا کہ وہاں سے بھاگے مگر وہ سوار قریب پہنچ گئے تھے اُس نے جلدی اپنے
 گھر میں کودے ہوئے تھے ایک طرف ہانک دیا اور آپ ایک درخت پر کہ بہت گنجان تھا چڑھ گیا اور
 ایسی جگہ بیٹھا کہ وہاں سے وہ سب کچھ دیکھے اور اُسکو کوئی نہ دیکھے وہ درخت ایک پہاڑ سے لگا ہوا تھا
 مگر بلندی اُس پہاڑ کی اُس سے زیادہ تھی وہ سوار کہ نہایت قوی اور چالاک تھے پہنچے اُسی پہاڑ کے
 پہ چکر اپنے گھوڑوں سے اترے علی بابا نے اُنکو اچھی طرح دیکھ اُنکی وضع سے دریافت کیا کہ بیشک یہ
 ملک میں کسی قافلہ کو ابھی لوٹ کر اسکا اسباب لے آئے ہیں تاکہ اس جگہ کسی مکان محفوظ میں رکھیں چنانچہ
 وہی طور میں آیا اُن سواروں نے کہ چالیں تھے قریب اُس درخت کے پہنچ کر لگا میں گھوڑوں
 کی اناڑو الین اور اُنکو باگدور سے باز کر خیمہ جانتا تھا باطل سوچا جانتی تھا اناڑو الین علی بابا
 نے دیکھا کہ اُس سوار کے کتے اپنے بوجھ کو کاٹھ پڑے ہوئے تھے اُسی درخت کے
 آٹا کا تھن اور حجاز میں ہونا ہوا ایک جگہ کھڑا ہوا اور کتے کھلے اور سمجھتے ہی ایک دروازہ
 کھل گیا اور جب سب کتے حجازی اُس دروازے کے اندر چلے گئے تب وہ آپ بھی اندر گیا اور وہ
 دروازہ بند ہو گیا میری دینک وہ سب ملک اُس پہاڑ کے شکاف میں ہے اور علی بابا بھی اُسی درخت
 پر چھا ہوا تھا اور یہ خیال کرتا تھا کہ چپکے سے پہنچے اتر ایک گھوڑے پر اُنکے سوار ہوں اور ایک پر

سب نکاحوں کو لاوا اور اپنے گدھوں کو آگے رکھ شہر کی راہوں میں تے تے میں وہ دروازہ کھل گیا اور وہاں
 ٹھک وہاں سے نکلے اٹھا سر اوپر پہلے نکلا اور دروازے کے نزدیک گھڑا دیکھا کیا پھر اُسکے ساتھی
 وہاں سے نکلے علی بابا نے پھر نہ کہ اٹھا سر وار کتا بڑی بند ہو سسم اس بات کے کہتے ہی دروازہ بند
 ہو گیا پھر ہر ایک سوا اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا جب سب سوار ہو چکے تب وہ سر وار سب کے آگے
 ہو لیا اور جس طرف سے کہ آئے تھے اسی طرف چلے گئے اور جب وہ نظر سے غائب ہوئے تب علی بابا
 نے دخت سے اُن کے اُس دروازے کے پاس پہنچنے کا کھل اسی سسم یہ کہتے ہی دروازہ
 کھل گیا اُسکے اندر جا کر ایک مکان بہت وسیع اور نفیس گنبد دار روشن دیکھا اور نہایت متعجب ہوا کہ کیا
 مکان پہاڑ کھود کے کیونکر بنایا اگرچہ اُسکی مقدار لمبی قد آدم کے تھی اور بھاری چوٹی سے بسبب
 روشنائی ان کے اُس مکان میں روشنی پہنچتی آتے وہاں دیکھا کہ بہت اسباب ہر اور گھڑیاں ہر ایک قسم
 کے مال کی رکھی ہیں اور تے اوپر تھان بھاری کتاب و چکن ریشمی وغیرہ اقسام پارچے کے ڈھیر کے
 ڈھیر پڑے ہوئے اور روپے اشرفی بنیار ہیں کچھ تو بطور تودے کے رکھے ہیں اور کچھ بڑی بڑی چڑیا
 کی تھیلیوں میں سے ہوئے اس قدر اسباب کو نوکر بیان جمع کیا ہی پھر وہ دروازہ خود بخود بند ہو گیا
 علی بابا تھیلیاں اشرفیوں کی اُس غار سے اس قدر باہر نکال لایا کہ گدھے اُسکے اٹھا سکین پھر گدھوں کو
 جمع کر کے اُن پر تھیلیاں اشرفیوں کی لا دیں اور اوپر سے تھوڑی سی لکڑیاں رکھ انکو چاروں طرف سے
 چھپایا جب اُس نے لا دیکھا دے فراغت پائی تب کہا کہ بند ہو اسی سسم یہ کہتے ہی وہ دروازہ بند ہو گیا اور
 اُس دروازے کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی اُسکے اندر جاتا تو وہ آپ سے بند ہو جاتا اور جب اُس
 غار سے باہر نکلتا تو وہ دروازہ کھل جاتا جب تک کہ کوئی بند ہو سسم نکلتا بند نہ ہو تا غرض علی بابا اپنے
 گدھوں کو آگے رکھ شہر کی راہ لی جب وہ اپنے گھر پہنچا اُن گدھوں کو اندر مکان کے لگیا اور دروازہ بند
 کر بند کر کے اوپر کی لکڑیاں اُن پر پھر تھیلیاں اشرفیوں کی اتار اتار رہی بی بی کے رو بروئے لگیا اُسکی
 بی بی نے اشرفیان دیکھ کر خیال کیا کہ علی بابا چرا کر لایا ہو اسکو ملامت کر کے کہا تجکو یہ کام کوئی نہ
 بخالت نے کہا میں نے چوری نہیں کی پھر اُسے تھیلیوں سے اشرفیان نکال کر اُسکے آگے ڈھیر کر دیں
 جگہ دیکھنے سے اُسکی بی بی کی آنکھیں چمک اٹھیں لیکن پھر علی بابا نے سب حال اول سے آخر
 اب اُن اشرفیوں کا اُس سے کھلا وہ منکر نہایت خوش ہوئی اور اُن اشرفیوں کو گئے علی بابا نے

تصویر علی بابا کے گدھوں پر اشرفیان لاد کر جنگل سے اپنے گھر کی طرف جانے کی



کہا تم کہنا تک گنوگی میں ایک گڑھا کھودے انکو گاڑے دیتا ہوں اسکی بی بی نے کہا بہت اچھا مگر
میں اسکا انداز دیکھا جاہلی ہوں کہ یہ سب کتنی بین علی بابا نے کہا تھیں اختیار ہو مگر خیر واریہ حال کسی کو معلوم نہو
پھر اسکی بی بی ترازو لینے قاسم کے گھر گئی مگر قاسم کو گھر میں نہ پایا اسکی بی بی سے کہا اپنی ترازو
ایک ساعت کے لیے مجھے دے اُس نے پوچھا بڑی یا چھوٹی اُس نے کہا بڑی نہیں چھوٹی وہ اسکی نظر سے
پھسکر ترازو کے پڑوں میں تے اوپر چربی اور موم لگا لائی تاکہ دریافت کرے کہ کیا چیز علی بابا کی بی بی
تولے گی عین علی بابا کی بی بی نے اُس ترازو کو اپنے گھر لجھا کے سب اشرفیوں کو تولاد اور
علی بابا سوقت گڑھا کھودے میں مشغول تھا آخر اُن دونوں میان بی بی نے ملے اُن سب اشرفیوں
کو اُس میں گاڑا پھر علی بابا کی بی بی ترازو قاسم کی بی بی کو دے آئی اور جلدی میں کچھ خیال نہ کیا ایک
اشرفی اُس ترازو میں لگ گئی تھی قاسم کی جودا اشرفی ترازو میں لگی ہوئی دیکھ حد سے جلنے لگی اور
سوچنے لگی علی بابا نے کہ نہایت محتاج تھا اس قدر اشرفیان کہ ان سے پائیں جبکہ ترازو میں
تو لکر رکھا قاسم بھائی علی بابا کا شام کو جب اپنے گھر آیا اُس کے قبیلے نے کہا تو اپنے تین بڑا آدمی تجھ سے
مگر علی بابا قہرا بھائی بڑا امیر ہو کر اسکی بی بی نے اشرفیوں کو تول کر رکھا اور تو لکر رکھا کرتا ہو قاسم

نہ چھپا چکے کیونکہ معلوم ہوا اُسے سب حال ترازو دینے کا اور اُسین اشرفی کے لگ رہنے کا بیان کیا اور وہ اشرفی جیسے کہ اور کسی بادشاہ لگے کا تھا اُسکو دکھائی قاسم کو متام رات مارے حد کے میندہ آنی صبح اٹھ کر علی بابا کے پاس گیا اور اُس سے کہا بھائی ظاہر میں تم نہایت محتاج معلوم ہوتے ہو مگر حقیقت میں تمہارے پاس دولت بہت ہے کہ اشرفیان ترازو میں تو لکر رکھتے ہو علی بابا نے کہا میں تمہارے مطلب کو نہیں سمجھا اُسے مفصل بیان کرو قاسم نے کہا اب تم مجھکو ہلکاؤ نہیں پھر وہ اشرفی کہ اُسکی بی بی نے دی تھی علی بابا کو دکھائی اور کہا اس قسم کی لاکھون اشرفیان تمہارے پاس ہیں میری بی بی نے ترازو میں پائی علی بابا نے یہ حال سن کر جانے کہ قاسم اور اُسکی بی بی دونوں میری اشرفیوں سے آگاہ ہو گئے ہیں اب ان سے چھپا سبب دشمنی اور حسد رابی کا ہوگا مجبور ہو کے اُسے سارا قصہ ٹھکون کا اور حسد نے کا کہا قاسم نے سنے کہا اگر سب حال اُس جگہ کا اور وہ الفاظ ظہر کے کہنے سے دروازہ اُس خزانے کا کھلنا اور بند ہوتا ہے نہ بتاؤ گے میں ابھی تمہاری اشرفیوں کے لانے کا حال کو تو ال سے جا کر کہہ دو گا مفت میں اشرفیان جائیگی اور تم ذلیل اور متہم ہو گے علی بابا نے بالکل حال سے اُسکو آگاہ کیا اور وہ الفاظ بھی اُسے بتائے قاسم نے دوسرے دن صبح دس بجے اپنے ساتھ لیے اور اُس طرف کوچہ ہر علی بابا نے بتایا تھا روانہ ہوا جب اُس پہاڑ اور درخت کے پاس حسین علی بابا نے اپنے تین چھپایا تھا پہونچا وہ دروازہ اُسے نظر نہ پڑا کہ کھل سمس دروازہ کھل گیا قاسم اندر اُسکے گیا وہاں اُسے بہت اسباب دیکھا کہ چاروں طرف پٹا پڑا ہے پھر وہ دروازہ موافق معمول کے بند ہو گیا اور وہ چاروں طرف اُس مکان کے پھر ایک اوٹھ طرح کے اسباب اور خزانوں کی سیر کرتا رہا آخر کو موافق پوچھ دس خچر کے اشرفیان تھیلوں میں بھر کر اوروازے پاس لایا اور جا کے دروازے کو کھول کر اُن کو خچر وں پر لا دے مگر وہ لفظ سمس کی بھول کر کہنے لگا کہ اب میں مارے یعنی کھل دروازہ ہرگز نہ کھلا وہ نہایت متحیر ہوا باری باری سے ہر ایک غلے کا نام سولے سمس کے پکارا مگر وہ دروازہ نہ کھلا لفظ سمس کی ایسی اُسکو بھولی کہ گویا کبھی اُس نے اس لفظ کو نہیں سنا تھا آخر وہ اُن اشرفیوں کو وہاں ڈھیر کر کے متیر اُسی غار میں کبھی آگے بڑھا تھا اور کبھی پیچھے آخروہ اپنی جان سے مایوس ہو کے وہیں بیٹھ رہا دوپہر کو وقت وہ متناقض دہان پڑے اور دوسرے اُس جگہ پر خچر وں کو دیکھ کے حیران ہوئے لیکن قاسم کی غفلت سے وہ خچر بند نہ تھے

اس لیے وہ چھل بن راہرو اور منتشر ہو گئے تھے انکی طرف کچھ دھیان نہ کیا اور نہ انکے پیچھے دوڑے وہ سردار اور مسکے ہر اچھی لکھوڑوں سے آتر دروازے کی طرف چلے اور وہاں پہونچ کر وہ غلط کسا اور وارہ کھل گیا قاسم آواز گھوڑوں کی ناپوں کی سنتے ہی پہلے ہی زمین پر گر پڑا اور اسکو ثابت ہوا کہ یہ وہی جھنگ بن اب بن بنگ مارا جاؤ تھا بھروسہ کھلنے دروازے کے باہر نکل کے چاہا کبھاگ کر اپنے تین بچوں کے بھاگنے میں سردار سواروں کا گر پڑا یہ دیکھ کر کسی سوار نے قاسم کو ایک ہاتھ تھام کر لیا مارا کہ صاف دو ٹکڑے ہو گیا پھر وہ سب اندر گئے اور ان اشرفیوں کی بھیلیوں کو جو قاسم نے بھاگتے ارادے سے دروازے پاس لاکر رکھی تھیں اندر خزانے کے پھر لیا کر رکھا اور گھبراہٹ میں ان بھیلیوں کے ہونے پر جو علی بابا نے گیا تھا کچھ خیال نہ کیا سب اس فکر میں پڑے کہ پھنس کہہ کر آیا اگر دروازے سے آتا تو ضرور تھا کہ اسے انھوں نے کھونے اور بند کرنے کا معلوم ہوتا پھر انھوں نے قاسم کی لاش کے چار ٹکڑے کیے اور باہر غار کے دو ٹکڑے دہنی طرف دروازے کے اور دو ٹکڑے بائیں طرف رکھے تاکہ اور دو کو عبرت ہو اور قصد غار میں جانے کا نہ کریں یہ دو دروازہ خزانے کا بند کر اور گھوڑوں پر سوار ہو چلے گئے قاسم کی بی بی نے جب دیکھا کہ رات ہو گئی اور قاسم نہ آیا گھبرا کر علی بابا پاس دوڑی گئی اور اس کے کہنے لگی بھائی اب تک قاسم نہیں آیا تمکو معلوم ہو گا کہ کس جگہ میں گیا ہو اسبانو کہ اس پر کچھ حادثہ پڑے علی بابا سمجھا کہ کچھ نہ کچھ واردات ہوئی کہ قاسم نہیں پھر مگر غلطی ہو سکی بی بی کی نفی کے لیے کہا قاسم نہایت ہوشیار ہے وہ باہر یا پھر شہر کے آتا ہو گا اسوجہ سے اسکو دیر ہوئی قاسم کی بی بی کو تسلی ہوئی اور اپنے گھر آئی جب آدھی رات گزری وہ زیادہ بیقرار ہوئی اور مارے خوف کے چلا کر روئین سکی تھی دل ہی دل میں روتی اور اپنے تئیں ملالت کرتی کہ ناحق میں نے اس بھید سے اسکو آگاہ کیا اور علی بابا پر حسدے لگی یہ اسی کا وبال ہے عرض وہ رات اسکو روئے کئی صبح کو پھر علی بابا کے پاس دوڑی گئی اور اس سے چارہ جو ہوئی علی بابا بھانج کی تسلی کر چلے اپنے کہ حوں سمیت اس جھنگ کی طرف روانہ ہوا جب نزدیک اس پہاڑ کے پہونچا وہاں خون بہا ہوا دیکھ کے متعجب ہوا نہ تو اسے اپنے بھائی کو وہاں پایا اور نہ اس کے دس بھرون کو آخر حیران ہو کے کہا یہ شگون بد معلوم ہوتا ہے پھر اسنے اس انھوں بیٹھے اپن سسم کو پڑھا تو زارہ وارہ کھل گیا دروازے کے دہنے بائیں قاسم کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھ نہایت

ڈرا کر اُس نے اپنے بھائی کی لاش کو بازو کے ایک گدھے پر لادھا اور لکڑیوں سے اس لاش کو چاروں طرف سے چھپایا اور باقی چھرون پر تھیلان اشرفیوں کی لاد کر اپنے بھی لکڑیاں چھپانے کے لیے گھسین پھر دروازے کو اسی طرح بند کر کے شہر کی راہ لی اور بڑی ہوشیاری سے اپنے گھر پہنچا اور وہ چھپے اشرفیوں کے گدھے پر گھر میں لیجا کر اپنی بی بی سے کہا اشرفیان انکی بڑی ہوشیاری سے اُتار کر رکھ اور کچھ حال قاسم کے مارے جانے کا اُس سے نہ کہا پھر مع اس گدھے کے جس پر قاسم کی لاش تھی قاسم کے گھر آیا اور دروازے پر دستک دی مرجینا اُسے لوندی نے کہ قاسم کے گھر میں نہایت چالاک اور تھیلند تھی اگر دروازہ کھولا علی بابا گدھے کو اندر لے گیا اور لاش قاسم کی اُتار کے مرجینا سے کہا اے مرجینا جلد تو اس لاش کے گارنے کی تدبیر کر میں بھی تیری بی بی سے اس حال کو کہنے کے تیرے شریک ہوتا ہوں قاسم کی بی بی نے علی بابا کو دوسرے دیکھ کر پوچھا میرے خاوند کی کیا خبر لائے علی بابا نے اُس سے سارا حال نقل کیا اور کہا بی بی اب جو کچھ ہو گا تھا وہ ہوا اگر اس بھیجے کے چھپانے میں خیریت ہو اُسے روکے جواب دیا بہتر چھپاؤں گی پھر علی بابا نے اُس سے یہ کہہ کر ماضی اتنی سے کسی کو چارہ نہیں اب صبر و شکر چاہیے اور بعد گزرنے ایام عدت کے لازم ہے کہ میرے ساتھ نکاح کر لو بہت آرام سے رہو گی میری بی بی کی بی بی کے نیک بخت ہو تھا راحد نہ کر گی قاسم کی بی بی نے روکے کہا میں تمھاری مرضی سے باہر نہیں پھر وہ اپنے خاوند کے لیے رونے پٹینے لگی علی بابا نے اُسے وہیں چھوڑ مرجینا سے آکر اپنے بھائی کے کہن و فن میں مشغور کیا اور جو مناسب وقت کے تھا اُس سے کہنے لگا گدھے سمیت اپنے گھر آیا مرجینا علی بابا کے بعد جانے کے فوراً عطاری کی دکان پر گئی اور اُس سے دو امانی جیسے نزع کے وقت بیمار کو دیتے ہیں نے اُسے دو اکو دیکر پوچھا تیرے گھر میں کون ایسا بیمار ہوئے ہے روکے کہا میرا آقا قاسم کئی دن سے نہ تو کھاتا نہ پیتا نہ بات کرتا ہے دوسرے دن مرجینا پھر اسی عطاری کی دکان پر گئی اور اُس سے وہ دو امانی جو مانگی کہ اخیر وقت بیمار کو دیتے ہیں جب عطاری نے اُس کو وہ دو امانی حسیب ماٹے سے لے کے روٹی اور آہ کر کے کہا میں نہیں جانتی کہ نوبت اس دور کے ہے کی بھی آئے یا نہ آئے اور اُس وقت علی بابا منظر ہمت کہ جس وقت گریہ و بکا کی آواز قاسم کے گھر سے سُنے جلد جا کے اُس کی تہیہ کر دو کہ میں شریک ہو دوسرے دن مرجینا ترشے ایک ہنٹے درزی کے پاس جبکا نام منہ لے گیا وہ خاص کہن سیالک تھا لگی اُسی وقت اُس نے دکان کھولی تھی جا کر ایک اشرفی اُس کو دی اور کہا

اپنی آنکھوں میں پٹی باندھ کر میرے گھر تک چلو مصطفیٰ نے اس طرح جانے میں عذر کیا مرجیانے اور ایک اشرفی اُسکے ہاتھ میں رکھ کر بہت منت سماجت کی یہاں تک کہ وہ درزی اشرفیوں کے لالچ سے اجنبی ہوا پھر اُسکی آنکھوں پر ایک رومال باندھا اور ہاتھ اُسکا پکڑا اُس مکان میں اُن کے آقا کی لاش پڑی ہوئی تھی لے گئی اور قاسم کی لاش کے ٹکڑوں کو تہ تیغ رکھا اور اُس پر چار ڈالکر اندھیری کوٹھری میں اُنکھیں مصطفیٰ درزی کی کھول کر کہا تم موافق مت وقامت اس لاش کے کفن تیار کرو ورنہ تمکو ایک اشرفی اور دو گنی جب مصطفیٰ نے جلد کفن تیار کر دیا تو مرجیانے پتھری اشرفی اُسے دے کر جس طرح پہلے لائی تھی اسی طرح اُسکو اُسکے مکان تک پہنچا دیا اور اپنے گھر آئی اور پانی گرم کر کے اُسے اور علی بابا نے ملکر قاسم کو غسل دیا اور جنوٹ لگا کفنا اُسکے جنازے کو ایک اچھی جگہ پر رکھا مرجیانے ایک امام مسجد کے پاس گئی اور اُس سے کہا ایک جنازہ تیار ہی چلے اُس پر ہوا اور غلام نے قبرستان میں جا کر دفن کر دیا اور اس مسجد کا امام اور وہاں کے رہنے والے اُسکے ہمراہ آئے اور چار شخص اہل ہمسایہ سے اُسکے جنازے کو اپنے گناہ پر اٹھا ناز بڑھنے کی جگہ میں لے گئے بعد فرغت ناز دہی چار آدمی جنازہ گورستان کو لے چلے مرجیانے گناہ کے سہ ننگی روتی پیتی ہوئی چلی یہاں تک کہ علی بابا ہمسایوں کے ساتھ جنازہ لیکر قبرستان میں آیا اور اُس کو دفن کر کے اپنے بھائی کے ماتم میں چالیس روز تک بیٹھا اور موافق رسم اُس شہر کے یہاں علی کی گھڑی بھر کے لیے جمع ہو کر بیوہ قاسم کے ساتھ روئین اور انکی منلی کر کے جلی گئیں اور سوائے علی بابا اور انکی بی بی اور بیوہ قاسم اور مرجیانے کوئی دوسرا اہل شہر اور محلے سے اس بھید کو نہیں جانتا تھا علی بابا نے بغداد چلے گئے قاسم کی بیوہ کے ساتھ اپنا نکاح کیا اور علی بابا کا ایک بیٹا بھٹا کہ وہ کسی ایک بڑے سوداگر کے ہمارہ پکڑا تھا اور امور تجارت اور خرید و فروخت اسباب سے بخوبی واقف تھا علی بابا نے دکان قاسم کی کی اُسکے محلے کی چنانچہ اُسے اُس دکان پر بیٹھا شروع کیا

احال ان چالیسوں گون کا

ایک دن وہ سب ٹھگ موافق اپنے دستور کے اُس خزانے کی طرف آئے اور وہاں کچھ نشان قاسم کی لاش کا بنا کر نہایت متحیر ہوئے اور دیکھا کہ اُس خزانے سے بہت اشرفیاں بھی نکل گئی ہیں اُن کے سروا پے کہا اب اگر اسکا تدارک نہیں کرتے ہیں آئندہ کو ہمارے لیے بڑی قیامت ہوگی رفتہ رفتہ یہ

خزائنہ کہ ہمارے بزرگوں نے اور ہم نے بڑی مشقت سے مدت دراز میں جمع کیے ہیں زیادہ ہو جائیگا کچھ
 اُن سبھوں نے سوچا کہ اس میں کچھ تنگ نہیں وہ شخص جسے ہم نے مارا خون دروازے سے خبردار تھا
 اور رسول اُسکے اور شخص بھی اس بھیہد سے واقف ہو جو دروازے کو کھول کر بہت دولت اور لاش
 کو اٹھا کر بیان سے لیگا ضرور ہے کہ جسے ایک آدمی کہ بہت ہوشیار و موثر ہیں تنہا مسافر اور اجنبی بنکر
 جلسے اور محلہ محلہ اور کوچہ کوچہ پھر کے دریافت کرے کہ کون شخص شہر میں تازہ مراد اور کمان رہتا ہے جب
 اس قدر معلوم ہوگا تو اس وقت اور کچھ تدبیر کی جائیگی ایک ٹھاکے اُن میں سے کہا میں جانا ہوں یا تو اُس
 شخص کا پتہ لگائے لاتا ہوں یا اپنی جان دوں گا غرض وہ ٹھاک رات کو شہر میں آیا اور بہت
 سویرے چوک میں گیا سوائے کوکان مصطفیٰ کے سب دکانوں کو بند پایا ٹھاک نے درزی سے جا کر
 صاحب سلامت کی اور کہا ابھی اندھیرا ہے تم اس وقت کیونکر کام سینے پر دے گا کر سکتے ہو مصطفیٰ نے
 کہا میری بیانی ایک ایسی تیز ہے کہ ابھی کل کے دن میں نے اندھیرے مکان میں ایک مردے کا کفن
 لیا ٹھاک نے یہ بات سنکر ایک اشرفی محسوس درزی کے ہاتھ میں رکھ کے کہا میں تم سے فقط چاہتا
 ہوں کہ مجھے بتے سے پاپائے ساتھ لجا کر اُس گھر کو بتا دو جہاں تم کفن سینے گئے تھے مصطفیٰ نے اشرفی
 کے لالچ سے کہا اُس گھر کو تو میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا مجھے یہاں سے ایک مکان میں کہ اُسکو
 میں البتہ جانا ہوں ایک عورت لے گئی تھی پھر اُس مکان سے میری آنکھوں میں بٹی بانڈھ کے ایک حویلی
 کے اندر لے گئی اور ایک حجرے میں میری آنکھیں کھول کر مجھے مردہ دکھلایا اور اُسکا کفن سلوایا
 پھر میری آنکھوں میں بٹی بانڈھ اُس جگہ جان سے لے گئی تھی لا کر چھوڑ دیا اور بٹی کھول دی بھلا میں تجھے
 کیونکر اُس گھر کو دکھلاؤں ٹھاک نے کہا معلوم ہوا مگر اُس جگہ مجھے بچل جان سے تیری
 آنکھیں بند کی تھیں تاہم وہاں تیری آنکھیں رومال سے بانڈھیں اور تیرے ساتھ ساتھ رہوں
 تو اسی قیاس پر چل جیسا کہ پہلے بٹی بانڈھ کے چلا تھا شاید اس تدبیر سے وہ گھر مجھے معلوم ہو اگر تم یہ
 مہربانی میرے ساتھ کرو گے میں ایک اشرفی تم کو اور دوں گا یہ کہ اُس ٹھاک نے ایک اشرفی اور
 مصطفیٰ کو دی مصطفیٰ نے اُن دونوں اشرفیوں کو اپنی جیب میں رکھ کے ٹھاک سے اقرار اُس طرح
 جانے کا کیا پھر اُس نے اپنی دکان کھلی ہوئی چھوڑی اور اُسکو اپنے ساتھ اُس جگہ لائے کہا یہی وہ جگہ ہے
 جہاں سے مجھے آنکھیں کر کے لے گئی تھی ٹھاک نے رومال اُسکی آنکھوں میں بانڈھا اور اُسکے ساتھ ہوا

مصطفیٰ اسی انداز سے اُس سمت کو چلا جہاں پہلے مرجین کے ساتھ گیا تھا اور اُس قدر چلے کھڑا ہو گیا کہ
 یہیں تک پہنچا تھا اُس ٹھکانے اُس دروازے پر جلد ایک نشان کھریا سے بنا دیا اور مصطفیٰ
 کی آنکھیں کھول کر پوچھا یہ گھر کس کا ہے مصطفیٰ نے کہا مجھے نہیں معلوم میں اس محلے کے لوگوں سے واقف
 نہیں ہوں۔ ٹھکانے جانا کہ اس سے زیادہ حال مصطفیٰ سے معلوم نہیں ہو سکا اُس نے مصطفیٰ کا بہت شکر
 ادا کیا کہ وہ اُس نے میری خاطر بڑی تکلیف اٹھائی پھر اُس سے رخصت ہو کے وہ ٹھکانے کی طرف
 گیا اور مصطفیٰ اپنی دکان پر آیا اور مرجین اُس وقت کسی کام کے لیے گھر سے باہر گئی تھی جب وہ گھر کو پھر تو
 دروازے پر نشان دیکھ کر تعجب ہوئی اور سوچی کہ میرے آقا کے کسی دشمن نے بچان کے لیے یہ نشان کیا
 ہے معلوم نہیں کہ وہ کیا آفت پر بار کھینچا پھر اُس نے وہی نشان کھریا کے سب دروازوں پر اس محلے کے
 گرد دیے اور اس جگہ سے تو اپنی بی بی کو آگاہ کیا اور نہ اپنے مہمان کو اور وہ ٹھکانے اپنی عمت
 میں گیا اور سارا حال اُس نے بیان کیا وہ گروہ اپنے سردار سمیت اُس شہر میں ایک دوسرے سے جدا
 جدا آیا اور جب وہ شخص جو پہلے علی بابا کے دروازے پر نشان کر گیا تھا اپنے سردار کو واسطے بھیج دیا
 گھر کے اُس محلے میں لایا سردار نے پہلے ایک دروازے پر کھریا کا نشان پایا جانا کہ یہ گھر اُسی شخص کا
 ہے جس کی ہم تلاش میں ہیں پھر جب اس کی نظر سارے محلے کے دروازوں پر پڑی وہی کھریا کا نشان
 سارے دروازوں پر پایا حیران ہوا کہ ہم کیونکر اُس گھر کو جو ہمیں درکار ہے دریافت کر سکیں وہ پہلا ٹھکانہ
 کہ اُس سردار کا رہنا تھا اس حال سے نہایت ناوم اور پریشان ہوا اور اُس کو کچھ جواب دیتے
 نہ ہیں پڑا آخر یہ قسم اپنے سردار سے کہنا کہ میں نہیں جانتا کہ کس طرح اور دروازوں پر وہی نشان معلوم
 ہوتا ہے جس سے اُس دروازے کو بچان نہیں سکتے پھر وہ سردار جو کہ پہنچا اور اپنے لوگوں سے جملے
 کہا ہماری محنت ضائع ہوئی اور نشان اُس گھر کا ہم پناہ کے یہ حال اپنے ہمراہیوں
 سے بھی کہہ دیا اب میں خزانے کی طرف جاتا ہوں جو حاضر تھے سب اپنے سردار کے ساتھ اُسی
 جنگل کو پھر گئے جب سب مذاق و بان جمع ہوئے سردار نے اُس شخص کو کہ بات اُسکی لغو ہوئی تھی
 سب کے روبرو سزا دی اور قید کیا اور سب سے کہا جو تم میں سے شہر میں جا کے میرے چور کے گھر کا ٹھکانہ
 بتا دے گا کہ مجھے آکر دیکھا میں اُسکے ساتھ بہت سلوک کروں گا ایک شخص نے اس جماعت سے بھل کر شہر
 سے کہا میں شہر کو جاتا ہوں اور اُس شخص کی خبر لاتا ہوں یہ کہنے مصطفیٰ کے پاس آیا اور اُس سے

اشرفیان دیکھے راضی کیا اور اُسکو پہلی طرح علی بابا کے گھر تک لے گیا اور اُسکے دروازے پر سرخی سے نشان کیا اُسکے جانے کے بعد جہان نے ویسا ہی سرخ نشان اور دروازہ پر بھی کر دیا اور چکی ہو رہی اس ٹھگ نے اپنی جماعت میں جاکے بڑی دون کی لی اور اپنے سردار سے کہا میں نشان اُس دروازے پر کر آیا ہوں اب وہ دروازہ صاف بچھا جاتا ہے وہ سردار جہاں کتنے اور ٹھگون کے وہاں آیا پھر اُس نے پستور سب دروازوں کے نشان برابر اپنے نہایت کھیا کے پھر اپنے مکان کو چلا گیا اور اُس دوسرے کو بھی قید کیا اور اپنے دل میں سوچا کہ وہ آدمی خطا کر کے اپنی سزا کو پہونچے اب بہت سی جہ کو میں چٹا کر اپنے دشمن کا گھر دریافت کروں پھر وہ سردار تنہا شہر میں آئے کہ رہبر سی سے اُسی درزی کی جس کو بہت کچھ دیا تھا علی بابا کے گھر تک پہونچا اور کچھ نشان ظاہری اُس پر نہ کیا بلکہ خور سے اُس دروازے کو دیکھ علامات اُسکے خوب ذہن نشین کیے پھر اُس جنگل میں جا کر اپنے سب گردہ سے کہا کہ میں اُس کو ابھی طرح دیکھ آیا ہوں اسکا نقشہ میرے ذہن میں خوب جم گیا جواب دھو کا نہ چڑیگا مگر تم ایک کام کرو کہ انیس خچر مول لو اور ایک بار روغن سیاہ کا اور سینتیس کپے خالی جمع کر دنا کہ ہر ایک کپے میں ایک ایک جوان عمر میں سے بیچ ہو کر بیچو اور دو دو کپے لیکھا ایک خچر پر لا دے جائیں انہیں خچر پر ایک طرف ایک جوان اور دوسری طرف اُسکے کیا روغن کا رکھاجائے اور ہم بطور بھیجا روغن کے شہر میں چھپ جائیں سمیت جائیں اور رات کو اُسی دروازے پر پہونچ کر صاحب خانہ سے اجازت رات کے رہنے کی لین پھر وہاں رہ کے رات کو سب آدمی اُن کہوں سے محل کر کام اُسکا تمام کر بن اور جس قدر خزانہ وہ یہاں سے اٹھالے گیا ہو ان خچروں پر لا دے لے آئیں سبھوں نے اس مصلحت کو پسند کیا اور کپے اور خچر مول لائے اور بیچ اُس نے کہا تھا ایک ایک ٹھگ کپے میں بیٹھا اور اوپر کہوں کے روغن ملدیا تاکہ سب کپے روغن کے دکھائی دیں پھر اُس سردار نے اپنے تین تیلوں کی وضع کیا اور اُن انیس خچروں پر سینتیس کپے جن میں ایک ایک ٹھگ کو بٹھایا تھا اور کیا روغن کا اُس پر لا دے شہر میں ایسے وقت بلایا کہ علی بابا کے گھر پر شام کو پہونچا اتفاقاً اُس وقت علی بابا کھانا کھا کے اپنے دروازے پر چل قدمی کر رہا تھا اُس سردار نے اُس سے صاحب سلامت کر کے کہا کہ میں فلاں گاؤں کا رہنے والا ہوں اور دہات سے تیل لیکر شہر میں اکثر بیچنے کے لیے آتا جاتا ہوں آج شام ہوگئی اس لیے تردد ہو اگر آپ میری بانی سے ایک رات کے لیے مجھے خچر و روغن سمیت جا دین تو میں

کچے اُن پر سے اُتاروں اور اُنکا دانہ گھاس کروں علی بابا نے اسکی درخواست منظور کر کے کہا بہت اچھا رہو پھر ایک مکان چوبلی کے اندر خالی کر کے اسکو بتادیا کہ اسکے اندر تم آترو اور اپنے خچروں کو بند کرو ایک غلام کو واسطے دلے گھاس خچروں کے متعین کیا اور مرجب نام سے کہا ایک مہمان آیا ہے اُسکے لیے جلد کھانا پکا اور پلنگ پر بچھو نا پچھا رکھ جب سردار ٹھکون نے کہے اُتارنے سے منع نہ پائی علی بابا نے اسکی بڑی خاطر کی اور نہ سائیت خوش اخلاقی سے پیش آیا اور اُسی کے رو برو مرجبنا کو بلا کے حکم دیا کہ خبردار ہمارے مہمان سے غافل نہ رہنا اور صبح کو مین حمام کر دنگا پانی گرم تیار رکھنا اور ایک جوڑا سفید کپڑے کا نکال کر عبد اللہ غلام کو دے کر بعد نل مین اسکو پہنوا نکال اور میرے بیٹے کے واسطے فجر کا شور بارات ہی کو بنا کر رکھنا مرجبنا نے کہا بہت خوب سب کام آپکے فرمائے ہوئے مین وقت پر تیار کر رکھوں گی علی بابا سو رہا اور سردار ٹھکون کا بعد کھانے پینے کے اُصل مین گیا اور بعد دانہ گھاس کرے خچروں کے ہر ایک کچے کے نزدیک گیا اور کہا آؤ جی رات کو جب مین تم کو پکاروں رون تم فوراً کیوں کے منہ چھری سے کا ٹکر نکل آنا پھر وہ سردار خواجہ مین آیا مرجبنا روشنی لیے اُسکے ہمراہ تھی اُسے سردار سے پوچھا اگر کوئی چیز اور درکار ہو تو فرمائیے اُسے کہا اب مین کچھ نہیں چاہیے یہ لکے اُسے چراغ گل کیا اور پلنگ پر لیٹا اور اپنے دل مین کہا کہ ایک نیند سو کے اُٹھوں گا اور اپنے یاروں کو بھی اُسی وقت بلاؤنگام مرجبنا نے بموجب حکم اپنے آقا کے ایک جوڑا سفید کپڑوں کا نکال اور درست کر کے عبد اللہ غلام کو دیا پھر اُسے واسطے شور بایگانے کے دنگی چٹے پر رکھ کر آج کو دی تھوڑی دیر کے بعد اسکو شور بادی کھینے کے لیے حاجت چراغ کی ہوئی اتفاقاً چراغ سب بجھ گئے تھے اور تیل گھر مین تمام مرجبنا چراغ جلانے کے لیے نہایت مترد بھی عبد اللہ غلام نے پوچھا تو کس لیے مترد ہے اس مکان مین بہت کچے تیل کے رکھے ہن جا کر قبائیل درکار ہوئے مرجبنا عبد اللہ کی شکر گزار ہوئی پھر عبد اللہ سو رہا اور مرجبنا تنہا تیل کا ٹوٹا اُٹھا اُس مکان مین جہان تیل کے کچے رکھے تھے گئی اور ایک کپتے کے پاس جب وہ پہنچی ٹھک نے آہٹ پاس کے مرجبنا کو اپنا سردار سمجھ کے آہستہ سے پوچھا کہ کیا وقت ہمارے نکلنے کا آیا مرجبنا اسکی آواز سن کر ڈری اور اُنکے فریب سے آگاہ ہوئی اور جواب اس طرح دیا کہ ابھی نہیں پھر وہ دوسرے کپتے کے نزدیک گئی اُس مین سے بھی یہی آواز آئی اور اُسے وہی جواب دیا آخر نوبت جب سب کپڑوں کی پہنچ گئی مرجبنا نے دل مین کہا

سبحان اللہ میرے آقا نے سخت دھوکا کھایا یہ نہ سمجھا کہ یہ سب خدایا میں اُسکے قتل کرنے اور لوٹنے کو آئے ہیں ہر کیفیت مرجینا نے اُس کہے سے جو سبکے آخر رکھا ہوا تھا بل کھڑے میں بھریا اور باوچپنا نہ میں جا کر چراغ روشن کیا اور بڑی ایک دیگ نکالا اُس کپے سے تیل لالاکے بھرا اور اُسکو جو طے پر رکھا اور بہت لکڑیاں اُسکے پیچھے جلا آج کو تیز کیا تاکہ جلد تیل جوش میں آئے غرض جب کہ تیل نے خوب جوش کھایا تب مرجینا نے اُس میں سے دیگی کو بھرنے کیون میں ایک سرے سے ڈالنا شروع کیا وہ سب ٹھگ اٹھیں کیون میں جل رہی تھیں کہ رہ گئے اور اس کو لوندی کی تدبیر سے بے شور و غل اُن سب کا کام تمام ہوا پھر مرجینا شور با پکانے لگی ایک گھڑی نہ گزری ہوگی کہ سردار اٹھوٹکا جاکا اور جب دروازہ کو کھول کر دیکھا کہ چاروں طرف اندھیرا ہوئے دستک دی اور اشارہ لٹکے پکارنے اور بلانے کا کیا کر دیا اُسے مطلق آواز نہ آئی تھوڑی دیر کے بعد اُن سب کو پکارا تو بھی کچھ جواب نہ ملتا میری دفعہ پھر زور سے آواز دی پھر بھی کچھ آواز نہ آئی تب بے قرار ہو کے اُس مکان میں گیا اور جب نزدیک ایک کپے کے گیا اُس میں سے بدبو تیل اور مردے جلے ہوئے کی اُسے آئی اور اُسکو گرم پایا اور اسطرح سب کیون کے پاس گیا اور یہی حال دیکھا تب جانا کہ کام سب کا تمام ہوا اور خود اُسے دیوار پر چڑھ باغ کی طرف کود پڑا اور وہاں سے بھاگا جب بہت دیر ہوئی اور وہ سردار اُدھر سے نہ پھرا مرجینا نے جانا کہ پچھواڑے سے کو کو بھاگا اس واسطے کہ باہر کے دروازے مقفل تھے پھر مرجینا خاطر جمع ہو کر سو رہی وہ گھڑی کے طرف کے علی بابا بیدار ہو کے حمام کو گیا اور اُس حال سے جو رات کو گذرا اُسے خبر نہ ہوئی جب علی بابا بعد طلوع آفتاب حمام سے آیا اور اُن کیون کو اپنے گھر میں رکھا دیکھا نہایت متعجب ہوا کہ ایک وہ سوداگر اپنے کیون کو خچر میں بربلا کر بازار نہیں لے گیا اُس نے مرجینا سے پوچھا مرجینا نے کہا خدا آپ کو صد وہی سال اہل ملامت رکھے میں آپ سے سارا حال عرض کروں گی علی بابا اُسکے ساتھ کنا رہے گیا مرجینا باہر سے دروازہ بند کر کے اُسکو ایک کپے کے پاس لے گئی اور کہا آپ اس میں ملاحظہ کیجئے کہ تیل کی دیکھا کچھ علی بابا نے بغور دیکھا اُسکو آدمی نظر آیا وہ چلا آیا اور ڈر کے بھاگا مرجینا نے کہا تم ڈرو نہیں وہ آدمی موابو ایجان جو علی بابا نے پوچھا کیونکر یہ مارا گیا مرجینا نے کہا اس حال کو میں آپ سے کہوں علی بابا نے سر سے سب کیون کو دیکھا اور سب میں آدمی موابو ایبا نہایت متعجب ہو کر مرجینا سے پوچھا وہ سوداگر کیا ہوا اور کہاں گیا مرجینا نے اول سے آخر تک سب حال اُسکا بیان کیا اور کہا

وہ سردار ٹھکون کا کسی طرف بھاگ گیا سب دیر ہوئی اور وہ پھر اتب میں نے قیاس کیا کہ وہ باغ کی طرف سے بھاگ کر بھاگ گیا پھر میں سو رہی مہربانی نے اس قصہ کو بیان کر کے اپنے خاندان سے کہا حقیقت حال یہ تھی جو حضور میں عرض کیا اور وہ میں نے لگے کچھ اسرار معلوم ہو گئے مگر میں نے آپ سے ظاہر نہیں کیا کہ چندان ضرورت نہیں پھر مہربانی نے اُن نشانوں کا قصہ بھی بتا دیا ہے انتہا تک بیان کیا علی بابا یہ سب حال سن کر بہت خوش ہوا اور کہا میں تجھ سے نہایت راضی ہوا اب جو تو اپنے حق میں تجویز کر اپنے صین حیات میں اُسکو رد و مہربانی نے کہا اب سب سے مقدم یہ ہو کہ ان لاشوں کو جلد آہ باغ میں دفن کر دتا کوئی مطلع نہ ہو علی بابا مع عبد اللہ اپنے غلام کے باغ میں کہ نہایت وسیع تھا گیا اور درختوں کے نیچے بڑا گڑھا کھودا اور اُن سینتیسوں لاشوں سے ہتھیار کھول لیے اور اُنکو باغ میں لے گئے اور اُس گڑھے میں ڈال کر دفن کیا اور اُس زمین کو ہوا کر دیا اور سب کہنے اور ہتھیار بھجوا کر ایک ایک دو دو بھر اپنے غلام کے ہاتھ باز میں بھجوا کر ڈالے اور علی بابا بڑی ہوشیاری سے اپنے تین بھائی لے رکھتا تھا کہ کوئی انکی توانگری سے آگاہ نہ ہو وہ سردار چالیس ٹھکون کا وہاں سے بھاگ کر اُنسی شکل میں نہایت پریشان گیا اور خیال کیا کہ اب کوئی ایسی تدبیر کیا جاوے کہ علی بابا کو جان سے مارا جاوے وہ سب دولت اس خزانے سے نکال کر لے جایگا اب تنہا جس طرح ہو علی بابا کو ماروں یہ دل میں ٹھہرا کر رات کو سو رہا بھر کو لباس جو اس کام کے مناسب تھا پہنا اور شہر میں آئے ایک کاروانسرا میں اُترا اور اپنے دل میں سوچ کر کہا کہ اتنے آدمیوں کا خون کر کے یقیناً علی بابا اُسکے ہواخذ میں گرفتار ہوا ہوگا اور اُسکے گھر کو بھی حاکم نے ضبط کر لیا ہوگا اور یہ خبر تمام شہر میں ہوئی ہوگی اپنے ہماندار سے پوچھا اس شہر کے باشندوں کی کوئی خبر جو عجیب و غریب سنی ہو کو اُن سے جو جو حادثہ کہ وہ دین دن کے عرصے میں اُس شہر میں واقع ہوئے تھے اور اُن سے دیکھے تھے سب کہے مگر اُس سردار نے کوئی بات اپنے مطلب کی پائی سمجھ علی بابا نہایت ہوشیار ہو کر باوجود لہجائے اس قدر دولت کے میرے خزانے سے اور قتل کرنے اتنے آدمیوں کے اپنی ہوشیاری اب تک محفوظ رہا ایسا نہ ہو کہ تو بھی اُسکے ہاتھ سے مارا جائے باوجود اس خیال کے اُس نے واسطے فریب دینے علی بابا کے اچھا اچھا باب تجارت کا اُس خزانے سے لالاکے جمع کیا اور چوک میں اُس شہر کے ایک دوکان بکریا لیکر وہ اسباب اُس میں رکھا اور پیچھے کے ہالے اُس دوکان میں بیٹھنے لگا اتفاقاً

یہ دکان سانسے دکان قاسم کے تھی حسین اب علی بابا کا بیٹا اور جلوس میٹھا کرتا تھا اور اُس چرون کے سردار نے اپنا نام خواجہ حسن مشہور کیا اور دکان دار بن کر دو پیش سے راہ و رسم اور دوستی پیدا کی اور ہر ایک کے ساتھ باخلاق پیش آنے لگا خصوصاً علی بابا کے بیٹے جو جوان حسین اور خوش پوشاک تھا بڑی دوستی ہم ہو گئی اور اکثر اُسی کے پاس نشست و برخاست کیا کرتا تین چار دن کے بعد اُسے علی بابا کو جو اکثر اپنے بیٹے کو دیکھنے اُسکی دکان پر جا با کرتا تھا دیکھ کر پہچانا اور اُسکے بیٹے سے پوچھا یہ شخص کون ہے اُسے کہا میرا بابا ہے پھر وہ اس بات کو سن کر علی بابا کے بیٹے کو فریب دینے کی واسطے پیار کرنے لگا اور کچھ سچے اُسے دیکر اکثر اپنے کھانے پین کے بڑے تکلف سے پکاتا تھا شریک کیا کرتا علی بابا کے بیٹے نے بھی چاہا کہ ایک دن اُسکی دعوت کرے مگر مکان تنگ اور مختصر تھا اس واسطے اپنے بابا سے اُسکا ذکر کیا اُسکے بابا نے کہا بہت اچھا تم بھی اپنے دوست کی دعوت تکلف سے کرو کل جمعہ کا دن جو تم خواجہ حسن کہے اُسکے کہ اُسکو اطلاع ہوئے میرے گھر لے آؤ میں سرچینا کو حکم دیے رکھا ہوں وہ کھانا تیار کر رکھیگی غرض دوسرے دن جمعہ کو خواجہ حسن اور علی بابا کا بیٹا اُٹھنے کو نکلے وقت مراجعت علی بابا کا بیٹا اُسکو اُس کو چے بن سے جس میں علی بابا رہتا تھا لے نکلا جب گھر کے دروازے پر پہنچے اُسے خواجہ حسن کو وہاں ٹھہرا کر اُس دروازے کو کھلوایا اور خواجہ حسن سے کہا پھر میرے بابا کا ہے جب سے اُسے تمھاری محبت کا حال منبت میرے سنا نہایت مشتاق تمھاری ملاقات کا جو اگر اندر تشریف لے چکے اُسے ملاقات کیجئے تو موجب میری خوشی کا ہو گا خواجہ حسن کو بدل ہی منظور تھا کہ کسی طرح آمد و رفت میری علی بابا کے گھر میں ہو تا ہر وقت دعا دیکے بے تامل اُسکا کام تمام کروں مگر اُس وقت اُسکو جانے میں تامل ہوا علی بابا کے بیٹے سے عذر کر کے چاہا کہ کوئی سامان کر کے چلا جائے مگر جب علی بابا کے غلام نے دروازہ کھولا علی بابا کا بیٹا خواجہ حسن کا ہاتھ پکڑ کے منت و سماجت کر کے اُسکو اندر لے گیا جب خواجہ حسن اپنے دوست کے اصرار سے علی بابا کے گھر گیا ظاہر میں کمال شگفتگی سے ملاتا کہ معلوم ہو کہ اپنی خوشی سے آیا ہے علی بابا نے اُس سے ملاقات کر کے بڑے تپاک سے خیر و عافیت پوچھی اُسے کہا جو تم پھر سے بیٹھے بہت مہربانی رکھتے ہو لہذا میں بہت ممنون تھا راہوں اور مجھے خوب ثابت ہو کہ جتنا میں اُس سے پیار کرتا ہوں اُس سے زیادہ تم اُسے چاہتے ہو خواجہ حسن نے بہت سی باتیں دل خوش کر نیکی کہنے بیان کیا تھا رے بیٹے سے میں بہت

براضی ہون کو ابھی وہ کم سن ہو کر خدمت میں نہایت سعادتمندی اور واثقی اسکو عطا کی ہو چکر گشتو اختلاط کی کرنا شروع کی تھوڑی دیر کے بعد خواجہ حسن نے رخصت مانگی علی بابا نے کہا صاحب کہاں جاتے ہو میں نے تمھاری دعوت کی جو ازراہ مسدہانی کھانا کھانے کے تشریف لیجائیے گا اگرچہ وہ کھانا آپ کے لائق نہیں مگر میری خاطر سے تھوڑا سا تناول فرمائیے خواجہ حسن نے کہا میں آپ کی عنایت سے سراپا ہمنون ہو اگر ایک امر ایسا ہو جس سے میں زیادہ شہر نہیں سکتا اور نہ کھانا کھا سکتا ہوں علی بابا نے پوچھا وہ کیا ہے خواجہ حسن نے کہا نمک بڑا ہو کھانا میں بسبب رخصت کے نہیں کھانا علی بابا نے کہا میں باورچی سے منع کیے دیتا ہوں کہ کسی کھانے میں نمک نہ ڈالے پھر علی بابا نے باورچی جانے میں جا کر مرجینا سے کہا کچھ کھانا بے نمک کا بچا کر مجینا متجھ ہوئی اور علی بابا سے پوچھا کون کھانا بے نمک کا کھا بیگا علی بابا نے کہا کوئی بچہ مجھے کیا مرجینا نے کہا بہت اچھا میں بے نمک کا بچا دوٹی پھر مرجینا اپنے دل میں سوچ کر کہنے لگی کہ وہ آدمی کیسا بوجھنک نہیں کھاتا ذرا میں بھی چلکر دیکھوں بعد کھانا بچانے کے عبدالعزیز غلام کے ساتھ ہوئی اور دیکھتی ہی خواجہ حسن کو پہچانا پھر مرجینا نے بغور دریافت کیا کہ یہ ایک خیر ہے یا کپڑوں میں چھپائے ہوئے ہے اور سوچی کہ یہ حرام زادہ اسی لیے نمک میرے آقا کا نہیں کھانا تاکہ اُسے قریب سے قتل کرے یہ اسکا بڑا دشمن ہے پھر مرجینا نے دل میں کہا میں فخری کو تیرا کام تمام کرونگی غرض وہ مزید بدسترخوان سفید اور کھانا موقع سے لگا کے چلی گئی اور اپنی تدبیر میں مصروف ہوئی پھر جب علی بابا اور خواجہ حسن کھانے سے فراغت پا چکے تب عبدالعزیز نے مرجینا کو خبر دی کہ میرے بچل مرجینا نے بعد بڑھانے دسترخوان کے میوؤں کی فشر بان لیجا کر رکھیں اُسکے بعد ایک چھوٹی چوکی شراب کی نزدیک علی بابا کے بچھا کر تین گلاس اسپر رکھے اور آپ عبدالعزیز سمیت کھانا کھانے کے یہاں سے دوسرے مکان میں گئی سردار ٹھکان کا میدان خالی پائے نہایت خوش ہوا اور کہا یہی وقت ہے کہ اپنا بدلہ علی بابا سے لوں اور پھر راجہ کی راہ سے نکل جاؤں اسکا بیٹا اگر ذرا بھی باقی ہوتا توں بلا بیگا اُسے بھی ٹھکانے لگاؤں گا مگر اسوقت کیا چاہیے کہ جو قوت علی بابا کا غلام اور اسکا باورچی کھانا کھانے میں مصروف ہوں مرجینا اُسکے تیور دیکھ کے اس ارادے پر مطلع ہوئی اور یہ خیال کیا بہتر ہے کہ میں پہلے چلے کسی یہاں سے اس کا کام تمام کروں پھر مرجینا نے جلد لباس نہ پہنے دھوون کا ہنکروں سا سر پہنچی اور ایک کرنہ چاندی کے طبع کا کہسے باندھا اور اس میں ایک جگر رکھ کے اپنے منہ چھپانے کے لیے ایک دوپٹہ بہت اچھا اور بڑا

جب وہ بھیس بدل چکی اُسے عبد اسد سے کہا اپنا طبلہ اٹھا لے تاہم دونوں ملے اپنے آقا کے مہمان کو
 پانچ گاکر محفوظ کریں عبد اسد طبلہ بجاتا ہوا لگے مرجینا کے چلا پھر وہ دونوں اُس مکان کے اندر جس میں
 علی بابا اور اسکا مہمان تھا گئے اور آداب بجالا کے اجازت مانگے اور تماشاکرین کی گلی علی بابا نے اُسے اجازت
 دیکے فرمایا کہ ایسے تماشے اور نقلین کر کہ جنکو خواجہ حسن دیکھ کر خوش ہو پھر عبد اسد نے ترویک لٹکے کھڑے
 ہو کر طبلہ بجانا شروع کیا مرجینا آگے آگے ہو کر لپچنے لگی اور طرح طرح کے پانچ دکھا کر سب کو خوش کیا پھر
 مرجینا خنجر کمر سے نکال اور ہاتھ میں لے ناچنے لگی اور سب ناچوں سے اس قسم کا پانچ بہت اچھا اُن
 سکو معلوم ہوا عین پنج میں مرجینا کبھی خنجر کو اپنی انگلی میں رکھتی اور کبھی اُسکو اپنے پیٹ پر بعد تھوڑی دیر کے
 اُسے طبلہ عبد اسد سے لیکر اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑا اور خنجر کو دہنے ہاتھ میں لے اور طبلہ اٹھا کے واسطے
 لینے انعام کے کہ معمول تماشاکرنے والوں کا ہولگے علی بابا کے گلی علی بابا نے اُسے ایک اشرفی دی پھر
 قصہ کو مرجینا کی تلوار ہاتھ میں لیکر اپنے گانے اور عبد اسد کے طبلہ بجانے کی



مرجینا طبلہ کو آگے علی بابا کے بیٹے کے لئے گئی اُسے بھی ایک اشرفی دی خواجہ حسن نے دیکھا کہ وہ سیر پاس بھی لائے گی وہ آگے سے اشرفی نکالنے میں مشغول ہوا مرجینا نے قابو پا کے نہایت جستی اور دو آگے سے ایسا خنجر اُسکے جگر میں مارا کہ خواجہ حسن فوراً مر گیا علی بابا ڈرا اور مرجینا پر غصے ہو کے کہنے لگا کہ اتنی بخت تو نے یہ کیا کام کیا مجھے مظلّم میں ڈالے گی مرجینا نے کہا یہ کام میں نے اپنی خرابی کا نہیں کیا بلکہ سلاخی کیواسطے کیا اُسکی قبائلوں کو فراد کچھ پھر علی بابا نے جب اُسکی قبائلوں کو تو اسمین ایکسپش قبضن بھی ہوئی تھی پھر اُسے علی بابا سے کہا یہ تمہارا دشمن جانی تھا اور اچھی طرح بغور دیکھو اور پچھاؤ کہ یہ دبی روغن فروش ہو کہ سردار اٹھو کھا تھا اور جو تمہارے قتل کرنے پر اسکی نظر تھی اسطیے تمہیں چاہتا تھا کہ تمہارا نمک کھائے جو وقت تم نے حال اسکے نمک نہ کھایا کیا اُسی وقت میں نے اُسے آکر دیکھا اور پچھانا اور مجھے قریب سے معلوم ہوا تھا کہ وہ تمہارے مارنے کے درپے ہوا الحمد للہ میں نے جو خیال کیا تھا وہ مطابق ہو علی بابا نے از سر نو مرجینا کی شکر گزاری کی کہ تو نے دوبار اُسکے ہاتھ سے مجھے بچا یا پھر اُسکو اپنے گلے سے لٹکا آڑا دیکھا اور کہا عوض اس قدر نمک حلائی کے تیری شادی اپنے بیٹے کے ساتھ کرتا ہوں پھر علی بابا نے اپنے بیٹے سے کہا تم معاذ اللہ جو میں چاہتا ہوں کہ مرجینا کی شادی تمہارے ساتھ کروں کہ وہ نہایت خدمتگزار اور خیر خواہ ہو عرض خواجہ حسن کی تمہارے ساتھ دوستی کرنے کی یہی تھی کہ وہ فریضے پر مجھے قتل کرے مگر مرجینا نے اپنی ہوشیاری سے اُسکو مار کے ہم سب کو بچا یا اُسکا بیٹا راضی ہوا علی بابا اور اُسکے بیٹے نے احتیاط سے خواجہ حسن کو اٹھائے اُسی بلغم میں دفن کیا برسوں تک کسی کو یہ حال معلوم نہوا پھر علی بابا نے اپنے بیٹے کی شادی مرجینا کے ساتھ دھوم سے کی اور اپنے دوستوں اور ہمسایوں کو بڑے تکلف کے کھانے کھلائے اور انکو نالچ اور تانے دھکھلائے پھر علی بابا نے ٹھکانے کے ڈر سے سو اُس روز کے کہ اپنے بھائی قاسم کی لاش کو اٹھالایا تھا اُسی خزانے کی طرف جانا موقوف کیا مگر ایک دن وہ اپنے گھونٹے پر سوار ہو کے جری ہوشیاری سے اُس خزانے کی طرف گیا جب نزدیک اُس خزانے کے پہنچا کھل کر اُس مسمم کماجر وازہ کھل گیا اور خزانے کے اندر جیسے دیکھا کہ سب اسباب اُس میں بجنسہ رکھا ہوئے یقین ہو کہ اب کوئی ٹھگ زندہ باقی نہیں رہا دوسرا شخص اُس خزانے کے راز سے واقف نہ تھا پھر وہ موافق ہو پھر اٹھانے گھوڑے کے اشرفیان دیاں سے بھر کے گھر لایا اور اپنے بیٹے کو بھی اُس خزانے کو دھکھلا کر دروازے کے کھلنے

اور بند ہونے کے راز سے آگاہ کیا اور وہ دونوں اپنی عمر بھر بدولت اس خزانے کے بڑے آرام چین سے اُس شہر میں رہے مگر شہر زاونے اس قصہ کو صبح ہوتے نام کیا اور دوسری رات کو اور ایک قصہ اس طرح کہنا شروع کیا

قصہ علی خواجہ اور سوداگر شہر بغداد کا

عہد سلطنت خلیفہ ہارون رشید میں ایک سوداگر علی خواجہ نام سے بغداد میں رہتا تھا اور تھوڑی بونجی سے سوداگری کیا کرتا اور اپنے وادے پر وادے کے گھر میں رہتا اور جو درلے نہ رکھتا تھا اُسے دال کرنے میں رات میں برابر خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ اُس سے کہتا ہے کہ قوج کر کہ تجھے فرض ہے کہ میں جانا علی خواجہ یہ خواب دیکھ کر بہت ڈرا اور سب اپنا اسباب اور دکان چکر عزم بیت اللہ کے جانے کا دلیمن معمم کیا اور اپنی بولی میں ایک کرایہ دار رکھ ہمارا ایک قافلے کے کہنے کو جانا تھا ہولیا اور قبل جانے اُسے ایک ہزار اشرفی کو کہ بعد زار اہل کے بھی تھیں ایک ٹھیلیا میں رکھ اور اوپر اُسکے روغن زیتون بھر کر ٹھہر اسکا اچھی طرح بند کیا اور ایک سوداگر کے گھر کہ اسکا دوست قدیم تھا لے گیا اور کہا میں اندون ج کر کے ہمارے قافلے کے جانا ہوں ایک ٹھیلیا میں روغن زیتون کی امانت رکھنے کو تھا رسے پاس لایا ہوں میرے دوستے تک اپنے پاس امانتا رکھیے اُس سوداگر نے کبھی گلام کی علی خواجہ کو دیکر کہا تم آپ گلام کو کھو لگو جس جگہ جا ہو رکھ دو حج سے اگر بخشنے لے لینا علی خواجہ نے ٹھیلیا کو ایک حجرے میں رکھ اور اُسکو منتقل کر کے بونجی اُسکی اُس سوداگر کو سوپ دی اور اپنے مال تجارت کو ایک اونٹ پر لا کر اور اُسپر سوار ہو قافلے کے ساتھ روانہ ہوا جب کہ میں مع الخیر پہونچا اور ذوی الحج کے مہینے میں سنا کہ طواف بخوبی ادا کیے اور بعد فراغت طواف اپنے اسباب تجارت کو بیچنے کے لیے نکلا لا اتفاقاً وہ سوداگر سیر کرتے ہوئے علی خواجہ کی دکان پر گئے اور اُسکے اسباب کو بہت پسند کر کے آپس میں کہنے لگے کہ اگر یہ سوداگر اس اسباب کو کیر دین جو دار السلطنت مصر کا پہونچا لے تو بہت قیمت سے کہے علی خواجہ نے کہ آگے سے مصر کے دیکھنے کا شوق تھا بغداد جا بیگا ارادہ موقوف کر کے مصر کا قصد کیا اور ایک قافلہ کے ہمارا اُوھر کوروانہ ہوا جب وہاں پہونچا اُس ملک کی سیر کر کے نہایت خوش ہوا اور اپنا اسباب وہاں بچکر بہت فائدہ اُٹھایا اور دوسرا جواب خرید کر ارادہ و شوق جانے کا کیا اور ایک مہینے تک کیر و میں رہ کے سیر ہرام کی کہ کنارے دریائے نیل کے کئی منزلوں سے نظر آتے ہیں اور بھی

بہت شہر وں مشہور ہو کر جو کنارے دریائے آب و تھے دیکھ کر دمشق کی طرف روانہ ہوا راہ میں رود سلیم اور
اسکی مسجد کی جو مسلمانوں نے تعمیر کی تھی زیارت کی اور دمشق میں داخل ہو کر اسکو نہایت آباد اور آراستہ پایا
اور چشمے بکثرت دیکھے کہ زراعت اور باغات کو شگفتہ اور بارور رکھتے غرض وہاں ہر طرح کی کیفیت دیکھ کر
علی خواجہ بغداد کو کھبول گیا پھر وہاں سے حلب و موصل وغیراڑ کو گیا اور وہاں سے آرام تمام بغداد میں
بعد سات برس کے پہونچا اب حال بے ایمانی سوداگر بغدادی کا سننے کہ اس مدت میں اُس نے نہ تو کبھی
علی خواجہ کو اور نہ اسکی امانت کو یاد کیا اتفاقاً ایک دن شام کے وقت اپنی بی بی کے ساتھ کھانا کھاتا
تھا کہ کچھ ذکر و سخن زیت کا چھلا اسکی بی بی کی کہا میرا جی اُسے کھانے کو بہت چاہتا ہوں سوداگر نے کہا اُسوقت
مجھے علی خواجہ یاد آیا سات برس ہوئے ہیں کچھ کرنے گیا ہوں اور وقت جانے کے ایک ٹھیلہ روغن ست
کی امانت میری غلامی کو کھڑی میں چھوڑ گیا مگر معلوم نہیں کہ اب علی خواجہ کہاں ہو آگے ایک حاجی نے آکر
بیان کیا تھا کہ علی خواجہ مصر کی طرف گئے سے گیا ہوں خدا جانے اب وہ جیتا ہو یا مر گیا اگر اُسکا روغن بڑ
نہ گیا ہو تو اُس میں سے تھوڑا سا نکال کر چھکین مجھے ایک رکابی اور روشنی دو تاکہ روغن زیت کو اُس
ٹھیلے سے نکال کر چھکوں اسکی بی بی نے کہ نہایت با ایمان اور بادبانت تھی کہا خدا کے لیے امانت میں
خیانت نہ کر کہاں سے یقین ہو کہ وہ اب مصر سے زندہ نہ پھر گیا اُسکے مرنے کی خبر اہلک تنے
کسی سے نہیں سنی کیا عجب ہو کہ علی خواجہ کل با پرسوں یہاں آجائے اُسوقت اگر تم اسکی اپنا بھتیجہ
اُسکو نہ سوچو گے سب ہمارے ذلت اور رسوائی کا جو گامین رودادار ایسے بڑے کام کی نین اور نہ اُس
روغن کو چھکوں کی سات برس کے عرصہ میں خاک روغن اچھا رہا ہو گا تجھے قسم خدا کی کہ اس راہ سے
سے باز آ اُس نیک بی بی نے اپنے خاوند کو بہت سمجھا یا بہانہ کہ وہ بیشان ہو کر اُسوقت باز آیا مگر وہ
وقت پھر وہ رکابی لے اپنی کو کھڑی کو چھلا اسکی عورت نے کہا میں اس کام میں تیری شریک نہیں
ایسے بڑے کام سے مقرر کوئی آفت مجھے پہونچے گی اُس نے نہ سنا اور کو کھڑی میں جا کر ٹھیلے کو کھولا
وہ روغن سر کے نہایت متعفن ہو گیا تھا سوداگر نے تاہم ایک قاب اُس روغن سے بھری اتفاقاً ایک
اشرفی محل آئی سوداگر نے اشرفی کو دیکھتے ہی سب روغن زیت کسی برتن میں انڈیل کے دیکھا کہ
اشرفیان بھری ہیں اُسوقت روغن کو ٹھیلے میں ڈال دیا اور منہ اسکا بند کر کو کھڑی سے محل آیا اور اپنی
عورت سے کہا تو سچ کہتی تھی میں نے اُس روغن کو نہایت خراب پایا اسی طرح اُس ٹھیلے کے

منہ کو باز نہ کر دیا اگر سو د اگر رات بھر اسی خیال میں نہ سویا کہ کسی طرح وہ اشرفیان علی خواجہ کی اپنے
 نصرت میں لاؤں غرض کہ اُسے اشرفیان نکال اور روغن زیت تازہ بازار سے مول لا کر اور اس میں
 بھر منہ اسکا اسی طرح بند کر کوٹھری میں رکھ دیا قدرت خدا سے بعد ایک مہینے کے علی خواجہ بغداد میں
 آکر پہنچے دوست بغدادی کی ملاقات کو گیا سو د اگر اُس سے ملکر بظاہر نہایت خوش ہو بعد
 اسٹفسا رخیرہ و عافیت اور ذوق و شوق کے علی خواجہ نے سو د اگر سے اپنی امانت مانگی اور کہا
 اُس ٹھلیا کو عنایت کیجیے سو د اگر نے کہا صاحب مجھے نہیں معلوم کہ تم نے کس جگہ کوٹھری میں رکھی
 تھی کئی بو اور آسکو کھو کر اپنی امانت نکال لو علی خواجہ کوٹھری میں جا اپنی ٹھلیا کو نکال لایا اور سو د اگر
 سے رخصت ہو کر اپنے گھر گیا اور جب اُسے ٹھلیا میں اشرفیان نہ پائیں نہایت متروک ہوا
 امانت گم ہونے سے نہایت رویا اور سو د اگر سے جا کر کہا ای دوست میں خدا کو گواہ کر کے کتابوں کہین
 وقت جانے حج کے ایک ہزار اشرفی ٹھلیا میں رکھ گیا تھا اب انکو نہیں پاتا اسکا کیا سبب ہو اگر تم نے
 ضرورتاً انکو صرف کیا جو مضائقہ نہیں جب چاہنا دینا سو د اگر نے انکار کیا اور کہا صاحب مجھ کو کیا معلوم
 کہ مسکین اشرفیان نہیں باروغن چنانچہ تم ٹھلیا کو پہلے رکھ گئے پھر بچہ اٹھائے گئے اب مجھ پر اشرفیان
 کی قیمت کیوں لگائے ہو تم سے بعد جو کہ ایسی بات کہو صاحب وقت رکھنے کے لئے کچھ مجھ سے کہا
 مانتھا کہ ہزار اشرفیان ٹھلیا میں رکھے جاتا ہوں تم نے صرف اظہار روغن کا کیا تھا وہ موجود ہی ہر چند
 علی خواجہ نے سو د اگر سے کمال خوشامدی اور بہت رد کر کہا کہ میری تمام عمر کی کمائی دبی ہزار اشرفیان
 تحصیل میرے حال پر رحم کر کے انکو عنایت کر سو د اگر نے جھجک کر کہا تم بڑے ادا نادر ہو مجھ پر ہتان کرتے
 ہو میان ہمارے چلے جاؤ میرے گھر پر بھرتہ آنا تھا حال معلوم ہوا کہ بڑے سوغا بازار و مغتری ہو گئے تھے گو
 علی خواجہ اور سو د اگر سے ہوتی تھی کہ بہت لوگ محلے اور شہر کے جمے ہو گئے اور اُن کے اظہار اور بیانیے
 یہ حال سب بغداد میں مشہور ہو گیا آخر علی خواجہ تنگ ہو کر اُس سو د اگر کو قاضی کے محلے میں لے گیا اور
 دعویٰ لکھواڑا اشرفی کا سو د اگر پر کیا قاضی نے علی خواجہ سے پوچھا کہ تو گواہ اپنے دعویٰ پر رکھتا ہو اُسے
 کہا میں نے بخوف افتخارے راز کسی کو گواہ نہیں کیا اور میں اس سو د اگر کو اپنا دوست اور نہایت متدین
 سمجھتا تھا قاضی نے سو د اگر سے قسم چاہی اُسے قسم کھائی کہ میں علی خواجہ کی اشرفیوں سے ہرگز واقف
 نہیں قاضی نے سو د اگر کو بے ضرر چھوڑ دیا علی خواجہ قاضی کے انصاف سے مدد س ہوا

دوسرے دن عرضی اپنے دعویٰ کی لکھوا کر حضور میں خلیفہ بارون رشید کے جہت و نہ نام جمعہ پر جامع مسجد کو جاتا تھا گزرائی خلیفہ نے عرضی کو پڑھ کر فرائض دعا اور مدعا علیہ حضور میں اس مقدمے کو آپ فیصلہ کر دینا اور وقت شام کے حسب معمول واسطے دریافت کرنے حال شہر کے بھیس مگر نکلا راہ میں اسے ایک جاگشور دخل لڑکوں کے کھیلنے کا سنا اور ورسے دیکھا کہ دس بارہ لڑکے چاندنی میں باہم کھیلے ہیں خلیفہ کھڑا ہوا اور چاہا کہ کھیل اُن چھو کر دن کا دیکھے چنانچہ ایک لڑکے نے کہ وہ نہایت خوبصورت اُن سب میں تھا دوسرے لڑکوں سے کہا آؤ ہم تم سب ملے قاضی کی نقل کریں میں قاضی بننا ہوں تم میں سے ایک لڑکا علی خواجہ اور دوسرا سوداگر بغدادی جبکہ پاس ایک ہزار اشرفی امانت رکھنا چچ کو گنا تھا سبے پھر دونوں کو میری حضور میں حاضر کرو خلیفہ نام علی خواجہ اور اس سوداگر کا شکر متجربو کہ کل اسی مضمون کی عرضی راہ میں کسی شخص نے گزرائی ہو اور میں نے اُسکو پڑھا دیکھو تو یہ لڑکا اس مقدمے میں کیا تجویز کرتا ہو پھر خلیفہ بغور اُنکی نقل دیکھنے لگا اور اپنے دل میں سمجھا کہ یہ

تصویر لڑکوں کے قاضی بنکر فیصلہ کرنے اور خلیفہ بارون رشید خلیفہ دیکھنے کی



اس قدر اس شہر میں مشہور ہو کہ ہر کوئی یہاں تک کہ لڑکے بھی جانتے اور اسکی نقل کر کے آپس میں کھیلنے
 ہیں بہر کیف وہ لڑکے اپنے من سے ایک کو علی خواجہ مدعی اور دوسرے کو سوداگر بغدادی مدعا علیہ قرار
 دیکر روبرو اس لڑکے کے جو قاضی بننے بڑے شکوہ سے بیٹھا تھا ملے گئے اس جلی قاضی نے علی خواجہ
 فرضی سے پوچھا کہ تو کیا مدعی اس سوداگر پر رکھتا ہے اپنے مدعی کو تفصیل بیان کیا جلی قاضی نے
 اسکا مدعی سکر سوداگر سے پوچھا کہ تو نے اسکی اشرفیان کیوں نہیں دین من منی سوداگر نے وہی
 جواب دیا جیسا اصلی سوداگر نے قاضی شہ کو دیا تھا اور قسم کھانے پر مستعد ہوا اس فرضی قاضی نے کہا
 قبل اسکے کہ تو قسم کھا میں چاہتا ہوں کہ اس گھر سے کو دیکھوں میں مدعی نے روغن زیت کو بھر کے پیر
 گھر مات رکھا تھا پھر علی خواجہ فرضی سے کہا جلد اس ٹھیلیا کو لا علی خواجہ فرضی نے اسے لا کر حاضر
 کیا اس فرضی قاضی نے تکرار فریقین مقدمہ سے پوچھا کہ یہ ٹھیلیا وہی ہے جسکو مدعی محمد بن مدعا علیہ
 کے رکھ کر گیا تھا ان دونوں نے کہا یہی ہے پھر قاضی نے کہا اسے کھول کے ذرا روغن میرے نزدیک لاؤ
 تاکہ اُسکے ہاتھ کو دیکھوں کہ کیا ہر آخر ذرا سا روغن چھلکے گا کہ اسکا مزہ بہت اچھا ہے تین جانتا تھا کہ
 سات برس کے بعد سر گیا ہو گا پھر اس قاضی فرضی نے فرمایا کہ دو روغن فروشن کو بازار سے بلا لا
 وہ لڑکے اپنے گرد سے دو لڑکوں کو روغن فروش قرار دیکر سامنے قاضی کے لے گئے اس قاضی نے اُسے
 پوچھا کیا تم روغن فروش ہو انھوں نے کہا ہاں جارا قدیم سے ہی بنیہ اور روزگار ہر جوب قاضی نے
 اُسے پوچھا کہ روغن زیت کتنی مدت تک اچھا رہتا ہے اور بد ذائقہ نہیں ہوتا انھوں نے کہا صاحب اگر
 کوئی بڑی احتیاط سے روغن زیت کو رکھے تین برس کے بعد رنگ و بو میں اسکی فرق ہو جاتا ہے بلکہ
 پھینک دیتے ہیں پھر اس لڑکے سے قاضی نے کہا اس روغن زیت کو جو اس ٹھیلیا میں ہے دیکھ کر تجھ کو
 انکسی مدت کا ہے اور اسکا مزہ کیا ہے روغن فروشن فرضی نے ٹھیلیا سے روغن زیت کو چھوٹ موٹ
 نکال کر دیکھا اور چھلکے گا کہ یہ روغن بہت اچھا اور خوش مزہ ہے اس قاضی جلی نے کہا تم چھوٹ کہتے ہو
 علی خواجہ سات برس ہوئے ہیں کہ اس روغن کو اس ٹھیلیا میں رکھ کر جگہ کو گیا ان فرضی روغن فروشن
 نے کہا آپ جو چاہیے سو فرمائیے مگر یہ روغن ایک برس سے زیادہ کا نہیں اسی سال کا بنا ہے کوئی سوچاگر
 بغداد میں نہیں کہ جس امر کو نہ جانتا ہو چنانچہ اس سوداگر نے فحشی جو مدعا علیہ تھا اس روغن زیت کو سونگھ
 اور چھلکے کر قرار کیا تب فرضی قاضی نے سوداگر سے جو مدعا علیہ تھا کہا کہ تو چاہے تو نے کام قابل

پھانسی پانے کے کیا ہو لڑکے یہ سنکے کو دے اور تالیان بجانے لگے اور اُس لڑکے کو جسے سو گریختہ
اور مدعالیہ قرار دیا تھا پکڑنے کے واسطے سزا دینے کے لئے گئے خلیفہ ہارون رشید اس لڑکے کی
وانائی کو کہ قاضی بنا تھا دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور تدار دیا کہ کل اسی طرح اس مقدمہ کو میں فیصل
کرونگا وزیر سے جو حاضر تھا فرمایا کہ تو اس لڑکے کو جسے اس وقت قاضی بن کر مقدمے کو فیصل کیا ہے بچان
رکھ کل اسکو میری خدمت میں حاضر کرنا کہ اس مقدمے کو اسی طرح میرے روبرو فیصل کرے اور قاضی
شہر بھی حاضر ہو کر فیصل کرنا مقدمے کا اس بچے سے سیکھے اور علی خواجہ مدعی سے کہلا بھیج کہ کل اُس ٹھیلے کو
اپنے ساتھ لیتا آئے اور دو روغن فروشن شہر کے بھی اس وقت حاضر ہوں خلیفہ یہ سب حکم راہ میں وزیر کو
دے کر اپنے محل میں داخل ہوا صبح کو وزیر اُس محلے میں جہاں لڑکوں نے قاضی کی نقل کی تھی گیا اور
انکے اُستاد سے پوچھا اُنسے کہا وہ سب لڑکے اپنے اپنے گھر گئے ہیں وزیر نے اُنکے مان باب کو بلا کے فرمایا
اپنے اپنے لڑکوں کو جلد حاضر کرو چنانچہ اُنھوں نے حاضر کیا وزیر نے اُنسے پوچھا کہ تم میں سے کل رات
کو کس لڑکے نے قاضی بننے کی علی خواجہ کے مقدمہ کو فیصل کیا تھا سب سے بڑے لڑکے نے کہا میں
قاضی بنا تھا وزیر نے اُس سے کہا میرے ساتھ چل خلیفہ نے مجھے یاد دہرایا جو ان اُس لڑکے
کی ڈگری اور روئے لگی وزیر نے اسکی تسلی کی کہ ایک گھڑی کے بعد تیرے لڑکے کو پہونچاؤ دنگا اسکی مان
نے مطمئن ہو اُس لڑکے کو لپٹھ پکڑے پنا وزیر کے ہمراہ کر دیا وزیر نے اسکو خلیفہ کی حضور میں حاضر کیا
خلیفہ نے وقت اجلاس کے اس بچے کو اپنے ساتھ بٹھالیا پھر جب فریقین مقدمہ حاضر ہوئے خلیفہ
نے اُنسے فرمایا تم ہر ایک اپنے حال کو اس لڑکے سے کہو وہی تمہارے مقدمہ کو تجویز کرے گا علی خواجہ
اور اُس سوداگر نے اپنا اپنا حال اُس لڑکے سے ظاہر کیا اور وہ سوداگر بعد انکار کرنے کے
مسعد فتم کھانے پر ہوا اُس لڑکے نے کہا ابھی فتم کھا حاضر و نہیں پہلے اُس ٹھیلے کو حاضر کرو چنانچہ
دھیلیاروغن زیت کی اُسکے آگے رکھی گئی خلیفہ نے اسکا منہ کھلوایا اُس روغن کو کھیا اور دوسرے
روغن فروشنوں کو اُس روغن کو دکھلایا اور کھیا یا اُن سب نے کہا فردا اس روغن کا بگڑا نہیں ہی برس
کا جو تب اُس لڑکے نے اُنسے کہا تم خلاف کہتے ہو علی خواجہ نے اسکو سات برس ہوئے ہیں کہ اُس
ٹھیلے میں بھر کر رکھا ہے اس برس کا روغن کہلائے اس میں آگیا روغن فروشنوں نے بعینہ وہی اپنے
کہہ جو کھیلے کی وقت اُن روغن فروشنوں نے کہا تھا آج اُس سوداگر بغدادی نے قائل ہو کے اپنے

مقصود کا اقرار کیا اس رشک نے خلیفہ سے عرض کیا کہ خداوند نے کل آپسین کھیل میں فیصل کی بھئی ہم کو
مقدور دینے سے سزا مجرم کا نہ تھا اب کہ یہ مقدمہ آپ کے حضور میں فیصل ہوا اسکو سزا دیکر ہزار اشرفی
اس سے علی خواجہ مدعی کو دلوا دینے کے حق اسکا ثابت ہوا خلیفہ نے حکم کیا کہ اس سوداگر کو پچاس سو روپے
اس سے چھوڑ کر ایک ہزار اشرفی علی خواجہ کی کمان میں جہان بتائے وہاں سے لا کر علی خواجہ کے حوالہ
کر دو اور اس رشک کو اپنے گلے سے لگا کر ایک ہزار اشرفی انعام دی اور اسکے گھر پہنچا دیا ملک شہزاد نے
اس قصے کو تمام کر کے شہر مار سے عرض کیا کہ ابھی اور بہت قصے اس سے اچھے ہیں کل کی رات میں شروع کوئی

قصہ کل کے گھوڑے کا

ایک خوب معلوم ہوگا کہ نوروز کو ہزاروں رس سے پارس کے رہنے والے دن عید کا جانکر بہت خوشی کرتے
تھے خصوصاً آتش پرست اس دن پنج اور تماشے دیکھتے اور اسباب ناؤں اور تھیلے باغیچے بادشاہ اور امیرون
کے حضور میں بطریق نذر گزارتے اور دور دور کے کاریگر اسباب نفیس اور انیائے عجیب حضور میں بادشاہ عہد
کے لاتے اور ہزاروں روپے انعام پاتے چنانچہ کسی زمانے میں نوروز کے دن کوئی بادشاہ پارسی کا دادو
میں شہرہ آفاق تھا جشن کیواسطے باہر شہر کے گیا اور سب امیرون و وزیروں نے حاضر ہونے ندرین
دین اور تھے گزرنے اور کاریگر دن نے ابھی ابھی چیزیں بنا لا کر پیش کیں غولہ کے ایک ہندی شخص بھی اس
بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور عجیبی لاسے کورنش کے ایک گھوڑا اکل کا نذر گزار کر عرض کیا خداوند غلام
اس گھوڑے کو بڑی حکمت اور کاریگری سے بہت دفون میں خاص حضور کے لیے بنا لایا ہے یقین کہ ایسا ناٹھ
سی نے آپ کے حضور میں پہنچا نہ گذرانا ہوگا بادشاہ نے کہا یہ گھوڑا لکڑی کا بنا ہوا ہے اور اس پر تو نے چاندی سونے
کا اسباب لگا کے بڑا محکم کیا اس سے اچھا کاریگر اس شہر کے بنا سکتے ہیں بجز آرائش ظاہری کے
اور کوئی چیز اس گھوڑے میں نہیں ہندی نے عرض کیا خداوند میں نے اس میں صنعت اور کاریگری رکھی ہو کہ گھوڑے
سے دو سر کا مقدمہ زمین کہ لے بنا سکے یا اسکی کندہ کو پہنچے خداوند اس گھوڑے میں ایسی کل ہو کہ اگر من یا
کوئی دوسرا شخص جیسے میں اس کل کو بتا دوں سوار ہو کر اسکو گھما لے فوراً وہ گھوڑا بزنہ کے مانند ہوا پر اڑے اور
ایک گھڑی کے عرصے میں ستودہ تلو کو س جالے اور پھر زمین پر پھرتے اگر ارشاد ہو تو میں امتحان اس پر سوار
ہو کر حضور کو دکھلاؤں بادشاہ منکر نہایت مشتاق ہوا کہ اسکو دیکھے اور اس کا ریکر کے عجیب

کو آزمائے پھر اسکو اجازت سوار ہونے کی دی ہندی ایک خانہ زین من جا بیٹھا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ جب اس نے حکم ہوتا ہو دار السلطنت غیر اس سے ڈرے کھڑے ہو کر اس کے فاصلے پر ایک بہت بلند پہاڑ تھا کہ اس جگہ سے دکھائی دیتا بادشاہ نے فرمایا کہ وہ پہاڑ اگرچہ بہت دور نہیں مگر تیرے امتحان کو کافی ہو وہاں تک جاؤ ایک پتہ کھجور کے دخت کا جو نیچے اس پہاڑ کے لگا ہوا ہے اور لاہنوز بادشاہ نے اس بات کو تمام نہیں کیا تھا کہ ہندی نے بیچ کو جو گھوڑے کی گردن کے پاس لگا ہوا تھا مڑوا گھوڑا زمین سے جواب اڑا اور مانند برق کے اس پہاڑ کی طرف گیا بادشاہ اور اس کے ارکان دولت اس امر عجیب کو دیکھ کر نہایت متحیر ہوئے اور ایک دوا دواہ کی ہونے لگی پاؤ گھڑی بھی نہ گزری تھی کہ گھوڑا پھر اُن سب کو نظر پڑا اور دیکھا کہ شاخ کھجور کی اس ہندی کے ہاتھ میں جو وہ طرفہ اعین میں گھوڑے کو پکڑنے لگا کر اتر پڑا اور اس شاخ کھجور کو گدرا نا بادشاہ نہایت متحیر ہوا کہ گھوڑے کو مول لے قیمت پوچھی ہندی نے کہا خداوند میں اسکو بیچتا نہیں مگر ایک شرط سے اسکو نہ گدرا تا ہوں کہ جو میں آپسے مانگوں مجھ کو دیجیے بادشاہ نے کہا مانگ ہندی نے کہا گانجی معاف اس گھوڑے کو اس شرط پر نہ حضور کی کرتا ہوں کہ حضور عقد شہزادی کا میرے ساتھ کر دیں بادشاہ نے ہنوز کچھ جواب نہیں دیا تھا کہ سب ارکان دولت ہندی پر نہایت آشفۃ اور پرہم ہوئے مگر سب اس بادشاہ کے اسکو کچھ نہ کہا اور دم بخود ہو رہے تھے کہ بڑا ایسا بادشاہ کا فیروز شاہ نام کہ ولیعہد اسکا تھا اس بات کو سن کر نہایت ناخوش ہوا اور زمین سوچا کہ یہ ہندی نالائق کیا رہے کھتا ہے کہ شہزادی کے ساتھ تختہ اجو بادشاہ سے عرض کیا کہ تمام ملکوں میں بڑی بیعتی اس خانہ دان کی ہوگی اگر حضرت اس ہندی کی درخواست کو قبول فرمائیں گے بادشاہ نے کہا اگرچہ یہ امر موجب تنگ کام مقرر ہو مگر بغیر اسے ایسا گھوڑا کہ روئے زمین پر پیدا نہیں ہا تھا لگ نہیں سکتا جب فیروز شاہ نے دریافت کیا کہ بادشاہ اس امر پر راضی ہو کہ عرض گھوڑے کے شہزادی کو دے اور اس ہندی کو واما کرے اس ہندی سے کہا بھلا میں تو آپس سوار ہو کر امتحان کروں اگر میرے امتحان میں ٹھہرا بادشاہ کو اختیار لینے نہ لینے کا جو ہندی نے کہا بہت خوب آبی بھی آزمائیں فیروز شاہ اس گھوڑے پر سوار ہوا اور دونوں پاؤں اسکی رکابوں پر جمایا بارگی اس کے پیچ گردن کے گھائے گھوڑا مانند تیر کے آسمان کی طرف بلند ہوا اور تھوڑے عرصہ میں فیروز شاہ بادشاہ اور اس کے ارکان دولت کی نظر وں سے غائب ہو گیا تب ہندی نے نہایت متروک ہو کر بادشاہ سے عرض کیا خداوند شہزادے

نے جلدی کی اور اتنی فرصت نہ دی کہ مین سب حال کلون اور چون کا اسکو بتاؤں کہ کس بیچ کے گھمانے سے وہ چلتا ہو اور کس بیچ کے گھمانے سے وہ نہیں چلتا اور کس سے پہنچے کو آتا ہو فقط ایک کل کے گھمانے کو دیکھ کر سمجھا کہ فقط اسی ایک کل سے وہ گھوڑا سب کام کرتا ہو اور حال اس بیچ کا جبکہ مڑوڑنے سے وہ گھوڑا پھر وہیں پر جانے کہ اڑتا ہو تا ہو مجھ سے دریافت نہیں کیا خدا نخواستہ اگر کوئی صدر مدہ شہزادے کو پہونچکا غلام معذور ہو جو بادشاہ نہایت متروہ ہوا اور سوچا کہ مقرر کچھ صدر مدہ شہزادے کو پہونچکا بادشاہ نے ہندی سے کہا پھر تو نے کس واسطے پھرنے کی کل سے شہزادے کو آگاہ نہیں کیا اُس نے جواب دیا آپ دیکھتے تھے کہ میرے گھوڑا لاتے ہی شہزادے نے بے نامل اس پر بٹھ کر وفعہ کل ردائی کی مڑوڑی جس سے گھوڑا یکبارگی آسمان پر ہوا کے مانند چڑھ گیا ایک بات کرنے کی بھی فرصت مین نے پائی کیونکہ شہزادے کو آگاہ کرتا مگر ایک امیر پڑنی ہو کہ شاید جب بہت دور ہو جائے اسوقت شہزادے کو

تصویر فیروز شاہ کے کل کے گھوڑے پر چڑھ کر اور اُس کے آسمان کی طرف اڑنے کی



اتفاقاً وہ سرائیچ ہاتھ لگ جائے اور اسکو پھیرے تو ابلتہ وہ گھوڑا زمین پر اتر سکتا ہو بادشاہ نے کہا بالفرض اگر شہزادے کو وہ بیچ ہاتھ لگے جیسا تو کہتا ہو اور اسکو وہ گھمائے خدا جانے وہ گھوڑا

اُسے لیکر بہار پُراتے یاد رہا میں گرے ہندی نے کہا اس سے آپ خاطر جمع رکھیں اگر وہ دہان
 اور تیر کا تو کتنا ہی اسکا پاٹ چوڑا ہوگا وہ پیر کے اپنے سوار سمیت خشکی میں نکل آئیگا اور جہاں اسکا
 سوار چاہیگا اُسکو لہجہ لہجہ اور یہ ممکن نہیں کہ شہزادہ اس بیچ کو پاکے بہار یا جنگل میں اُترے
 سولے آبادی کے اور کہیں قصد اُترنے کا نہ کرے لہذا وہ نے فرمایا کہ مجھے تیری باتوں پر یقین نہیں آتا
 میں ایک مہینے کی تجھے مہلت دیتا ہوں اگر اس عرصہ میں میرا بیباک و سالم آیا یا میں نے اسکی
 خبر ضرور عاقبت کی سنی تو بہتر ورنہ تجھے جان سے مار ڈالوں گا یہ کہنے کا بادشاہ نے حکم کیا کہ اس ہندی کو
 لہجہ کر قید کر دھڑاپے محل میں نہایت غلین گیا اور وہ خوشی جشن نوروز کی غم و الم سے بدل گئی اقبال
 غیر وز شاہ کا سنو کہ وہ بدستور ہوا میں آسمان کی طرف بلند ہوتا جاتا تھا چنانچہ ایک گھڑی میں وہ اسقدر
 بلند ہوا کہ مطلقاً زمین اُسے نظر نہ آتی تھی اور بہار اُسکو مانند ایک ڈھیلے مٹی کے وہاں سے نظر نہ آتا تھا
 اُسے جاہا کہ جان سے میں چڑھا ہوں وہاں پر اُتر وں پھر اُسے اسی بیچ کو جسے پہلے کھایا تھا اُنسی طرف
 مڑو اُنکا گھوڑا تلے کو اُترے مگر کچھ مفید نہ پڑا بلکہ اُس بیچ کو سب طرف گھما کر دیکھا کسی حالت میں گھوڑا نہ
 نہ اُترا اور یہی کہ چڑھنا گیا غیر وز شاہ بہت گھبراہٹ اور اپنی جلدی کرنے اور نہ پوچھنے حال ہیچون کے ناوم
 ہوا اور کہا افسوس یہ کہ میری جان مفت گئی ہے ابوس ہو کر اُسے اُس گھوڑے کے ساتھ
 گردن کو بغیر مٹولا کر شاید کوئی بیچ اسکے ہاتھ لگے کہ جسکے مڑو رنے سے گھوڑا نیچے اُترے آخر جب جو
 بہت کے اُسے دہنے کان کے تلے اُس گھوڑے کے ایک بیچ پایا کہ جسکے مڑو رنے سے گھوڑا
 نیچے کو اُترنے لگا اُسی تیزی سے جیسا کہ وہ چڑھا تھا ڈیڑھ گھڑی رات گزری تھی کہ غیر وز شاہ نے
 اُس بیچ کو کھایا تھا جسکے سبب سے وہ تلے کو اُترنے لگا وہ اُسکے اُترنے سے خوش ہوا اور جانا کہ اب
 جانا ہو چکا اور جاہا کہ کسی شہر یا آبادی میں اُتر وں اسیلے ہاگ گھوڑے کی اُسکے ہاتھ سے چھپتی تھی اُنکا
 یہ بھی نہ تھا کہ مبادا مجھے یہ گھوڑا کہیں جنگل یا دریا میں لیکر نہ اُترے آخر گھوڑا آدھی رات کو زمین پر اُترا
 غیر وز شاہ کہ نہایت مازہ اور ہجو کا ہو رہا تھا اُس گھوڑے سے جلد زمین پر اُترا اسواسطے کہ اُسے تمام
 روز مہیب دیکھنے تماشوں نوروز کے کچھ کھایا نہ تھا بہر کیف اُترنے ہی پہلے اُسے جاہا کہ اس جگہ کا حال
 دریافت کروں کہ کسی ہو پھر اُسکو معلوم ہوا کہ وہ زمین چھت ایک بڑے محل کی جو کہ جسکے چاروں طرف
 موثریری چھائی تک بلند سنگ مرمر کی پھر شہزادہ گرد اُس چھت کے گھوم کر راہ دھو بیٹھنے لگا

ایک طرف کو نسنے زینہ اندر کی طرف کو پایا کہ جبکہ دروازے کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا اور ایک بند فرزند اپنے بیٹے جانے میں سوچا کہ خدا جانے آری کی مین مقابلہ کسی دشمن سے ہو یا کسی دوست سے پھر اپنے دل میں کہا بالفرض اگر کوئی مجھے مٹا دیکھنا آدمیت سے دور جو کہ قبل دریافت کرنے کے ارادہ میرے مارو اپنے کا کرے پھر جب وہ آہستہ دروازہ کھول کر دبے پاؤں بیٹھے اتر تو وہ بڑے ایک والان میں ہو چکا مگر پہلے وہ اُسکے دروازہ پر کھڑا ہو کے کان رکھ کر سننے لگا تا کہ حال وہاں کے رہنے والوں کا دریافت کرے مگر وہاں اُسے سولے آواز سونے اور خزاؤں کے کسی کو بات چیت کرنے نہ سنا پھر وہ کئی قدم آگے بڑھا اُسے شمع کی روشنی سے کہ وہاں جلتی تھی دیکھا کہ خواجہ سراجی مکران میں ولایتیان لگائے سو رہے ہیں انکو دیکھنے بچھا کہ شاید یہ سب خواجہ سرا واسطے نگہبانی محل کے کسی ملکہ یا شہزادی کے ہیں اور در حقیقت وہاں ایک شہزادی رہتی تھی اور مکان اُسکے استراحت کا قریب اُس والان کے تھا کہ جہاں بخواجہ سرا پڑے سوتے تھے اور وہاں روشنی مین دیکھا کہ اُس غجباہ کے دروازے میں ایک باریک بیض کا پردہ لٹکا ہوا تھا شہزادہ لگے بڑھ کے اُس پردے کے پاس ایسا دبے پاؤں گیا کہ خواجہ سراؤں کو اُسکے پاؤں کی آہٹ معلوم نہ ہوئی اور وہ سوتے سوئے گئے پھر اُسکی دیکھا اُسکے اُسے بہت سجا ہوا ایک والان دیکھا جس میں بہت عورتیں مصاحب اور خادم خاص اُس شہزادی کی اپنے اپنے بچھو نون پر پڑی سو رہی مین پھر جب لگے بڑھا تو کیا دیکھا کہ ایک جڑا بوجھ پھر کھٹ پر شہزادی غافل سوتی ہو اُسکے حسن و جمال کو دیکھ کر فرزند شاہ ہزار جان سے عاشق ہو گیا اور زمین کہنے لگا کہ اگر یہ معنوقہ میرے حال پر متوجہ ہو تو زہے خوش نصیبی اور اُسکے پاس سے کہیں اور نہ جاؤں اگر اسکی محبت میں میری جان بھی جائے تو مجھے دینے نہیں پھر وہ اُسکے پاس گیا اور آستین جو اُس شہزادی کے منہ پر پڑی تھی آہستہ سے اٹھا لے دیکھنے لگا اتنے میں شہزادی کی آنکھ کھل گئی اور ایک اجنبی شخص کو اپنے بڑک کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا کہ نہایت حسین اور پوشاک شاہانہ پہنے ہوئے ہو شہزادی ڈر گئی اور نہایت تعجب ہو کے دم بخود ہو گئی فرزند شاہ نے آداب بجا لا کر عرض کیا کہ آپ نہ ڈریں مین شہزادہ ملک ایران کا ہوں فجر کو مین اپنے باپ کے پاس جشن نوروزی مین بیٹھا ہوا عجیب و غریب تماشے دیکھتا تھا اسوقت مین اپنے تین ایک اجنبی شہزادین پاتا ہوں کہ حسین و خوش بلاکت کا ہو اگر تمھاری عنایت میرے شامل حال نہ ہو تو مین کہ مین جان سے مارا جاؤں امید وار ہوں کہ مسافر نوازی کی راہ سے عنایت میرے حال پر فرما کے سب آفتو نئے مجھے

بچاؤ وہ بی بی جس سے فیروز شاہ نے اپنا حال کما شہزادی ملک بنگالے کی تھی اور کئی بہنیں اور اسکی
 اس سے چھوٹی تھیں اور اس محل عالیشان میں کہ اس کے باپ نے خاص امی کے واسطے بنوایا تھا رہا کرتی
 غرض اسے فیروز شاہ کا حال سن کر فرمایا اے شہزادے تم اپنی خاطر جمع رکھو تمکو یہاں کسی طرح بیچ نہ پونچیکا طرح
 تم اپنے ملک میں رہتے تھے اسی شوکت اور جنت کے ساتھ بہان بھی رہو گے میں تمھاری کیا دستگیری
 کرونگی تمکو خود اتنا مقدمہ دراصل ہوگا کہ اور دن کی مدد کرو گے اور تمھیں اختیار فقط میرے ہی محل میں
 حاصل ہوگا بلکہ تمام ملک بنگالے میں تم اس بات کو یاد رکھو شہزادے فیروز نے شہزادی کی بہت تعریف کی
 اور واسطے بجا لانے اس کے شکر عبات کے چاہتا تھا کہ سرزمین پر رکھے شہزادی نے باز رکھا اور کہا
 اب تم مجھ سے بیان کرو کہ کیونکر تمھارا اتنا یہاں پر ہوا اور کتنی مدت تمھیں چھوڑے ہوئے اپنے دار السلطنت
 کو ہوئے اور کس جیل سے تم میری خواجہ ملک پونچے اور کیونکر میرے پہرے اور چوکی کے لوگوں سے
 بچ کر کے یہاں تک تم آسکے معلوم ہوتا ہے کہ تم بھوکے بواب رات کا وقت ہوا اور سب خادمان محل داخل سوئے
 ہیں انشاء اللہ فجر ہوئے میں خواصوں کو حکم دینی کہ تمھیں علیحدہ کمرے میں لیجا کر رکھیں اور وہاں ضبط رہا
 تھا۔ یہاں حاضر کریں تاکہ تم کچھ کھانا تناول کر کے آرام فرماؤ پھر میں اور وقت تمھارے لئے کھانا
 سونپی شہزادی بنگالے نے اس بات کو تمام بہنیں کیا تھا کہ سب خواصین یہ باتیں سن کر جاگ
 اٹھیں فیروز شاہ کو شہزادی کے حضور میں کھڑا دیکھ نہایت تعجب ہوئے اور اپنے دل میں کہنے لگیں کہ
 یہ جوان کیونکر مجھ کو اور پہرے کے حبشی خواجہ سراؤں کو بچانے کہ یہاں تک پہونچا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی
 بعد فیروز شاہ کو ایک مکان میں لے گئیں اور جلد پلنگ بچھا کر سب سامان لا کر رکھا اور باد چھاننا
 میں جا کے بہت جلد کھانا اس کے لیے تیار کر کے حاضر کیا بہنوز فیروز شاہ نے اپنے منہ ہاتھ دھوئے
 فراغت نہیں کی تھی کہ کھانا تیار چاہا پایا اور طرح طرح کے ظروف کھانے کے لئے آگے رکھے
 گئے فیروز شاہ کو جو کھانا خوب تھا کھایا پھر آنھوں نے دسترخوان کو بڑھایا اور اسکو پلنگ پر لٹا کے
 عرض کیا بہان سب چیز موجود ہے شہزادی بنگالے کی بھی شہزادہ فیروز کے حسن کو دیکھ کر
 ہزار جان سے عاشق ہو گئی تھی بھڑکی دیر کے بعد وہ سب خواصین فیروز شاہ کے پاس سے
 جا کے حضور میں شہزادی کی حاضر ہوئیں اور سب حال کھانا کھلانے اور سالانہ فیروز شاہ کا
 اسکی خدمت میں عرض کیا وہاں بہن سب خواصوں نے کہ بہت بڑھ لگی شہزادی کی کھین

فیروز شاہ کے حسن و جمال کی نہایت تعریف کر کے کہا اگر ایسے جوان حسین کی شادی تم ایسی شہزادی کے ساتھ ہو تو کیا خوب ہو شہزادی یہ بات شکر دل میں بہت خوش ہوئی بظاہر کہنے لگی کہ خاموش ہو یہود نہ کہو جا کے سو رہو اور مجھے بھی سونے دو ورنہ میں یہ کہہ کر اُسے آرام کیا سچ کو اُٹھتے ہی دیر تک آئینہ کو اپنے آگے رکھ بناؤ سنگار میں مشغول رہی اور خواہن بھی اُسکی زیب و زینت میں مصروف نہ تھیں اُسکے ہاتھوں میں مونی پر رے کے ایک بھاری مالہ، بڑے کد اور موتیوں کا گلے میں ڈالا اور بازو بند قیمتی بازووں میں پہنے اور کمر بند حاکم کا بازو ہلکا ایک بہت بھاری جوڑا ریشمی کپڑوں میں وہ مخصوص بادشاہوں کی شہزادوں اور بادشاہزادیوں کے لیے بنایا جاتا ہے پہنا اس لباس رنگین اور زیور سے حسن اُس کا ایک سے ہزار چند معلوم ہونے لگا جب وہ اپنا بناؤ سنگار کر چکی زبانی ایک خاص کے شہزادہ فیروز کو کہلا بھیجا کہ اے شہزادے تم قصداً اُسے کامیرے پاس نہ کرنا میں خود تمھارے پاس آتی ہوں اور اجہر شہزادہ فیروز شاہ نے بھی غیب کو اُٹھنے ہی پوشاک پہن کے خواصوں سے پوچھا کہ تمھاری بی بی خوب سے جاگین یا نہیں مجھے بتاؤ کہ میں اُنکے حضور میں حاضر ہوا چاہتا ہوں خواصوں نے کہا آپ محظیف نہ کیجیے وہ آپ تشریف لاتی ہیں پھر شہزادی بیگم نے اپنے محل سے خود فیروز شاہ کے مکان میں اُسکے اپنے مہمان عزیز کی خیر و عافیت پوچھی اور وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر کمال خوش ہوئے فیروز شاہ نے شہزادی کی خدمت میں عذر چاہا کہ میں نے رات کو تھیں بیخواب کیا امیر و اربابوں کے اس قصور کو میرے معاف فرماؤ شہزادی نے کہا مجھے اُسکا ذرا مال نہیں بلکہ تمکو دیکھ کر کمال خوش ہوئی اب فرماؤ کہ تم کو کونکر بیان آئے اور رات کو کس طرح میری خواب گاہ تک آئے کسی کا مقدمہ نہیں کہ بدلتی میری اجازت مجھ تک آسکے میں نہایت شاق ہوں کہ اس حال کو سننے سنوں فیروز شاہ نے جواب دیا کہ شہزادی کے تفصیل اپنی سرگزشت کو اس طرح سے کہنا شروع کیا کہ کل جشن نوروزی تھا سب کا ریگڑ اور اہل حرفہ طرح طرح کی چیزیں اور عجب آب و غرائب عالم کے میرے باپ کے حضور میں کہ بادشاہ ملک فارس کا جو گدڑ اگر معنات خلعت اور انعامات کے بہرہ باب اور سرفراز ہوئے تھے چنانچہ ایک کار ریگڑ ہندوستان کا رہنے والا ایک کل کا گھوڑا بنا کر لا آیا اور میرے باپ کے حضور میں عرض کیا خداوند یہ گھوڑا صرف کل سے اُڑتا ہے چنانچہ بادشاہ اُسکی مدد لگی اور چلنا پھرنا کل کے زور سے دیکھ کر خوابان ہوا کہ جس قیمت کو ہو اُس گھوڑے کو مول لے اور اس امر کو اپنے ولین مسم کر کے اُس

ہندی سے پوچھا کہ اس گھوڑے کی قیمت کیا ہے ہندی نے کہا ایک شرط پر دیتا ہوں کہ حضور اپنی شہزادی کی شادی میرے ساتھ کر دیں ارکان دولت اسکی گستاخی پر ہنسنے اور مجھے بھی اس کی اس درخواست سے نہایت ملال ہوا بادشاہ کے شوق کو بہ نسبت اس گھوڑے کے میں نے بہت پیکر تصور کیا کہ شاید وہ اسکی درخواست کو منظور کرنے میں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ اس گھوڑے کے کل پر زونے سولے ہندی کے کوئی واقف نہیں اور جب تک اور آدمی واقف نہ ہوں یہ گھوڑا کچھ اچھا نہیں ہندی نے کہا ایسا نہیں ہو بلکہ جو شخص چاہے اسپر سوار ہو کے آزمائے پھر یہ پھر ہی کہ سو اس ہندی کے دوسرے شخص اسپر چڑھے اور امتحان کرے اسوقت بادشاہ نے بھی کو فرمایا کہ تو ہی چڑھ کے اسکو آزمائیں نے دفعۃً اسپر سوار ہو کے فقط اس بیچ کو جبکہ گھمانے سے گھوڑا آسمان کی بطن آزمائے اور اس کا رگڑ کو گتے گھمانے ہمے دیکھا تھا مڑا وہ گھوڑا سیدھا مانند تیر کے ہوا پڑا اور اتنا بلند ہوا کہ زمین مجھے اصلاً دکھائی نہ بنے لگی اور گنبد آسمان سے جا ملا اسوقت میں نہایت ڈرا اور جا بک گھوڑا اب کسی طرح تلے اترے پھر اسی کیل کو اٹا پھرنے لگا کہ شاید بیچ کو اترے مگر مطلق وہ نیچے کو متوجہ ہوا اور بری کو چلا جاتا تھا آخر ایک دوسری کیل کو مڑوڑنے سے گھوڑے نے بیچ کو اترنا شروع کیا اتنے میں رات ہو گئی پھر قومن اپنی زندگی سے مایوس ہوا اور اپنے تئیں خدا پر چھوڑ دیا پھر وہ گھوڑا مجھے لیکر تھکا کر محل کی چھت پر اتر اسیان ایک زینہ نظر پڑا میں اس زینے سے آہستہ بیچ کو آیا وہاں جھلملاتی روشنی دیکھی اور خواجہ سراؤں کو سوتے پایا آئندہ آج کو حال سب معلوم ہو اور جو عنایت میرے حال پر ایسے وقت میں تم نے فرمائی اسکا شکر ہزار زبان سے بیان نہیں کر سکتا اب میں بجان و دل تمھارا بندہ ہوں اور بجز نذر کرنے دل کے اور کوئی چیز پاس نہیں رکھتا مگر وہ بھی میرے اختیار میں نہیں اسے بھی تم اپنی محبت میں بے جلی ہواب جو کچھ ارشاد ہو بجا لاؤں شہزادی یہ بائیں سکر نہایت خوش ہوئی اور بولی کہ صاحب تم نے اپنی عجیب و غریب سرگزشت بیان کر کے مجھے ممنون اور سرسریا اب یہ فرمایا کہ اس طرح کا سفر تحقیق دفعۃً ہوا ہی یا بارہا تم اس گھوڑے پر جا بجا سیر کرتے پھرتے ہو میں جانتی ہوں ایران میں تمھارا وطن ہے پھر جا بجا کمال اشتیاق رکھتے ہو گے فیروز شاہ نے شہزادی کی ہر ایک بات کا جواب شافی دیکر اپنی طرف سے اسکی کمال تسلی کی اتنے میں ایک خواص نے اگر کہا خاصہ تیار ہے شہزادی نے فیروز شاہ کا ہاتھ پکڑ دیا سر خوان پر بٹھایا اور آپ بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی خواصوں نے

دوسرا خان پر تکلف پر ہر قسم کے کھانے چنے پھرجب انھوں نے خاصہ کھانا شروع کیا وقت خواصوں نے
 کہ نہایت طرح اچھین طرح کے ساز بجا کر گانا اور ناچنا شروع کیا شہزادی نہایت پیار سے
 فیروز شاہ کو کھانا کھلاتی جاتی تھی اور بازار ناز و نیاز و دونوں طرف سے گرم تھا بعد فراغت طعام شہزادی
 فیروز شاہ کا ہاتھ پکڑے ایک دو مکانچین کہ نہایت عالیشان تھا اور ہر ایک سامان اور اسباب طلائی اور صلع کاری
 سے مزین اور سجا ہوا تھا لے گئی اور ایک والان میں جا کر بیٹھی کہ جسکے آگے ایک باغ تھا جس میں عجیب
 مغرب چمن رنگارنگ پھولوں کے تھے اور جابجا میوؤں کے درخت پھلے ہوئے تھے چتر پٹو خوش الحان
 بول رہے تھے فیروز شاہ اس مکان اور باغ میں باغ اور اس کے ساز و سامان کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور
 کہنے لگا اب تک میں جانتا تھا کہ جو محل اور باغات ہمارے ملک پارس میں ہیں ویسے روئے زمین
 پر نہ ہونگے مگر اب ثابت ہوا کہ اس مکان اور باغ کے سامنے سب بیچ میں شہزادی نے کیا یہ مکان قابل
 تعریف نہیں اگر بادشاہی مکانات جن میں میراباپ رہتا ہو دیکھو گے تو البتہ بہت مخلوط ہونگے اور
 ضرور جو کہ تم میرے باپ کی ملاقات کرو وہ تمھاری بڑی قدر کرے گا فیروز شاہ مشتاق دیکھنے
 مکانات اور ملاقات بادشاہ کا ہوا اور شہزادی نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جسوقت میراباپ ایسے شہزادے
 جو ان حسین کو دیکھ کر تو کمال خوش ہوئے اسکی شادی میرے ساتھ کروے گا اور جو فیروز شاہ چند روز
 شہزادی کی خدمت میں رہا اسکا دل ایسا وہان لگا کہ اور جگہ جایکا ارادہ نہیں کرتا تھا شہزادی
 نے ایک دن پھر غربت بادشاہ کے پاس جا نیکی اسکو وی مگر فیروز شاہ نے کہا اے شہزادی بدو
 محل ظاہری کے ایسے بڑے بادشاہ جلیل القدر کے حضور میں جانا مناسب نہیں اسکی نظر میں حقیر
 ہو گا شہزادی نے کہا تم اسباب اور سامان جس قدر منظور ہو مول لو اور ایک محل میں علیحدہ رہ کے
 سب سامان کہ شہزادوں جلیل القدر کو چاہیے مہیا کرو فیروز شاہ نے کہا میں تمھاری مہربانیوں کا شکر
 ادا نہیں کر سکتا مجھے اپنے باپ کا حال معلوم نہیں کہ میری جدائی میں کیا ہوا ہو گا تو مہنوں کہ مبادا
 میری جدائی کے پنج سے نوبت ہلاکت کی پہنچی ہو اسلئے آپ اگر بخوشی مجھے اجازت دیں تو جلد جا کر اپنے
 باپ سے ملاقات کروں اور سب طرح انکی تسلی کر کے تمھارا حال مہربانی کہ ایسی مصیبت میں مجھ پر فانی
 ہو درمیان میں لاؤں اور شادی کا تذکرہ بھی اپنے باپ سے کر کے اجازت لے آؤں شہزادی بگالنے پر تیار
 بہت پسند کی مگر ساتھ ہی اسکے دل میں یہ گذرا کہ اگر یہ شہزادہ پھر اپنے ملک سے یہاں خاکسار رہے

مان باپ اور وطن کی محبت سے وہیں رہ جائے اور مجھے اپنی جدائی میں بہانہ نہ بنا چھوڑے نہ میں اسکا
 کیا کر سکو گی اس سے بہتر یہ کہ چند روز اور بیان ہے شاید کہ کثرت ملاقات سے پھر قصد آئیکا اس ملک
 میں کرے اور مجھے تنہا نہ چھوڑے غرض اس امر کو شہزادی نے فیروز شاہ سے کہا اُسے خوشی ہو گیا
 پھر ایک مدت فیروز شاہ جنگالے میں شہزادی کے ساتھ رہ کر انکو نایاب اور نامشہور میں مشغول رہتا اور
 ہر روز رخصتے میں جہان طرح طرح کے جانور شکاری تھے جا کر شکار کھیلا کرتا اور شہزادی ہر طرح کے کام
 اُسکے دل لگنے کے لیے دکھاتی اور جب دو فون شکار سے فراغت پاتے تو اُس مکان پر تکلف نہ
 ہوا وہاں بنا ہوا اور اسباب عیش سے ہر طرح سجا ہوا تھا جا کر آرام اور آسائش ہر طرح کی باتیں کیا کرتے
 شہزادہ فیروز اکثر شوکت ملک پارس کی اور کثرت فوج و خزانے اور آبادی ملکوں وغیرہ کی شہزادی سے
 بیان کیا کرتا اور ایسا اسکا جی شہزادی سے لگا کہ ایک دم اُس سے جدائی نہ چاہتا تھا بعد مدت کے اُسے
 پھر باپ کو یاد کر کے شہزادی سے اجازت طلب کی اور کہا کہ اگر تمہیں میرے قول پر اعتبار نہیں تو تم بھی میرا
 ساتھ چلو شہزادی اس بات پر راضی ہوئی اور دوسرے دن بہت سویرے کہ سب خواجہ سرا اور خالصین
 شہزادی کی غافل سوئی تھیں فیروز شاہ شہزادی کو اُس محل کی چھت پر لگایا اور اُس گھوڑے کا ٹھہر
 ملک پارس کے کراٹسو ایسی جگہ پر رکھا کہ جہان سے شہزادی جنگل کی آرام سے اُس پر سوار ہو سکے پہلے
 آپ اُس گھوڑے پر سوار ہوا پھر شہزادی کو آگے اپنے سوار کر دیا کیلئے سچ کو گھمایا وہ گھوڑا اڑا اور اُس
 تیزی سے روانہ ہوا کہ اڑھائی ساعت میں شیراز کو پہنچا فیروز شاہ وہاں نہ تو اپنے محل میں اور نہ اپنے
 باپ کے مکان میں گیا بلکہ ایک گاؤں میں کہ شیراز کے نزدیک تھا گھوڑے سے نیچے آیا اور شہزادی
 کو ایک مکان بادشاہی میں کہ وہاں بنا ہوا تھا رہنے کو کہا اور بیان کیا کہ میں نے واسطے تمہارے اعزاز
 یہاں جمعین رہنے کو کہا ہے اب میں جا کر اپنے باپ سے تمہارے آئینی خیر کر کے فوراً تمہارے پاس آتا ہوں
 پھر اس مکان کے خاندان کو حکم کیا کہ جو چیز شہزادی کو درکار ہو تیار رکھ کہ وقت پر تکلیف نہ ہو اور ایک گھوڑا میرے
 لیے تیار کر کے جلا اور بھی اسباب حاضری کا بڑے تکلف کے ساتھ دسترخوان پر لگا کر شہزادی کو خاصہ
 کیا میں ابھی شیراز سے پھر آتا ہوں یہ حکم خاندان کو دیا کہ آپ گھوڑے پر سوار ہو اُس اُسے سے جو محل
 بادشاہ کی طرف تھارے روانہ ہوا کہ خلق اُسے دیکھ کر خوش ہو اُسے کہ وہاں کے سب لوگ اُسکے واسطے عائن مانگتے
 تھے کہ خدا اسکو بخیر و خوبی بیان پہنچائے جب فیروز شاہ اپنے باپ کے حضور میں حاضر ہوا بادشاہ نے

لے دیکھ کر نہایت خوشی سے اپنے گلے سے لگایا اور خوشی کا رونا رو کے نچر ہوا اور حال پوچھا اُس نے
 سارا حال اپنی مصیبت کا بیان کیا پھر شہزادی بنگالے کا حال بیان کر کے کہا میں اقرار شادی کا اُسکے
 ساتھ کرچکا ہوں چنانچہ وہ شہزادی میرے ساتھ آئی ہو اور اُس بادشاہی محل میں جو غلامے گاؤں میں ہو
 اُسکو چھوڑ کر پہلے آپ کے حضور میں حاضر ہونا اجازت لیا آپ سے اُسے استقبال کر کے لاؤں یہ کہنے کے
 فیروز شاہ اپنے باپ کے قدموں پر گر ا اور اجازت اُسکے لئے اور اُسکے ساتھ شادی کر لے لی چاہی بادشاہ نے
 اُسکو پھر اپنے سینے سے لگایا اور کہا اے فرزند مجھے منظور ہو کہ خود اُسکا استقبال کر کے پہلے اُسکا
 شکر بجا لاؤں پھر اُسکو بڑے محل سے لاکر اپنے محل میں داخل کروں اور سب روم و مہتماری شادی کے
 آج ہی عمل میں لاؤں پھر اُس بادشاہ نے حکم کیا کہ میری سواری تیار ہو اور سب لوگ خوشی کر رہے ہیں
 اور شادی کے بعد شادی کے بچپن پھر فرمایا اُس ہندی کو جو قیدی حاضر کرو چنانچہ اُسکو بادشاہ کے حضور
 میں لے گئے جب وہ ہندی حاضر ہوا بادشاہ نے اُس سے کہا اگرچہ تو قابل گردن مارنے کے تھا
 مگر شکر کر کہ میرا بچہ صحیح و سالم فچھ سے آکر ملا اسلئے تجھے میں نے چھوڑ دیا اسی وقت اپنا گھوڑا لیکر یہاں سے
 چلا جا پھر کبھی میرے سامنے نہ آنا ہندی نے قید خانے سے نکلنے ہی ساتھ کہ فیروز شاہ اُس گھوڑے
 پر ایک شہزادی نہایت حسین کو اپنے ساتھ لایا اور اُسے ایک محل بادشاہی میں جو خانہ گاؤں میں واقع ہو
 چھوڑ کر آپ تنہا یہاں آیا جواب بادشاہ نے وہاں جانے کے واسطے تیاری نہ کی بلکہ اس گاؤں میں جانے کے
 شہزادی کو لے آئے پس اُس ہندی نے اس گاؤں کی راہ لی اور اُس محل کے خاندان مان سے جا کر کہا
 بادشاہ اور فیروز شاہ نے مجھے شہزادی بنگالے کے بھائی کے واسطے بھیجا ہے خاندان مان اُس ہندی
 کا رہا جو ناسن چکا تھا اُسکی بات کو سچ جانا اور اُسے شہزادی کے پاس لیجا کر لانا کہ بادشاہ نے تمھارے
 بھائی کے واسطے اس شخص کو بھیجا ہے شہزادی خوش ہو کے تیار ہوئی ہندی پہلے آپ اُس محل کے گھوڑے
 پر سوار ہوا پھر شہزادی کو سوار کرادے اپنے بھلاکل کو پھیرا وہ گھوڑا آسمان کی طرح اڑا اور راند ہوا کے
 بلند ہوا اور اسی ساعت بادشاہ بھی اپنے خدم و چشم کے ساتھ اس گاؤں کی طرف چلا اور فیروز شاہ نے
 چاہا کہ قبل پہنچے بادشاہ کے شہزادی کے پاس جاؤں اور اُسے بادشاہ کے آنے کی خبر دے کہ آواہ
 روانگی کا کروں جب وہاں پہنچا زبانی خاندان مان کے حال روانگی شہزادی بنگالے کا کل کے گھوڑے
 پر اُس ہندی کے ساتھ میں سکر قریب غم سے عجیب اُسکی حالت ہوئی جسکا بیان نہیں ہو سکتا بادشاہ اور اُسکے

ایک کار اس خبر کو سنکر راہ ہی سے غمگین ہو کے اپنے مکان کو پھر گئے مگر فیروز شاہ ویر تک پہنچا اس جگہ
 پڑا رہا جب ہوش میں آیا اسی خانہ سالانہ نے اگر فیروز شاہ کے دستہ میں پسر رکھا اور کاغذ اور غلام
 سے یہ حضور ناوانتہ ہوا اب میں حاضر ہوں جو سزا منظور ہو دیجیے مجھے انکار نہیں فیروز شاہ نے
 اس سے کہا تیرا قصہ میری غفلت اور نادانی سے ہوا اب تو جلد میرے واسطے فقیرانہ لباس حاضر کر
 اس مکان کے قریب ایک درویش اور اس کے مرید رہتے تھے خانہ سالانہ نے اس درویش سے جا کر کہا
 بادشاہ ایک امیر سے نہایت ناخوش ہوا اور چاہتا ہے کہ اسکو گرفتار کر کے قتل کرے وہ امیر ایسی حالت
 میں مجھ سے ملے گی تو اگر لباس فقیر کا مجھے ملے تو میں بھیس بد لکر اس شہر سے کسٹھن کو نکل جاؤں
 اس درویش نے ایک جوڑا اپنا دیا خانہ سالانہ نے وہ لباس فیروز شاہ کو لا کر دیا فیروز شاہ نے اس
 لباس کو پہن اور اپنی وضع کو بدل ایک صندوقچہ جو اہرات کا ساتھ لے رات کے اندھیرے میں اس
 گاہنوں سے جنگل کی راہ لی اور یہ دل میں ٹھاندا کہ جب تک شہزادی بنگالے کی مجھے نہ ملیگی ہرگز نہ لوٹو گا
 ایمان سے حال اس ہندی کا سینے کا اس کل کے گھوڑے نے اُن دونوں کو اسی دن دو تین گھنٹے
 کے عرصہ میں متصل دارالریاست کشمیر کے ایک جنگل کی طرف پہنچایا اسوقت ہندی کو بھوک لگی اور اس
 قیاس کیا کہ شہزادی بھی بھوکی ہوگی چہرہ درختوں سایہ واسکے نیچے جان شیریں پانی کا چشمہ بہتا
 تھا اس کل کے گھوڑے سے اتر اوجستہ میں کھانسی ایک سمت کو گیا اس کے جانے کے بعد شہزادی
 اپنے تین ایسے نامعقول زشت رو کے قابو میں پاس کے نہایت پریشان ہوئی اور چاہا کہ کسی طرح اس کے
 ہاتھ سے اپنے تین جلد چھڑائے اور کہیں جا کے اپنے تین اس سے چھپائے مگر سبب ضعف کے
 طاقت اپنے میں نہ پائی دعا مانگتی تھی کہ خدا مجھے موت دے تا اس ناپاک گے ہاتھ سے میری عصمت
 محفوظ رہے غرض وہ اسی خیال میں تھی کہ ہندی نے اگر کچھ کھانا اسے کھلایا پھر اس میں طاقت آئی اور بعد
 کھانا کھلانے کے ہندی نے شہزادی سے اپنے مطلب کی درخواست کی شہزادی نے انکار کیا وہ کھانا
 کھا اور قصد مار نکالیا شہزادی مجبور ہو چلا کر رونے لگی اس کے رونے سے ایک ہنگامہ اس جنگل میں برپا ہوا
 اس غل کے سمنے ہی ایک گروہ نے سواروں کے وہاں آکر اُن دونوں کو گھیر لیا اور وہ سوار بادشاہ
 کشمیر کے ہمراہی تھے کہ نکار کر کے پھرتے وقت شہزادی کی خوش نصیبی سے اُدھر ہو سکے اور آواز
 روٹنی سن کر وہاں دوڑے آئے آخر بادشاہ کشمیر نے ہندی سے پوچھا تو کون ہے اور نام تیرا کیا ہے اور یہ بی بی

تیری کون ہوا اور یہ روتی کہوں ہو ہندی نے کڑے ہونے کہا یہ میری جو وہی شہزادی نے بادشاہ کشمیر سے کہا کہ نندامحض میری ہی حمایت اور حفاظت کے لیے تلو اس جنگل میں لایا یہ جھوٹا بیوہ خدا مجھے اسکی جو رو ہونے سے بچائے بہ جادوگر مجھ کو شہزادہ پارس کے گھڑت چڑا کر جادوگر کے گھوڑے پر بٹھالے بھاگا ہو بادشاہ کو شہزادی کی بیکسی پر رحم آیا اور اسکے جادو جلال اور حسن و جمال کو دیکھنے پر حیر ہوا اور سوار دن کو حکم کیا کہ اس ہندی کو بادشاہ میں ایسی بد کرداری کے قتل کرو سوار دن نے اس ہندی کا سر کاٹ ڈالا شہزادی ایک کے ہاتھ سے چھو مگر دوسرے کے بسین پڑی پھر بادشاہ کشمیر اُسکو اور ایک گھوڑے پر سوار

تصویر بادشاہ کشمیر کی مع لشکر جنگل میں آنے اور ہندی کو قتل کر کے شہزادہ کو لیجانے کی



کر کے اپنے شہر میں لایا اور ایک بڑا عالیشان محل اسکے رہنے کے لیے مقرر کیا اور بہت خواہمین اور خواجہ سرا اسکی خدمت کے لیے معین کیے اور بہت تسلی کر کے کہا شہزادی تم نہایت نکلی ماندی معلوم ہوتی ہو آج تم آرام کرو یہ کہیکے بادشاہ چلا گیا شہزادی سو رہی پھر جب جاگی اپنے دہین خیال کرنے لگی کہ بادشاہ کشمیر نے میرے حال پر نہایت مہربانی فرمائی دو تین دن کے بعد بادشاہ نے ارادہ شادی شہزادی کیسا تھ کر کے حکم تیار کیا

پھر تو چاروں طرف فوتین بجے لگیں اور بیچ تمام قلم و اس بادشاہ کے یہ خبر پھیل گئی اور شخص اچھی قیمت کے دائیں خوشی کرنے لگا جب بادشاہ نے قصد کیا کہ اب بنگالے کی شہزادی کو اس امر سے مطلع کرے تاکہ وہ اپنے تئیں آراستہ کرے اتنے میں غور و غفل سے باجون کے اسکی آنکھ کھل گئی اُسے خواصوں سے پوچھا کہ یہ ہنگامہ کیسا ہے اُنھوں نے عرض کیا کہ تمھاری شادی ہمارے بادشاہ کے ساتھ ہوگی یہ سب دھوم اُمیلی ہو یہ سننے ہی شہزادی بہوش ہو کے گر پڑی خواصوں نے بادشاہ کٹمبیر سے خبر کی بادشاہ اُسکے علاج میں مصروف ہوا اور باجوہ و بہت تدبیروں کے شہزادی اُسی حالت میں پڑی رہی جب وہ اُٹا فانی میں آئی اُسے اپنی زندگی سے ہاتھ اُٹھایا اور قصد حنائیکا کیا اسیلے کہ سولے شہزادے پارس کے اور کسی کے ساتھ اسکو شادی کرنا منظور نہ تھا پھر اُس نے اپنے تئیں دیوانہ سودائی بنا کر بادشاہ کو ہزارہ گالیان دیوانوں کی طرح دنیا شرق و کین اور اس پر حملہ کرنے لگی بادشاہ نہایت مغموم ہوا اور باہر آیا اور اسکی خواصوں کو حکم فرمایا کہ گھڑی گھڑی حال سے اُسکے مجھے آکر اطلاع کرو اور بدل و جان اُسکے معاملے میں مصروف ہوا اور فرمایا کہ طبیب سیانے اور پچھلے جھانڑیلے حاضر ہوں اور اس شہزادی کا علاج اور حاضر کرین اول شہر کے طبیبوں اور حکیموں نے علاج اُسکا کیا پھر سب سیانوں نے تعویذ اور پلٹے لٹکے ملائے اور اُنکی دعویٰ دی مگر اسکو ذرا آرام نہوا بلکہ اُسکی حالت اور بدتر ہوئی پھر تو بادشاہ نے اشتہار دیا کہ جو کوئی شہزادی کو اچھا کرے گا بہت انعام و اکرام دیکر سر فراز کر دگا پھر سب حکیموں نے جو نہیں بھی نوکر بادشاہی تھے اسیں صلاح کر کے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر یہ بیماری شہزادی کو تازہ ہوئی ہوگی تو البتہ علاج پذیر ہو اور اگر کمنہ ہو تو علاج مشکل ہو یہ امر بے دیکھے مریض کے معلوم نہیں ہو سکتا ہو بادشاہ نے خواجہ سراؤں سے کہا کہ انہیں سے ایک دو حکیم کو لجا کر شہزادی کی نبض دیکھلا و خواجہ سراؤں نے نجب حکیموں کے لئے جانے کی تدبیر کی شہزادی اس حال سے مطلع ہو کے دل میں کہنے لگی کہ اگر حکیم میری نبض کو دیکھینگے تو اُن کو صاف معلوم ہوگا کہ کچھ بیماری نہیں اتنے مکر سے اپنے تئیں بیمار اور دیوانہ بنایا ہے اسوقت میرا حال بناوٹ کا کھلی ٹیگا اب ایسا حال بنایا جاسیے کہ کوئی میرے نزدیک نہ آسکے پھر وجہ کوئی اُسکے نزدیک جانا اُسکو کاٹنے اور مارنے کا قصد کرنی اس خوف سے کوئی اُسکے پاس نہ جاسکتا پھر اُن سب حکیموں نے اسکا یہ حال دیکھ کر بے دیکھے نبض کے کچھ دوائیں اور شربت کے مفید جنون اور ہوا کے ہون چوز کیے شہزادی اُن دوائوں کو چپکے سے کھا لیتی پھر وہ جب چاہتی اپنے تئیں دیوانہ بناتی

اور نہ مائی میں ابھی ہو جاتی غرض ملکوں ملکوں کے حکیم اُسکے معالجے کو بلائے مگر کسی سے وہ ابھی نہویں فریاد
 کہ لباس فقیرانہ پہنے اور اپنی ہیئت اور وضع بدلے ہوئے شہر شہر اور ملک و ملک جنگل کی شہزادی کو
 دھونڈتا پھرتا تھا اور بے اعتنائے سفر میں گھس گئے تھے ایک شہر میں پہونچا اور اُسے وہاں کے
 رہنے والوں کی زبانی سنا کہ کشمیر میں ایک شہزادی جنگلے کی جگہ ساتھ وہاں کا بادشاہ ارادہ شادی
 کا رکھتا ہے ایسی بے لاف مرض جنوں میں ہوئی ہو کہ کس طرح ابھی نہیں جوتی یہ خبر سنتے ہی فریاد شاہ سمجھ گیا کہ
 یہ شہزادی وہی ہے جسکی تلاش میں میں اس حال کو پہونچا پھر اُسے کشمیر کی راہ لی اور بعد طو مسافت بے بیہ
 کشمیر میں پہونچا ایک سرسے میں اتر ااور تمام دن اُسی جنگلے کی شہزادی کا حال سنا اور شتاق ہوا کہ
 کسی طرح انجام کار اُس ہندی مرد و دکان شہزادی کو فریب سے بھاگا تھا سنوں کہ کیا ہوا مگر اُسکے
 حال کو کسی نے نہ سنا پھر فریاد شاہ سمجھ گیا کہ شہزادی نے اپنے بچانے کے لیے بظاہر اپنے تین دیوانے
 بنایا بادشاہ کشمیر اُسکے ساتھ شادی نہ کر کے غرض فریاد شاہ نے فقیرانہ لباس اتار لباس حکیموں کا
 مثل رواج کشمیر پہنا اور حکیموں کی طرح گلی کو چون بین پھر ناشروع کیا آخر ایک دن دو تھانہ شاہی پر
 جا کے دار و درو دیوانہ خانہ سے عرض کیا کہ میں واسطے معالجہ کرنے شہزادی کے بہت دور سے آیا ہوں
 اُسے کہا اپنی صورت نکھل دیکھ تو کیا علاج کیگا سیکھوں طبعیوں حادث سے تو کچھ نہ آیا تجھے کس ہو گا
 کہا میں تو کچھ بادشاہ سے مانگتا نہیں صرف واسطے قیمت آزمائی کے یہاں آیا ہوں دار و درو کو اسکی غیبی پر
 رحم آیا اُسکو اپنے مکان میں شہزادہ بادشاہ سے عرض کیا کہ اُسکو میرے روبرو لاؤ وہ
 بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا بادشاہ نے جنگلے کی شہزادی کا حال بالکل بیان کیا اور کہا کہ نزدیک
 اپنے وہ کسی کو آئے نہیں دینی تم دور سے کچھ دوا ایسی اُسکو دو کہ میں وہ ابھی ہو یہ کھلے اُسے ایک
 مکان میں کہ اُس شہزادی کے محل سے لگا ہوا تھلے گیا فریاد شاہ نے اُس مکان میں جا کے شہزادی کو
 دیکھا کہ غافل بھی گشت اپنی جستجو کے گاکر رو رہی ہے جسے سُنکر اسنلن کا دل ٹکڑے ہوا تو پھر فریاد شاہ
 نے اُسکو پہچان کر پھر دیکھا کہ وہ جنوں اسکا ساختہ ہے حقیقت میں اُسکو کوئی عارضہ نہیں پھر اُسے لگے بادشاہ
 سے کہا کہ میں نے خوب غور سے دیکھا اور دریافت کیا شہزادی کی بیماری دوا پذیر ہے اگر ارشاد ہو تو میں اُس
 کچھ پوچھوں کہ بعد دریافت حال اُسکی زبان سے دوا اُسکی سہل ہو جائیگی شہزادہ فریاد شاہ
 جانتا تھا کہ وہ سنتے ہی میری آواز کے اپنی دیوانگی کو چھوڑ دیگی اور جو میں کہوں گا وہی کریگی بادشاہ نے

فرمایا کہ دروازہ شہزادی کے کمرے کا کھول دیا اور اس حکیم کو اُسکے پاس جانے دو جب وہ شہزادہ اُس مکان میں گیا شہزادی اُسے حکیموں کی وضع میں دیکھا غصہ کرنے لگا کہ کیا ان دینے لگی مگر شہزادہ اُسکے نزدیک گیا اور بلا مُت شہزادی سے کہا کہ میں حکیم نہیں ہوں شہزادہ پارس فیروز شاہ ہون تیرے لیے میں نے یہ اپنا حال بنایا شہزادی نے اُسکو اُسکی آواز اور شکل سے پہچانا اور اپنے جوش میں آئی اور اُسکا منہ دیکھنے لگی پھر شہزادہ فیروز نے اُس سے سب حال پوچھا اور اپنا حال بھی جو اُسپر گذرنا تھا مختصر بیان کیا اور کہا کہ بعد پھر نے شہر شہزادہ ملک ملک کے تیرا یہاں پھر ٹھکانا لگا خاطر جمع رکھا اب میں تجھ کو یہاں سے نکال لے جاؤ مگر شہزادی نے کہا کہ اپنے بچانے کے لیے بادشاہ کشمیر سے میں نے اپنے تین دیوانہ بنایا ہے فیروز شاہ نے اُسکے سب حال سنا اُس سے پوچھا کہ کو معلوم ہو کہ اُس کل کے گھوڑے کو بادشاہ نے بعد قتل کرنے اُس ہندی کے کیا کیا اور کہاں رکھا جو شہزادی نے کہا مجھے معلوم نہیں شہزادہ فیروز شاہ سوچا کہ البتہ بادشاہ نے اُس گھوڑے کو حفاظت سے رکھا ہو گا پھر شہزادی کی تسلی کے لیے کہا اب صلاح یہ ہے کہ تو بھی بچنا بادشاہ جانے کہ میری تدبیر سے تجھے شفا ہوئی اس صوٹ میں جو میں اُس سے کہو گا وہ مایگا شہزادی نے کہا کہ اچھا دوسرے دن شہزادی ہوشاک تبدیل کر اپنے جوش و دھواں میں آئی اور ہر ایک سے بات چیت بھی کرنے لگی بادشاہ اُسکو تندرست پا کر کمال خوش ہوا اور اس حکیم کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ تھے اس علاج میں سبجائی کی اُسکے جواب میں اُس نے جو مناسب تھا کہہ کر پوچھا کہ یہ شہزادی بنگالہ سے یہاں پر کیونکر آئی عرض اُس کی اس پوچھنے سے یہ بھی کہ اس ضمن میں کل کے گھوڑے کا ذکر آئے مگر بادشاہ کچھ نہ سمجھا اور شہزادی کے کہنے کا حال دیکھا کہ اُسکی زبان بے ساختہ کہا بعد اُسکے یہ بھی کہا کہ ایک گھوڑا چوٹی کہ اُن دونوں کے پاس رکھا ہوا تھا میں نے اُسے اپنے خزانے میں رکھوا دیا اور وہ بادشاہ اصلاً اُس گھوڑے کے خواہش سے آگاہ نہ تھا شہزادہ فیروز نے کہا اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہزادی اُس جادو کے گھوڑے پر بیڑہ کے جو آئی تھی وقت اُترنے کے اُسکو کچھ دھوئی اور جو شبہ نہیں دی اسی سبب سے وہ آسیب زدہ ہو گئی ہے اگرچہ میں جادو اُن کے زور سے اُسے ہوش میں لایا ہوں مگر اُس کو ابھی صحت کامل حاصل نہیں ہوئی اگر تمہیں منظور ہے کہ شہزادی کو صحت ملی حاصل ہو تو آپ سب اپنے شہر کے آدمی ایک بڑے میدان میں جمع کیجئے اور اُس جادو کے گھوڑے کو منگو لیئے تو پھر میں اُس شہزادی کو اُسپر سوار کروں اور اُس گھوڑے کو خوشبو دوں تا پھر کبھی بیمار نہ ہو مگر چاہیے کہ وہ شہزادی لباس فاخرہ پہن کے اُس گھوڑے

پرسوار ہو بادشاہ نے اپنے اہلکاروں سے فرمایا کہ جس امر کو حکیم کہے تم اسکو بجالاؤ غرض دوسرے دن اس
کل کے گھوڑے کو خزانے سے اٹھا لاکے ایک بڑے میدان میں رکھا اور اشتہار دیا کہ شہر کے سب لوگ
میدان میں آج ہون اور فیج بھی گرد اس میدان کے حلقہ باندھ کے کھڑی ہو چسبہ جب سب لوگ
شہر کے جمع ہوئے اور فیج شاہی بھی حاضر ہوئی حکیم نے حکم کیا کہ کسی کو اس گھوڑے کے پاس نہ لے نہ دیا
اور بادشاہ آپ بھی آکر خیمے میں جو اسکے لیے استادہ کیا گیا تھا اجلاس فرمائے اور گرد اسکے ارکان و
اور اہل دربار بھی اپنے اپنے بستے سے گھوڑے ہون اور شہزادی بنگالے کی بھی اپنی خواصون سمیت آگے
اس گھوڑے پر سوار ہو جانے پر مجب کئے حکیم کے جب سب ہو چکا اور شہزادی کو خواصین کل کے گھوڑے پر
سوار کر باگ گھوڑے کی پٹن کے کھڑی ہوئیں اس حکیم جلی نے گرد اس گھوڑے کے بہت سی انگلیں آگ
کی رکھوائیں اور انہیں سفوف اور نیل خوشبودار مٹھی بھر بھر ڈال کر تین بار گرد اس گھوڑے کے طواف کیا
اور کچھ دھوکا دینے کے واسطے بڑھنے لگا جبکہ انگلیتھون سے اسقدر دھواں اٹھا کہ شہزادی اور وہ
گھوڑا وہ دونوں چاروں طرف سے دھوئیں میں چھپ گئے اسوقت شہزادہ فیروز شاہ قابو پا کر اس گھوڑے پر
سے اس شہزادی کے سوار ہوا اور اس روانگی کے تیج کو گھمایا اسکے گھلتے ہی وہ گھوڑا آسمان کی طرف
اُٹھنے لگا پھر فیروز شاہ نے ہو ابر جا کے آواز بلند کہا کہ امی بادشاہ کشمیر تو نے چاہا تھا کہ اس شہزادی کے
ساتھ اپنی شادی کرے اب تو جان کہ یہ شہزادی بنگالہ کی منگیت شہزادہ پارس کی ہو چکو وہ اب
اپنے ساتھ لے چلا اس بات کو بادشاہ کشمیر اور سب اسکے اہل شہر شکر نہایت متعجب ہوئے پھر مئی دن
کئی گھڑی کے بعد شہزادہ فیروز شاہ بنگالے کی شہزادی کو لیکر ملک پارس میں پہونچا اور اپنے باپ کے
محل میں آکر بادشاہ پارس اپنے بیٹے فیروز شاہ اور اس شہزادی کو دیکھ کر کمال خوش ہوا اور کئی دن
بکے بعد ان دونوں کی شادی بڑی دھوم سے کی اور بعد منہ اعت پائے اس شادی کے
بادشاہ بنگالے کو اس امر سے مطلع کیا کہ تمھاری بیٹی کے ساتھ میں نے اپنے بیٹے و بعد فیروز شاہ کی
شادی کر دی اور تمھاری شہزادی یہاں بہت خوش و خرم ہے بادشاہ بنگالے کا یہ خبر شکر نہایت خوش
ہوا اور وجواب اسکے نامہ بادشاہ پارس کے نام لکھا اور بہت تحفہ بادشاہ کو اور لاکھون روپیہ کا
جو شہزادی اور فیروز شاہ کو بھیجا ملک شہزادے نے یہ تحفہ تمام کیا اور دوسری رات کو قصہ شہزادہ احمد اور
پڑی بانو کا کہنا شروع کیا

قصہ شہزادہ احمد اور پری بانو کا

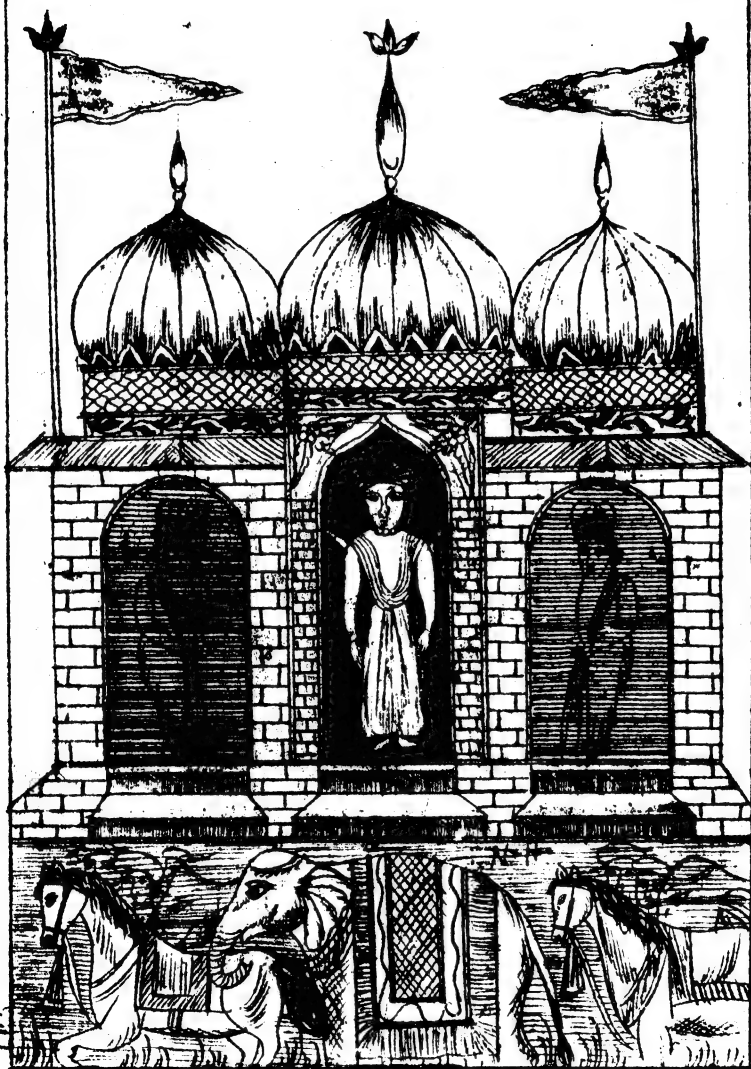
اگلے زمانے میں ایک بادشاہ ہندوستان کے تین بیٹے تھے بڑے کا نام حسین اور ننھے کا علی اور چھوٹے کا احمد اور ایک شہزادی نور النہار نامی بیٹی اسکے بھائی کی تھی اور بادشاہ نے بعد میں بھائی کے اپنی بھیجی کو اپنے محل میں لا کر رکھا تھا اور اسکی تعلیم اور تربیت میں بدل مصروف رہتا اور وہ شہزادی اور شہزادوں کی بنسبت حسن جمال و عقل و دانش میں ممتاز تھی اور بچپن سے اُن تینوں شہزادوں کے ساتھ ایک جگہ رہتی اور کھیلا کرتی بانو نے تجویز کیا تھا کہ بعد میں ہونے نور النہار کے اسکی شادی کسی شہزادے کے ساتھ کر دیا جائے مگر جب اسکو معلوم ہوا کہ تینوں شہزادے میرے اس شہزادی پر عاشق زار ہیں اور ہر ایک کو کمال آرزو ہے کہ شادی اسکی میرے ساتھ ہو تب وہ نہایت متروک ہوا اور دل میں سوچا کہ اس شہزادی کی شادی ان تینوں میں سے جسکے ساتھ کر دیا جائے اور شہزادے ناراض ہوں گے اور ناراض ہونے کی مجھے گوارا نہیں اور اگر کسی چھٹی شہزادے کے ساتھ اسکو بیاہوں گا تو یہ تینوں شہزادے ناخوش اور رنجیدہ ہوں گے خدا اجل نے اپنے تینوں ہلاک کر دیں یا محل جائیں ہجرت یہ امر خالی فوٹ سے نہیں ایسی کوئی تدبیر بھیجے کہ شادی اسکی جس ایک کے ساتھ ہو دے دیا جائے اور دوسرے اسکے اسے ناراض نہوں چنانچہ بادشاہ اس امر میں مت تک سوچا کیا آخر کو ایک بات نکالی یعنی تینوں شہزادوں کو بلا کر کہا کہ میرے نزدیک تم تینوں برابر ہو ایک کی شادی نور النہار کے ساتھ نہیں کر سکتا اور یہ بھی غیر ممکن ہے کہ اسکو تم تینوں کے ساتھ تختہ کر دوں مگر ایک امر ہے کہ سب اسکے جسکے ساتھ شادی نور النہار کی ہوگی کوئی تم میں سے ناراض نہوگا اور تم تینوں کے درمیان میں محبت ہو سکتی ہے اور کوئی حد اور بغض باہم نہ کرے گا وہ یہ کہ تم تینوں بھائی سفر کرو اور ہر ایک ایک دوسرے سے جلد جدا ہو کر دلوں میں جا کے ایک ایک چیز تختہ نہایت عجیبے غریب میرے لیے لاؤ جسکا تختہ تم تینوں میں سے عجیب تر ہوگا اسکے ساتھ شادی نور النہار کی کر دینا اور جو کچھ تمکو اس سفر میں درکار ہو میرے خزانے سے لو غرض تینوں شہزادوں نے اس امر کو بدل منظور کیا اور ہر ایک اپنے اپنے دلیں خوش ہو کر سب بھائیوں سے میں ہی اچھا اور عجیب تختہ لاکے نور النہار کو اپنے تختہ میں لاؤ گے پھر بادشاہ نے تینوں بھائیوں کو علیحدہ علیحدہ حب و خواہش ہر ایک کے خطبہ دیکھ فرمایا کہ اب تم جلد سفر کی تیاری کر کے روانہ ہو چنانچہ وہ شہزادے بھی تیاری سفر دوسرے دن سو گئے اور کچھ عرصے بعد اور بعد ضرورت اسباب سفر اور دکانوں کو ساتھ لے اپنے باپ کے دارالملک سے روانہ ہوئے کسی منزل تک کہ ایک ہی راہ تھی

یہ ہم گئے پھر جب وہ تینوں بھائی ایسی جگہ پہنچے کہ جہان سے راہ اور ملکوں کے جانے کی جداجہا تھی
ایک سرزمین اتر کے کھانا رات کا باہم ملے کھایا اور آپس میں یہ قرار دیا کہ اب تک ہم تینوں بھائیوں کی راہ
ایک ہی جگہ تک سے ہم تینوں جدا جدا ہو کر جائیں گے پس چاہیے کہ ہم تینوں بھائی ایک برس سے زیادہ ہفت روزہ
اتنی مدت میں ہم سب سفر کر کے اسی سرزمین جہان سے جدا ہوتے ہیں آمین اور یہاں سے ہم تینوں مل کے
بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اگر ہے ایک بھائی پہلے پہنچے تو وہ اس جگہ ٹھہر کے منتظر ہو جائے اپنے
دونوں بھائیوں کا رہنے اور اگر وہ پہلے پہنچیں تو وہ دونوں تیسرے کے آنے کا انتظار کر عین غرض
دوسرے دن سویرے تینوں بھائی ایک دوسرے کے گلے گلے اور گھوڑوں پر سوار ہو جدا جدا ملک
کی طرف روانہ ہوئے شہزادہ حسین کو سب سے بڑا تھا اور پویشہ تعریف شہریشن گڑھ کی سنا کرتا اور کمال
شوق اس کے دیکھنے کا رکھتا تھا اس طرف ہمدان قافلے کے روانہ ہوا اور تین مہینے تک سفر دریا کا کیا
بعد ازان راہ دشمنی طو کر کے بہت شہزادوں بن سیر کرتا ہوا فتنہ گر مہمین کہ سبب سعت کے کئی حاکم اس میں
رہتے تھے پہنچا اور ایک سرزمین جو مخصوص تاجروں کے لیے تھی اتر اوبان کے باشندوں سے معلوم ہوا
کہ اس شہر میں ایک بڑا بازار ہے جس میں عجائب اسباب اور ہر ایک ملک کی چیزیں ملتی ہیں دوسرے دن
شہزادہ حسین اس بازار میں گیا اسکے طول و عرض کو دیکھ حیران ہوا اور اس بازار میں ہزاروں دکانیں
نہایت لطافت اور خوبی کے ساتھ بنی ہوئی تھیں اور آگے ہر ایک دکان کے سامنے سلاسل بچاؤ
دھوپ اور گرمی کے نہایت خوش اسلوبی سے لگا ہوا تھا کہ اس کے سبب سے دکانوں میں اندھیرا نہوتا
برجنس کی دکانیں علیحدہ علیحدہ تھیں اور طرح طرح کے پارچے ساوے اور بوڑے دار ترتیب سے رکھے
ہوئے تھے تصویریں درخت اور پھولوں کی اس خوبی سے اُن کپڑوں پر کو بھی ہوئی تھیں کہ معلوم
ہوتا تھا جیج جیج کے درخت اور پھول ہیں اور ریشمی کپڑے اور کچاب و چکن ساٹھن وغیرہ ساخت ایران و چین
کے وہاں بیٹھا رہتے کہیں شیشہ آلات اور ظروف چینی کے بھرے ہوئے اور کہیں ہزاروں قسم کے
قالین وغیرہ فروش کئے تھے جن کے دیکھنے اور سیر کرنے سے حیران ہوا پھر اُن دکانوں کی طرف آیا
جہاں زین چاندی سونے کے ظروف اور جواہرات ہر قسم کی موتی وغیرہ جسے دکانیں وشن ہو رہی تھیں
کہتے تھے شہزادہ حسین نے صرف ایک بازار میں اس قدر ملاحظہ اور جواہرات دیکھ کر قصو کیا کہ خدا جانے
سارے شہر میں کہ قدر مال اسباب ہو گا اور دیان کے برعمہنوں کو دیکھ زیادہ متحیر ہوا کہ عوام اناس اُسے کیوں

اور جو اس پہنہ پھرتے تھے لوہی غلام لنگے بھی سونے کے بھاری کڑے اور طوق گلے اور ہاتھوں
 بن پہنہ پھرتے تھے اور ہر ایک بازار میں ہر قسم کے پھولوں کے انبار رکھے ہوئے اور وہاں کے وضع
 اور شریف پھولوں کے ہار بعض ہاتھ میں اور بعض بطور سہرے کے پیٹھ اور بعض ہتھیاں گلے میں پہنہ
 شہر میں گلشت کیا کرتے اور سب دکا نڈا رنگد سے پھولوں کے قرینے چکر رکھتے تمام بازار خوشبو
 سے معطر ہو رہا تھا شہزادہ حسین نے چاہا کہ کسی دکان میں بیٹھ کر دم لوں ایک تاجر نے اسے بستر سے
 سب حال دریافت کر کے کمال محبت سے اس کو اپنی دکان میں بٹھایا شہزادہ حسین سلام کر کے بیٹھ گیا
 بعد ایک گھڑی کے ایک دلال کو دیکھا کہ ایک غالیچہ چار گز کے مربع میں بیٹے ہوئے کتا پھرتا تھا کہ غالیچہ
 چالیس ہزار اشرفی کو کتا جو جو چاہے مول لے شہزادے نے بہت تعجب کیا اور اس دلال کو بلا کر کہا
 کہ ایسا غالیچہ ایک روپیہ کو کتا ہوا سمین کیا ایسی خوبی ہو کہ جسکی تو نے چالیس ہزار اشرفی کہیں دلال نے
 کہا صاحب اس غالیچہ کے مالک نے مجھے کہا ہے کہ میں چالیس ہزار اشرفی سے کم نہ بیچو گا شہزادے نے کہا
 کیا اسمین کوئی وصف عجیب ہو دلال نے کہا صاحب بڑا وصف یہ ہے جو صوف تمام اس پر بیٹھ کر کسی جگہ جانے کی
 دور ہو یا نزدیک خواہش کرو فوراً عمر اسی جگہ پہنچ جائے گا وہ جگہ کتنی ہی دور ہو شہزادے نے تصور کیا
 کہ اس سے عجیب تر کوئی تھہ نہیں جو قابلِ لہجائے حضور میں بادشاہ کے ہوا الحمد صد کہ مقصد ولی حاصل ہوا
 یقیناً بادشاہ اس تھہ کو دیکھ نہایت خوش ہو گا پھر شہزادے نے دلال سے کہا اگر اسمین یہ وصف ہو تو اس
 قیمت کو گران نہیں میں مول لیتا ہوں دلال نے کہا اگر آپ کو کچھ شک ہو تو امتحان کر لیجیے لیکن دلال نے
 پچھواڑے دکان کے اس غالیچے کو بچھا اور شہزادے کو اس پر بٹھا آپ بھی اس پر بیٹھ سہلے کے جانے کا قصد
 کیا فوراً وہ دونوں اس سہلے میں پہنچ گئے شہزادے نے وہاں پہنچ کر چالیس ہزار اشرفی ان قیمت
 غالیچے کی اور بیس اشرفی انعام دلال کو دین شہزادہ ایسے تھے عجیب و غریب کے ہاتھ سے بھر دہو پونچھ
 شہر نشین گڑھ کے نہایت خوش ہوا اور یقین جانا کہ بسبب لہجائے اس غالیچے کے بادشاہ کے حضور میں
 مقرر فوراً ہمارا مجھے ملے گی اور ایسی چیز نادر ہرگز میرے بھائیوں کو سیر نہو گی اس نے چاہا کہ اس وقت اس غالیچہ پر
 بیٹھ کر وہ اپنے مالک کی طرف ہوا اور اسی سر میں جہاں سب کے ملنے کا وعدہ ہو جا کر تھہرے سر کو چاکر آنگلی
 کیا غالیچہ اومکا اس سے بہتر ہو کہ بیان کے باشندوں اور بادشاہ کو دیکھوں اور اس شہر کی خوب
 سیر کروں آخر کئی عینے وہاں ٹھہرا وہاں کے بادشاہ کا مہمول تھا کہ ہر ہفتے میں ایک دن اسے انصاف

اور ستمہ مقدّمات تاجردن بیرونی کے اجلاس کرتا شہزادہ حسین اُسکو بخوبی دیکھتا تھا مگر نین چاہتا تھا کہ اپنے حال کو کسی پر ظاہر کرے اور شہزادہ حسین نہایت حسین اور خوش اخلاق و صاحب تیز و خوش بیا و لطیفہ گو ذمّہ فخر تھا اس سبب سے نزدیک بادشاہ ہش گروہ کے اور تاجردن سے زیادہ اُس کی قدر تھی بادشاہ اکثر وجہ شہزادے کی طرف کرتا اور اُس سے حال سلطنت بادشاہ ہندوستان اور اُسکی شوکت و حشمت کا پوچھتا پھر شہزادہ تاجران کی سیر کو کیا ایک تہخانہ نہایت خوش اسلوب بالکل مثل سے بنا ہوا لکھا کہ اندر سے دس گز کا مربع تھا اور بیچ میں اُسکے ایک بت برابر قد آدم کے اس طرح رکھا ہوا کہ چاروں طرف کے دیکھنے والے اُسکو اپنی ہر طرف متوجہ پاتے اور بجائے آنکھوں کے دو بڑے بڑے نعل گران قیمت لگے پھر تہخانہ دوسرا ایک گافون میں دیکھا کہ وہ بھی عجیب و غریب تھا وہاں ایک میدان بقدر نصف میل کے چھڑا تھا جسین درخت گلاب وغیرہ پھولوں خوشبودار کے خوبصورتی سے لگے تھے اور گرد اُس باغ کے چاروں طرف سے دیوار نقدرتین گز کے بلند اٹھی ہوئی اور درمیان اُس میدان کے ایک چوتروہ بقدر قد آدم بلند تھیں سے بنا ہوا اور اُن پتھروں کو آپس میں اس کا رگیری سے ملایا تھا کہ وہ چوتروہ ایک ہی پتھر کا معلوم ہوتا تھا اور اُس چوتروہ کے وسط میں ایک تہخانہ چاس گز کا بلند کہ لکھی کو سون سے چار طرف نظر آتا طول میں تیس گز کا اور عرض میں تیس گز اور رنگ مرمر سرخ سے بالکل بنا تھا پتھر اُسکا ایسا صاف اور چمکنا کہ آئینہ کی طرح اُس میں شکل نظر آتی اور گنبد اُسکا نہایت خوشنما تھا اندر اُس تہخانے کے ہزاروں بت قریب سے رکھے تھے صبح و شام وہاں ہزاروں پیرن اور زن و مرد وہو جا کرنے ہر روز نئے اور طرح طرح کے کھیل اور تماشے کرتے بعضے کھچے گاٹے اور بابجے بجاتے اور جا بجا اکٹھا ہو کر جشن و سرور کرنے اور دُور دُور لکھنؤ سے واسطے اوکر کرنے اپنی نذر دن کے لاکھوں آدمی جمع ہوتے اور وہروا ہلکاروں بادشاہ کے روپیہ اشرفی اور طرح طرح کے نادر تحفے اُس تہخانے میں جڑے شہزادہ حسین نے تماشا میلے کا جویشن گز دہن ہر سال ہوا کرتا تھا بخوبی دیکھا میلے کے دن سب شہروں کے حاکم اور سب و ضعیف و شریف جمع ہو طواف تہخانوں کا کرتے خصوصاً ایک مسجد میں کہ بہت وسیع تھا بڑے پندرہ شاستری چار پانچ مہینوں کی راہ سے وہاں جمع ہوتے غرض تمام ہند کے ہندویشمار واسطے پرستش کے اسقدر جمع ہوئے کہ جنکو دیکھ کر شہزادہ پتھر ہوا اور اسباب کثرت خلایق کے نظر واحد ان سب کا دیکھنا محال تھا اور ایک طرف اس میدان کے کہ نہایت لمبا چڑا تھا ایک عمارت فودر جے کی بڑی وسیع چالیس

تصویریں گڑھ کے تجانے اور زبان کے عجائبات کی



پہلپایون پر نہایت زیبائش کے ساتھ کھڑی تھی امین بادشاہ اور اس کے وزیر و شیعروا سطرے عدل والفتا
 خلافت بیرونی کے ہر ہفتہ میں ایک دن آکر بیٹھا کرتے اور دو مکان اندر سے نہایت آراستہ اور سامان قیمتی
 سے سجایا ہوا تھا اور باہر سے نقشے ملکوں اور ولایتوں کے خصوصاً تصویریں اقسام جانوروں چرند و پرند
 کی نہایت عمدہ اور خوبصورتی سے اُسکی دیواروں پر کھینچی ہوئی تھیں اور وہ تصویریں اور نقشے اس صنعت سے
 بنے ہوئے تھے کہ اصلی اور زندہ نظر آتے وہاں کی گنوار و در سے صورت جانوروں جیسب درندہ کی شکل
 شیر وغیرہ کے دیکھ کر ڈرجاتے اور تین طرف سے اُس میدان کے عمارات جو بی اندر باہر سے
 کبھی ہوئی اور تصویریں اس صنعت سے بنی ہوئی تھیں کہ جہدھر کو جاتے اُدھر کو آدمیوں سمیت گھمانے
 سے بھرتی اور حرکت کرتی چنانچہ لوگ سیر و تماشے کے لیے چار طرف ان عمارتوں جو بی کدیا کو گھلاتے اور
 لیے پھرتے اور ہر ایک جگہ پر قریب ایک ہزار ہاتھیوں کے جو جھولوں زرد و زری اور ہودون نفرتی سے آراستہ
 تھے نظر پڑے اور ان فیلوں پر بیٹھے ہوئے قوال گانے اور نقال نقلین کرتے اور ہاتھیوں کی سونڈ میں
 اور پٹھے پر ہاتھ لگائے ہوئے آواز دے کر شہزادہ تاشا ہاتھیوں کا دیکھ کر زیادہ تر متعجب ہوا یعنی ایک
 ہاتھی کی شکل بہت بڑا سپنے چاروں پاؤں سے چار تپائیوں پر جھکے تلے پہنے اور چرخ لگے ہوئے تھے کھڑا ہو کر سونڈ
 سے بائسلی کو اس خوبی کے بجائے کہ جسکے سننے سے خلق و ہواہ کرتی اور اس ہاتھی کو جہدھر جاتے تپائیوں کو
 کھینچ کر لجانے اور ایک دوسرا ہاتھی پہلے سے کچھ چھوٹا سرے پر ایک بہت بڑے شہتیر جو بی کے کھڑا تھا
 اور وہ شہتیر وسط سے ایک بلند تپائی پر جو آٹھ گز بلند تھی رکھا اور جڑا ہوا تھا اور دوسرے سرے پر شہتیر
 کے ایک وزن سے کابہت بھاری چڑھا تھا پس وہ ہاتھی کبھی بسبب زور کرنے کے تلے کو آکر زمین سے
 لٹک جاتا اور کبھی اوپر کو اٹھ جاتا غرض وہ شہتیر مثل دھبکی کے تھا کہ وہ دونوں سرے اُسکے تلے اوپر
 ہوا کرتے وہ ہاتھی عین اس حالت میں اپنے بدن کو جنبش دیکر حالت رقص کی دکھاتا اور سونڈ سے
 تان کے ساتھ گانا اور ہاتھی بھی گانے میں اُسکا ساتھ دیتے اور ہاتھی کو شہتیر سمیت ادھر ادھر لیے پھرتے
 یہ تماشا ہاتھیوں کا خاص بادشاہ کے حضور میں ہوتا شہزادہ حسین واسطے دیکھنے ایسے تماشوں اور میلوں
 کے قریب ایک برس کے بشن گڑھ میں رہا پھر جب اُسکی معاودت میں تھوڑے دن باقی رہے
 ایک دن اُس سر کے کچھ اڑے جسمین وہ رہتا تھا جا کر اس قلعین کو بچھا یا اور اُس پر اپنے خد نگار سمیت بیٹھا
 اور دل میں خواہش پہونچنے کی اُس سر امین کی جس میں اُسکے بھائیوں نے وعدہ آئے نہ کیا تھا

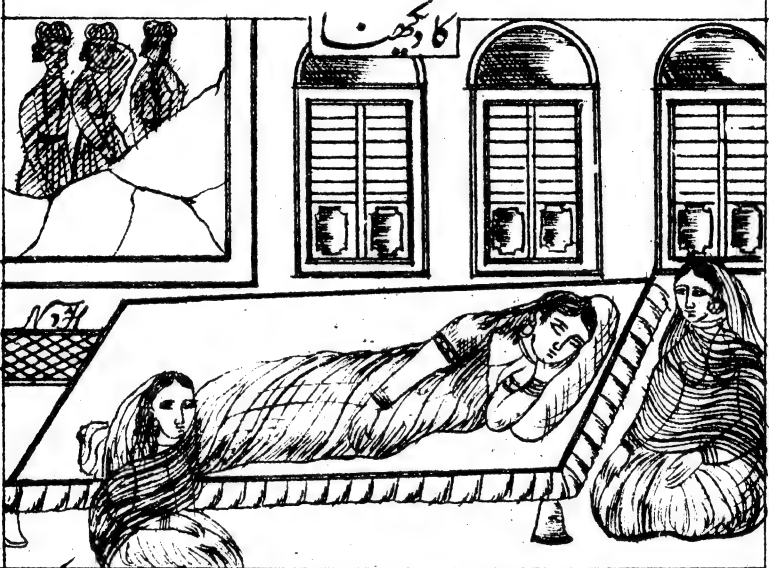
یہ خیال کرتے ہی فوراً وہاں پہنچ گیا اور موضع تاجرون کے اُس کاروانسرا میں ٹھہر کر انتظار اپنے بھائیوں کا کرنے لگا اور شہزادہ علی جو شہزادہ حسین سے چھوٹا تھا ہمراہ ایک قافلے کے قیسرے دن اپنے بھائیوں کے جدا ہونے سے روانہ ایران کو ہوا بعد چار مہینے کے شیراز میں پہنچا اور جن تاجرون سے راہ میں محبت ہو گئی تھی اُنکے ساتھ ایک سرا میں اُترا اور اپنے بھین جو ہری قرار دیکر اُنکے ساتھ رہنے لگا دوسرے دن جب سو اکر وہ نے اپنے اسباب کے خرید و فروخت کا ارادہ کیا شہزادہ علی جو کو سوائے اسباب ضرورت کے کچھ اپنے ساتھ نہیں لے گیا تھا اس سفر کا تبدیل کر ہوا کسی تاجر کے بازار کلان بن اُس شہر کے جو مشہور بازار بزازہ تھا گیا وہ بازار بچہ اور دکانیں اُسکی محراب دار گول پیلایون پر بنی ہوئی تھیں شہزادہ علی اُسکی سیر کر کے حیران ہوا کہ ہر گاہ لاکھوں کروڑوں روپے کا اسباب ایک بازار میں ہی تمام شہر کی دولت کا کیا حساب کیا جائے دلال نمونے ہر ایک چیز کے دکھاتے پھرتے تھے ازاجلایک دلال کو دیکھا کہ ایک سو بائیس دانت کی دو رہین کہ نصف گز کی لمبی اور یون گز کا دو در ہاتھ میں لیے ہوئے کتا پھرتا ہی قیمت اس دو رہین کی تیس ہزار اشرفی جو شہزادہ علی نے خیال کیا کہ شاید یہ دلال دیوانہ ہی پھر اُسے ایک دوکاندار جان پہچان لوے سے پوچھا کہ کیا یہ دلال سودائی ہے کہ تیس ہزار اشرفی قیمت ایک چوگنے قبل دندان کی کتا پھرتا ہے بھلا کوئی دیوانہ ہوگا جو اسے اس قیمت کو سول لگا اُس کوکاندار نے کہا صاحب یہ دلال بڑا ہوشیار و صاحب اعتبار ہے ہمارے ہزاروں روپے کے اسباب کا اسکی معرفت بیارے کل تک بھلا چکا تھا آج کا حال کہ نہیں سکتا شاید دیوانہ ہو گیا ہو اگر وہ اس دو رہین کی تیس ہزار اشرفی کتا ہے وہ ہمت اسی قیمت کی ہوگی بلکہ زیادہ کی بہر کیف اُسکا حال ابھی معلوم ہوا جاتا ہے ذرا اسکو ہیانتک آنے دو جب تک آپ سری دوکان پر پھرے شہزادہ اُسکی دوکان پر بیٹھ گیا مستے میں وہ دلال اُس طرف آیا سو اکر نے بلا کر کہا دھت اس دو رہین کا بیان کر دلال نے دو رہین شہزادہ علی کو دکھا کر کہا اس دو رہین کے دونوں سروں پر دو گز سے شیثون کے لگے ہیں جو وقت تم اپنی نظر کو معطل بل دونوں شیثون کے کر کے جس چیز کو ر دیک ہو یا دور دیکھو گے وہ اس طرح تم کو دکھائی دے گی جیسے تمہارے پاس رکھی ہو گو ہزار کو س پر کیون نہو شہزادہ علی نے کہا مجھے یقین نہیں آتا جب تک امتحان نہ کروں دلال نے دو رہین شہزادے کے ہاتھ میں دی اور قاعدہ بنا کے کہا جو کو دیکھنا چاہتے ہو اپنے دل میں اُسکے دیکھنے کا خیال کر کے دیکھو شہزادہ علی نے اپنے باپ کے دیکھنے

کا ارادہ کر کے اُس دورین کو اپنی نظر کے مقابل کیا فوراً اُس نے اپنے باپ کو تندرست تخت پر بیٹھا ہوا دیکھا کہ عدل و انصاف میں خلقِ ادر کے شغول ہو پھر شتان دیکھنے شہزادی نورالہنسا رکابو اسکی مشوقہ بنی ہوا اسکو بھی دیکھا کہ اپنے مکان میں پلنگ پر اچھی اور تندرست بیٹھی ہو اور خواصمین گرد و پیش اُسکے دست بستہ کھڑی ہیں شہزادہ علی اس عجیب و غریب دورین کو دیکھ کے نہایت متحیر ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ اگر دس برس تک ملک بہک سیر کرے اور دھوئندھتا پھرون تو مانند اُس دورین کے اور کوئی چیز عجیب میرے ہوگی پھر اُس دلال سے کہنا میں ہزار اشتر فی مجھے لو دلال نے کہا میں چالیس ہزار سے کم نہ لوں گا شہزادہ علی نے دلال کو سرا میں لیجا کر چالیس ہزار اشتر فیان کن دین اور اُس دورین کو کہ حقیقت میں جہان میں تھی خرید لیا اور بہت خوش ہو کر تصور کرتا تھا کہ بسبب اس دورین کے فوراً اہتمام بھی کوئی کچھ مطمئن ہو کر شیراز اور بارس کی سیر کرنے لگا قریب ایک برس کے وہاں رہ کر ہمراہ قافلہ کے روانہ ہندوستان کو ہوا اور بخیر و خوبی اُس کاروانسرا میں جہان شہزادہ حسین لگے سے جا کر منتظر تھا اتر اور باقاعق شہزادہ حسین کے وہاں توقف کیا مگر شہزادہ احمد نام احمد تھا اپنے بھائیوں سے جدا ہو کے سمرقند کی طرف روانہ ہوا اور سمرقند میں جا کر مانند اپنے بھائیوں کے ایک کاروانسرا میں آزاد و سرے دن شہر کے چوک میں جو بازار تھا گیا جانے ہی وہاں ایک دلال کو دیکھا کہ ایک سیب مصنوعی اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے کتا پھر ہوا کہ یہ سیب عین قیوس ہزار اشتر فی کو بکت ہوا احمد نے دلال سے کہا اُسکے اوصاف بیان کر دلال نے کہا بھر دسو گئے اُس سیب کے انسان کسی طرح کی بیماری سخت میں قریب بگ ہوا یہاں تندرست ہو جاتا ہوا کہ گویا بیماری نہ تھا فوراً طاعت اُسکے جسم میں آجاتی ہو اور پھر کبھی بیمار نہیں ہوتا شہزادہ احمد نے کہا اگر یہ بات سچ ہو تو میں اسکو اسی قیمت کو مول لیتا ہوں دلال نے کہا صاحب یہاں کے سب تاجر جانتے ہیں کہ ایک نئے حکیم حاتم نے ہزار دن و دہاں مہدی سے باہم ملا کے بہت برسوں کی محنت میں اس سیب کو بنایا تھا اور بہت دولت اپنی اُسکے ہانے میں صرف کی اور بعد بنانے کے سیکڑوں بیماروں کو اس شہر کے فقط اسکے سونگھانے سے اچھا کیا مگر انہوں نے کہ وہ دفعہ ایسی جگہ میں مر گیا کہ اس سیب کو سونگھنے نہ پایا اب بی بی بیوہ اسکی بیٹے نے ماچار ہو کے اس سیب کو بیچنے کے لیے نکالا ہے دلال نے بائین سن کر بہت لوگ وہاں پر جمع ہوئے

اتفاقاً اس مجمع میں ایک شخص نے جو دلال کا آشنا تھا کہا کہ ایک میرا دوست بہت دنوں سے سخت بیمار اور زندگی سے یاس و غم فراہم ہے اسے چلکے سوگھا دو شہزادہ احمد نے دلال سے کہا کہ اگر میرا پیارا اچھا ہو جائے تو ابھی چالیس ہزار راشنی دیتا ہوں انقض وہ سوگھتے ہی اس سب کے اچھا ہو گیا شہزادہ احمد نے چالیس ہزار راشنی دلال کو دیکھے سب مول لیا اور ارادہ کیا کہ جب کوئی قافلہ ہندوستان کو چلے تو اس کے ساتھ میں اپنے وطن کو جاؤں جب تک سر قند اور اسکے گرد و پیش کی سیر کروں خصوصاً موضع سدائی کہ چاروں طرف زمین اس کی مانند فروس کے ہمیشہ شاداب رہتی ہو اور وہ بہتی داخل ملک عرب کے تھی پھر بعد مدت شہزادہ احمد ہمراہ ایک قافلے کے جو ہندوستان کو جاتا تھا روانہ ہوا اور مع الخیر اسی کاروانہ میں جہان و دون بھائی اس کے حسین اور علی نظر تھے آیا پھر وہ تین بھائی باہم بنگلہ ہو کر نہایت خوش ہوئے اور شکر خدا کا بجالائے کہ خدا نے بحیرت ہکو پھر ایک دوسرے سے ملایا شہزادہ حسین نے جو سب سے بڑا تھا کہا اب ہم سب اپنے سیر و سفر کا حال اور جو تحفہ کہ خرید گیا ہو اسکا وصف بیان کریں پہلے سب کے میں اپنا حال کہتا ہوں میں بٹن گرڈ سے ایک غالیچہ کہ جسپر بیٹھا ہو محل لایا ہوں صفت اسکا یہ کہ جب کوئی شخص اس پر بیٹھ کر کسی ملک دور و نزدیک کے جانے کی خواہش کرے پھر دارا دے کے فوراً اس جگہ پہنچ جائے چنپا پنچرین اسے چالیس ہزار راشنی کو مول لے اور اس شہر کے عجائب و غرائب امر و نکو دیکھ اس قافلین پر بیٹھا اور ارادہ یہاں آنے کا اپنے دل میں کیا ارادے کے ساتھ ہی اس کاروانہ میں پہنچ گیا پانچ مہینے گزرے ہیں کہ میں یہاں آ کر تھا رہنے کا انتظار کر رہا تھا اب یہ غالیچہ حاضر ہو چکا ہے امتحان کر لے جب شہزادہ حسین اپنا حال اور وصف غالیچے کا بیان کر چکا شہزادہ علی نے کہا کہ بھائی واقعی تمہارا غالیچہ عجیب و غریب ہو ایسی چیز کبھی کسی نے دیکھی نہ سنی ہوگی پھر اس نے اپنی ہانت کی دو رہیں کو نکال کر دکھایا اور کہا کہ میں نے اسکو بھی اتنی ہی قیمت کو لیا اور اسکا خواص یہ ہے کہ اس سے سیکڑوں کوس کی چیز اسطرح دکھائی دیتی ہے جیسے رو برو رکھی ہو اگرچہ میں نے امتحان کیا ہے تم بھی امتحان کرو شہزادہ حسین نے اس دور بین کو علی سے لیکر جسطرح شہزادہ علی نے اسے بتایا تھا ایک برس اسکا اپنی آنکھ کے مقابل رکھ کر ارادہ دیکھنے شہزادی نور النہار کا کیا دوسرے دو بھائی اسکی طرف دیکھ رہے تھے وہ فقہ اٹھوں نے شہزادہ حسین کا رنگ متغیر پایا وہ متحیر ہو گئے شہزادہ حسین نے کہا انہوں نے سب نے جو محنت اختیار کی

صرف شہزادی نور انہار کی امید پر کہ وہ جین لے اب جو جین نے اُسکو دیکھا نہایت بیمار اور قریب برگ پایا اگر اُسکے خواصین اور فوج سر اگھرے رو رہے ہیں اور وہ عالم ترع میں ہی تم بھی اگر چاہو تو دیدار آہی اس دورین سے دیکھ لو شہزادہ علی نے اُس دورین کو اپنے ہاتھ میں لیکے

تصویر نور انہار کی جو قریبے گ پینکے پڑی ہوا اور خواصین گرد و پیش میں اور شہزادوں



بوکھا اُسے بعینہ وہی حال نظر آیا جو شہزادہ جین نے دیکھا تھا پھر اُس دورین کو احمد کو دیا اُسے بھی دیکھا کہ فی الحقیقہ نور انہار گھڑی ساعت ہو رہی ہے تب اپنے بھائیوں سے کہا اگرچہ نور انہار مطلوب ہے مینون بھائیوں کی ہر گز مین اسکو ابھی اچھا کرتا ہوں یہ کہنے لُسنے اس سیب مصنوعی کو اپنی جیب سے نکال کر ان دونوں شہزادوں کو دکھلا دیا اور کہا یہ بھی قیمت مین کم غائبے اور دورین سے نہیں مین نے اسے ستر قدم چالیس ہزار اشرفیوں کو مول لیا اب یہی وقت ایسی آزمائش کا ہے اب تم اسکی تاثیر نور انہار کے سوکھانے سے دیکھو جین نے احمد سے کہا یہ بات کچھ مشکل نہیں ہم غائبے کے سبب سے ابھی نور انہار کے حجرے مین پہنچ سکتے ہیں میرے ساتھ تم دونوں بھی بیٹھو خود متکاروں کو یہیں چھوڑو

پہنچے سے پہنچ رہے تھے غرض وہ تینوں شہزادے اس غلابچے پر بیٹھے اور ہر ایک نے ارادہ نورا لہنا
 کے پاس پہنچنے کا کیا جانچ و فتنہ وہ تینوں بھائی نورا لہنا کے کمرے میں پہنچ گئے خواص اور خواجہ
 ڈر گئے اور دل میں کہنے لگے کہ یہ تین شخص کیونکر شہزادی کے حجرے میں گھس گئے خواجہ سراؤں نے
 چاہا کہ اُن سے متعرض ہوں پھر بعد پچانے تینوں شہزادوں کے متعجب ہوئے جب تینوں شہزادے نورا لہنا
 کے کمرے میں اُس غلابچے سے اُٹھے اسکے پہلے شہزادہ احمد نے لگے بڑھ کے وہ مصیبت بھی نورا لہنا کی ناک میں
 سونگھا یا تھوڑے عرصے میں شہزادی نے آنکھیں کھولیں اور منہ اپنا اوپر اُدھر بھرا اُن شہزادوں کو دیکھا
 پھر اپنے ہنگ سے اُٹھ کے پوشاک مانگی اور اپنے تئیں سمجھی کہ میں سو کر جاگئی ہوں پھر خواصوں نے اُس سے
 کہا یہ تینوں بھائی عم زاد بھارے ابھی آئے ہیں اور شہزادہ احمد نے تھیں کچھ سونگھا کے
 اچھا کیا پھر وہ اپنے بھائیوں کو دیکھ کے نہایت خوش ہوئی اور ہر ایک کی خصوصاً شہزادہ احمد کی
 نہایت شکر گزاری کی اور تینوں شہزادے بھی نورا لہنا کے اچھے ہونے سے کمال خوش ہوئے
 پھر نورا لہنا سے رخصت ہو کے حضور میں بادشاہ کے حاضر ہوئے اور آداب بجالائے اور خواجہ سراؤں کا
 محل حال بادشاہ کے حضور میں جا کر مفصل عرض کر چکے تھے بادشاہ نے بڑے پیار سے ہر ایک کو اپنے
 گلے سے لگایا اور نہایت خوشی ظاہر کی اور شہزادی کے اچھا ہونے سے متعجب ہوا پھر شہزادوں نے
 اپنے اپنے تختے کو اُس کے حضور میں گزارا حاسین نے غلابچے کو پیش کیا اور علی نے ہاتھی دانت کی دو تین
 اور احمد نے سبب مصیبتی اور ہر ایک نے خواص تینوں تحفوں کے ظاہر کر کے عرض کیا کہ ان تینوں چیزوں
 کو آپ ملاحظہ فرمائیں جو سب سے عجیب و غریب ہو موجب اپنے وعدے کے اُسکے لانے والے کی نورا لہنا
 سے شادی کر دیجیے بادشاہ ان تینوں کے خواص اور کام آنا ہر ایک چیز کا نورا لہنا کی صحت
 پانے میں سکے شامل ہوا اور کہا کہ اگر میں نورا لہنا کو احمد کے اُسکے سبب سے بھی ہونی چاہے
 کروں تو اُسکے بھائیوں پر ظلم ہو گا اس واسطے کہ اگر وہ دربار میں علی کی نہ ہوتی تو تم کیونکر اُسکی بیماری کے حال کو
 دریافت کرتے لو اگر غلابچے حسین کا نہ ہوتا تو کس طرح جلد نورا لہنا تک پہنچتے میرے نزدیک
 انصاف کے رو سے ان تینوں چیزوں میں سے اگر ایک چیز بھی نہ ہوتی اُسکا اچھا ہونا محال تھا
 اس واسطے تم میں سے کسی کو ترجیح دوسرے پر نہیں دے سکتا اور اس واسطے میں نے تجویز کیا تھا کہ جو
 کوئی عجیب و غریب تحفہ میرے واسطے لایا اسی کو نورا لہنا ملیگی مگر عجیب اتفاق ہو کہ پھر وہی مشکل

باقی رہی اور یہ مقدمہ حل نہ ہو اگر اب چاہتا ہوں کہ آج ہی شام تک اس امر کو طو کر کے بے جانب داری کی
ایسا ایک امر بخیر کروں کہ جسکے سبب سے ایک کو لائق اور سزاوار اُسکا پائے اُسکے ساتھ صحت
کرد و ن تا کہ میں اس وعدہ سے نجات پاؤں پس تم تینوں بھائی گھوڑوں پر سوار ہو اور تیر و کمان
ہمراہ لے کے فلاں میدان میں کہ خصوص گھوڑہ دڑ کے واسطے ہو جاؤ اور میں بھی اپنے حملے کے ساتھ
وہاں آنا ہوں تم تینوں بھائی باری باری سے میرے سامنے ایک ایک تیر پھر میرے ان کی طرف
پھیس کو جکا تیر سب سے دور جائیگا وہی سختی پائے نورالہنا رکا ہو گا شہزادے تیر و کمان لیے ہو
اُس میدان میں گئے اور بادشاہ بھی تینوں ٹھنوں کو اپنے غولے میں بھول کے وہاں گیا پہلے شہزادہ

تصویریں و علی و اس کے تیر و کمان لیکر میدان میں جانے اور تیر لگانے اور بادشاہ
کے آنے کی



حسین نے کمان کو ہاتھ میں لے ایک تیر چلایا پھر شہزادہ علی نے چنانچہ تیر اُسکا تھوڑی دور لے کر تیر شہزادہ
حسین سے جا کر گرا سب کے بعد شہزادہ احمد نے تیر چلایا مگر اُسکا تیر کیونکر نظر نہ پڑا اور نہ معلوم ہوا کہ نزدیک
یا دور آخر سمجھوں نے قیاس کیا کہ وہ تیر یا تو نسبت دور گیا کہ کسی کو دکھائی نہ نہیں دینا یا شاید احمد کے ہاتھ میں

رہ گیا کہ ان سے جدا نہیں ہوا آخر بادشاہ نے بلا ترد و شاوی فوراً انہار کی ساتھ شہزادہ علی کے بھائی حسین شہزادے کے تیر سے لگے گیا تھا ٹھہرائی چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد بڑی دھوم سے وہ شاہی ہوئی مگر شہزادہ حسین رنگ سے شریک محفل شاہی نہ ہوا اسلئے کہ وہ بہ نسبت اور بھائیوں کے فوراً انہار کو بہت پیار کرتا تھا اُسے لباس فقیروں کا پہنا اور گوشہ نشین ہوا شہزادہ احمد کو حسین کی طرح بڑا رنگ آیا اور غیرت سے شریک شاہی کا نہ ہوا اور ہمیشہ جو اپنے تیر کا رہتا کہ کہان جا کے بڑا آخر ایک دن احمد کیلا اُس تیر کو ڈھونڈنے گیا یہاں تک کہ کئی میلے اور پہاڑوں پر چڑھ کے تلاش کیا چنانچہ ایک بڑے میلے پر اسکو پایا تعجب ہو کر دہلین چلا گیا کہ اتنی دور تیر کا آنا محال ہے اور وہ زیادہ فریب سوجھ سے ہوا کہ وہ یہ تیر تین چہیدہ تھا آخر سوچا کہ تیر کا اتنی دور آنا خالی اسرار سے نہیں پھلگے بڑھ کے ایک غار میں جوں میلے پر تھا گیا اور تھوڑی دیر لگے جا کر ایک دروازہ آہنی نظر پڑا اسکے اندر جا کر تھوڑا سا نشیب پایا حسین وہ تیر لیکر چلا اور سمجھا کہ وہاں اندھیرا ہوگا مگر جب وہاں پہنچا اُسے چاروں طرف اس غار کے رہتی ہوئی

تصویر شہزادہ احمد اور پرانی نوکی بارہی میں بیٹھنے کی



اور وہ ان سے پچاس ساٹھ قدم کے فاصلہ پر ایک بڑا عالیشان مکان دیکھا جس میں نہایت خوبصورت ایک محل اور اس میں سے ایک بی بی پری بیکر لباس شاندار زیور اور جواہرات گران بہا پہنے ہوئے حلقہ میں اپنی خاصوں کے کمال ناز سے خرامان خرامان دایہ کی طرف چلی آتی ہوا احمد نے جا پا کر اُسکو جھانک کر تسلیمات بجالائے مگر اُس بی بی نے خود ہی کمال آفت اور شیریں زبانی سے کہا اے شہزادے احمد مجھ پر خوش آمدی آؤ اور تم ابھی طرح ہو شہزادہ متعجب ہوا کہ یہ بی بی اجنبی کیونکر میرے نام سے مطلع ہوئی پھر اس نے قد مبسوس ہو کر کہا بی بی میں تمہارا نہایت ممنون ہوں سننے ایسی جگہ کہ میں بسبب نہایتی کے ہر اس ان تھا میری خیر و عافیت پہ چھلک چھلک مٹھن ہنسا مایا مگر حیران ہوں کہ تم میرے نام سے کیونکر آگاہ ہو میں اُس بی بی نے فرمایا کہ اب ہم تم چلکے بارہ دری میں آرام سے ٹھہریں تمہاری بات کا جواب وہیں دینگے وہ بی بی یہ کہہ کر بارہ دری کی طرف شہزادے کو ہمارے لیے ہوئے متوجہ ہوئی شاہزادہ وہاں پہونچ کر اُس مکان کو کو گنبد حبیب کا طلائی اور نقش و نگار لا جو دی سے آراستہ تھا دیکھ نہایت متعجب ہوا اور کہا اس خوبی کا کوئی مکان روئے زمین پر نہ ہو گا بی بی نے اُس شہزادے سے کہا یہ مکان بہشت اور میرے مکانوں کے کچھ حقیقت نہیں رکھتا جب انکو دیکھو گے تو نہایت درجہ خوش ہو گے پھر شہزادہ احمد کو دالان میں اُس مکان کے نزدیک اپنے بٹھا کر کہنے لگی گو کہ تم مجھے نہیں جانتے مگر میں تم کو خوب جانتی ہوں جب تمہارا حال فصل بیان کر دو گی تم زیادہ متعجب ہو گے گو پہلے میں اپنے حال سے تمہیں آگاہ کرتی ہوں مٹھنے اپنے مذہب کی کتابوں میں پڑھا ہو گا کہ زمین پر عالم جنات مانند بنی آدم کے رہتے ہیں میں بڑی ایک بڑے جن کی ہوں جو اپنی قوم میں ممتاز ہو اور بری بانو مٹھنے کہتے ہیں اب تم اپنا حال بلکہ اپنے باپ کا جو بادشاہ ہوا اور نورالہما کا جو تمہارے چچا کی بیٹی ہے مجھے مفصل سنو اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم تن بھائی ہو اور ہر ایک مٹھتا جاہتا تھا کہ نورالہما مٹھنے کے پھر قمر تینوں نے بموجب تہیز بادشاہ کے سفر دور دراز کیا اور قسے سرفروزیں کر مصنوعی حکمت کا سیب جیسا باعث میں ہوئی تھی چالیس ہزار اشرفیہ کو مول لیا اور اس طرح شہزادہ حسین نے بیش گڑھ میں جا کے قالین اُسی قیمت کو خرید کیا اور شہزادہ علی نے ہاتھی دانست کی دو رہیں کو شیراز میں اس قدر بیان کافی ہر میں تمہارے سال سے گئی تھہ کا وہ ہوں اب تم بیچ بناؤ کہ میں ابھی ہوں یا نورالہما میرے ساتھ شادی کرنے کو تمہارا دل چاہتا ہو یا نورالہما رشکے ساتھ اور اسی مطالب کے لیے جیت تھے تیرا اندازی اس میدان میں کی تھی جسے جمال تھا کہ تمہارا تیر شہزادہ حسین کے تیر سے آگے بجایا گیا میں نے

اُسوقت اُس تیر کو پورے پکڑا اور نظرون سے غائب کر اس ٹیکرے پر والدہ امیدین کے لیے کرتھ اُتر گئے
 تو سوئے تھنے آؤ گے اور اس بہانے سے تمھاری ملاقات ہوگی جب پری بانو نے یہ حال دیکھ کر شہزادے کی
 طرف نظر خواہش دیکھا اور شہزادے کے پھر آنکھ بچی کر لی شہزادہ احمد یہ باتیں سن کر نہایت خوش ہوا اور
 سمجھا کہ شہزادی نور النہار اب کی طرح ہاتھ نہیں لگ سکتی اور پری بانو کو حسن و جمال اور شوکت و جہمت کی
 راہ سے نور النہار پر ترجیح ہو اور وہ دیکھتے ہی ایسا فریفتہ ہوا تھا کہ محبت نور النہار کی بھول گیا غرض اُس مشوقہ
 کو اپنے حال پر متوجہ پا کر کہا کہ اب مجھے کمال آرزو ہے کہ تمام عمر اپنی تمھاری غلامی میں رہوں مگر یہی لحاظ ہے
 کہ میں آدم زاد اور تم خواتین تمھارے اقربا اور بزرگ کیونکر اس وصلت کو رو رکھیں گے پری بانو نے کہا
 میں اپنے مان باپ کی طرف سے شادی میں مختار ہوں جبکہ ساتھ چاہوں کروں مگر تم جو کہتے ہو کہ میں تمھارا
 غلام ہوں اور غلامی میں ہونا یہ ام خلاف ہے تم مالک میرے جان و مال اور ان سب کمالات کے ہو مجھے
 اپنی خادمہ سمجھو اور میرے ساتھ شادی کرنے میں راضی ہو اور مجھے تمھاری عقل سے یقین ہے کہ اس امر سے
 تم انکار نہ کرو گے اور میں تو کہتی ہوں کہ مجھے اپنی ذات پر اختیار ہے اور سو اس کے ہم پر زائد دن و دستور ہے
 کہ بعد بالغ ہونے اور سن شوہر کے ہر پری و پریزادہ کے ساتھ چاہے اپنی شادی کرے اس صورت میں تمام
 امور درمیان زن و شوہر کے اتحاد و رہتا ہوا اور برخلاف پسند مان باپ کے کہ انھوں نے بلحاظ اپنی قربت
 کے کتنی اپنی لڑکی کی کسی بصورت کے ساتھ کر دی اور لڑکی اُس سے راضی نہ ہوئی تمام عہد و نون میں
 ناموافق رہتی ہو اور ہزار طرح کے مفسدے دین اور دنیا کے ایسی شادی سے متفق ہوتے ہیں جب
 پری بانو نے یہ سب مراتب کہ کر سمجھا لئے شہزادہ احمد اس کے جواب میں نہایت شکر گزار ہوئے اسکی جواب کے دن
 کو جھک کر بوسہ دینے لگا مگر پری بانو نے اُسے باز رکھ کے دامن کے عوض اپنا ہاتھ دیا جسے شہزادے نے
 نہایت شوق سے جو ادا کر اپنے سینے اور آنکھوں پر رکھا پری بانو نے مسکراتے کہا اب اس ہاتھ کی غم کر کے
 مجھے یو فانی نہ کرنا اور میں بھی نہیں یو فانی نہ کر دینی احمد نے کہا تم میری ملکہ اور حکیم ہو میں نے اپنے سینے کو
 وہاں ملکہ اختیار ہے جس طرح چاہو رکھو پری بانو نے کہا تم میرے شوہر اور میں بالکل تمھاری ہوں یہی ایجاب قبول
 جو ہمارے تمھارے درمیان میں ہوا اصل صلح ہو اور رسوم فضول اور زائد جن آپ ہم شام کو اور کچان میں
 آرام کریں گے حکومت دیکھ کے نہایت خوش ہو گئے پھر شہزادہ احمد اور پری بانو نے بیکھل خاصہ خوش کیا پھر شہزادہ
 شکر گزار رہا پھر پری بانو شہزادے کو اپنے خاص محل میں لے گئی وہاں شہزادہ ہر طرف انبساط و جواہر کے

رکتے ہوئے دیکھ کر حیران ہوا اور بری بانو سے کہا کہ نہ تو ایسا مکان خوبصورت اور نہ ایسا اسباب پروردہ زمین پر ہوگا بری بانو نے کہا تم میرے مکان اور اسباب کو دیکھ کر اتنی تعجب نہ کرنا کرتے ہو اگر مکانات اور اسباب باو شاہ جنات کے دیکھو گے تو کیا کہو گے اور میرے باغ کو بھی دیکھ کے تم نہایت خوش ہو گے مگر اب رات ہو گئی پھر وہ شہزادہ احمد کو اور مکان میں جہان خاصہ رات کے کھانے کا چٹا ہوا اٹھائے گئی اس مکان کی عظمت اور شان اسباب اور سامان وغیرہ میں کم اور مکافون سے نہ تھی اور اس مکان میں سیکڑوں شمعیں جلیں غبار صاف کی شمع ان جو اہر نگار اور بلور آبدار میں قریب سے ہر چار طرف روشن تھیں اور بہت خوبصورت سونے کے گلہان اور بہت ظروف صنعت کاری کے قیمتی رکھے ہوئے تھے اور کئی گروہ عورتوں کے نہایت حسین اور نوناک عمدہ پہنے ہوئے حاضر ہو کر گانے بجانے لگے پھر دونوں دھڑا دھڑا دھڑا نے بڑے ناز و نیاز سے ہنسنے لگا کھانا شروع کیا بری بانو اچھے اچھے کھانے اپنے ہاتھ سے شہزادہ احمد کے آگے رکھتی تھی اور نام ہر ایک چیزوں کے بتا کر اُسے چکھاتی اور جو چیزیں شہزادہ احمد نے نہیں چکھائیں اور نہ دیکھی تھیں انکی ترکیب کو بیان کرتی پھر بعد تناول طعام دونوں نے شراب نفیس نوش فرمائی اسکی میوے اور شیرینی کھائی پھر دونوں ایک دالان وسیع میں جہان منہ تیکہ زر نگار بڑے تکلف کا بچھا ہوا جاکر بیٹھے انکے جلوس فرمائے ہی بہت پرانے ہمراہ جنوں کے اس مکان میں حاضر ہوئے اور عجیب و غریب وضع سے ناچنے لگے لیکن چنانچہ بری بانو اور شہزادہ احمد انکے ناچ اور نقل و کو دیکھ کر نہایت محفوظ ہوئے اور اس مکان سے اٹھ کر اور مکان میں جہان چھپر کھٹ سونے اور جو اہر نگار کا بچھا ہوا اٹھا لگے اور بخواصین اور براتی و صفت باندھ اور دونوں کو سلام رخصت کا کرالگ ہو گئے تاکہ وہ دھڑا دھڑا آرام کریں پھر کئی دن اسی طرح جشن اس شادی کا ہوا کیا اور ہر روز نئی طرح کے کھانے تیار ہوتے اور نئی نئی وضع کی آرائش تماشے اور ناچ گانا ہوا کرتا چنانچہ شہزادہ احمد آدم زادوں میں اگر ہزاروں برس رہتا تو بھی ایسا تماشہ اور لطیف و خوبی ہر ایک امین نہ دیکھتا عرض چھ مہینے تک شہزادہ احمد اس پرستان میں بری بانو کے ساتھ رہا محبت بری بانو کی اسکے دل میں ایسی ہوئی کہ اُسے بے دیکھے چین نہ آتا اور بری بانو بھی اسکی عاشقہ زار تھی ہر ساعت اسکی خاطر داری اور لچائی میں مصروف رہتی چنانچہ شہزادہ احمد بری بانو کی محبت میں سب اقربا اور عزیز کو بھول گیا مگر کبھی کبھی اپنے دیکھنے کا اُسے اشتیاق ہوتا اور چاہتا کہ کسی طرح اسکی خیر ضرر و عافیت دریافت کرے اور یہ امر ممکن نہ تھا

بغیر اسکے کہ خود جاتا اور اپنے باپ کو دیکھتا آخر ایک دن اُسے پری بانوسے اجازت چاہی پری بانوسے
 خیال سے کہ شاید شہزادہ یہ بہانہ کر کے بیان سے جایا چاہتا ہو بڑا رنج ہوا اور کہانے پہلے مجھ سے
 کیا اقرار کیا تھا اور اب تم برخلاف چاہتے ہو معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں میرے ساتھ اب کچھ محبت نہیں ہی
 حالانکہ میں تم پر اسطرح خدا ہوں شہزادے نے جواب دیا اوی میری ملکہ درحقیقت تمہاری محبت میرے
 ساتھ اسطرح ہے جیسا کہ فرمائی ہو لیکن اس درخواست سے میرا مطلب یہ نہیں کہ بیوفائی کر کے میں بیان
 سے چلا جاؤں اور پھر نہ آؤں جو میرے باپ ضعیف کو میری جدائی سے کمال رنج ہوا ہوگا اگر تمہاری محبت
 ہو میں اپنے تئیں اُسکو دکھا کر جلد لوٹ آؤں خدا بخواتم کوئی امر خلاف مرضی تمہاری کے نہیں ہونے کا
 بلکہ نازنگی تمہاری سے حضور میں حاضر ہو مگر اغرض اسطرح کی گفتگو سے پری کی دلجمعی ہوئی اور فرینے سے
 اُسے معلوم ہوا کہ شہزادہ بھی واقع میں مجھے بہت چاہتا ہے اور وہ اپنے بیان میں سچا ہے پھر اُسکو اجازت دی
 کہ جا کے اپنے باپ کو دیکھ آؤ مگر بہت نہ ٹھہرنا اب بیان سے حال بادشاہ ہندوستان کا واسطے ربط قصے
 کے بیان کیا جاتا ہے کہ جب بادشاہ نے شہزادہ علی کی شادی نورالہمار کے ساتھ کر دی وہ اُس روز سے شہزادہ
 حسین اور شہزادہ احمد کو نہ دیکھ کر نہایت غمگین رہا کرتا تھا چنانچہ ایک دن اُسے ان دونوں کا حال استفسار کیا
 حضور دولت نے عرض کیا کہ شہزادہ حسین اپنے بھائی علی کی شادی کے بعد گوشہ نشین ہوا اور شہزادہ
 احمد کسبطن کو چلا گیا بادشاہ نے یہ حال سنکر واسطے تلامش شہزادہ احمد کے اپنے مایوں اور عالموں کو
 فرمان لکھے کہ جہاں کہیں اُسکو پاؤ باعزاز و اکرام میرے پاس بھیجا دو باوجود تلامش شہزادہ احمد کو کہیں
 نہ پایا آخر مایوس ہو کر وزیر اعظم کو سہرا با کہ تو شہزادہ احمد کی تلامش کرو وزیر نے عرض کیا کہ غلام نے
 قبل فراموشی بہت تلامش کی مگر کہیں اب تک حیران نہ آکا اور غلام کو اُس سے کمال محبت ہے آخر الامرجہ
 وزیر اور اُمراء نے بادشاہ کو شہزادہ احمد کے گم ہونے سے بہت بے قرار پایا سب نے نہایت تردد
 اور فکر کی وزیر کو یاد آیا کہ میں نے آگے سنا تھا کہ اس شہر میں ایک بہت ہوشیار جادوگر کی پھر
 جاسکے بادشاہ سے اُسکی تعریف کی اور عرض کیا کہ حضرت اُسکو لہو کے شہزادہ احمد کا حال پوچھیں جب وہ
 جادوگر فی حاضر ہوئی بادشاہ نے اُس سے فرمایا جب سے میں نے شادی شہزادہ علی کی شہزادہ
 نورالہمار کے ساتھ کر دی ہے تب سے شہزادہ احمد کا کچھ پتا نہیں معلوم ہوتا تو اپنے جادو کے نذر
 اُسکا حال دریافت کر کے مجھ سے ظاہر کر کہ زندہ ہو یا نہیں اگر ہو تو کسان اور کس حالت میں ہو

پھر نیکو آسکا دیکھنا نصیب ہوگا یا نہیں جاو وگرنی بولی آج مجھ کو فرصت دستیجے کل مجھے جواب شافی نہ بھیجے اوشا نے اُسے ملت دیکر کہا اگر تو میرے سوال کا جواب شافی دیگی اور میری تسلی کرگی میں تجھے بہت کچھ دینگا اور نہایت خوش کرونگا دوسرے دن سچ کو وہ ساحرہ وزیر کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے اپنے علم اور جاوید کے زور سے خوب دریافت کیا شہزادہ احمد زندہ ہو آپ طرح خاطر جمع رکھیے اس وقت سوا اس لیے کہ امر کے اور کچھ میں آپ کا حال بتا نہیں سکتی کہ وہ کمان پر بادشاہ نہایت خوش ہوا اور اس کے ملنے کی اُسے امید بڑی اب ہم رجوع کرتے ہیں طرف قصہ شہزادہ احمد کے جب اُس نے پری بانو سے کمر اجازت واسطے دیکھنے بادشاہ کے طلب کی اور پری بانو نے اُسے اپنے عشق جیغے بے نایت قدم پر بادشاہ زادہ احمد سے کہا اگرچہ میرا جی نہیں چاہتا کہ ایک ساعت کے لیے بھی ٹھین اپنی نظروں سے جدا کروں مگر بسبب تمہارے اصرار کے میں بخوشی ٹھین اجازت جانے کی دیتی ہوں مگر ایک شرط سے کہ مجھ سے اقرار وہاں سے جلد بھرتے گا کہ شہزادہ شکر بھالایا اور کہا تم خاطر جمع رکھو میں بہت جلد اپنے باپ دیکھ کر پھر آؤنگا مجھے بغیر تمہارے وہاں کب آرام ہوگا پری بانو یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور جو شک اس کی طرف سے اپنے دل میں رکھتی تھی بالکل زائل ہوا پھر شہزادہ سے کہا اب جس روز تمہارا جی چاہے اپنے باپ کو دیکھنے جاؤ گے میری نصیحت کو کبھی نہ بھولنا وہ یہ کہ اپنی شادی کا حال اور سوا اس کے جو کچھ قسم عیاں غائب سے غمنے دیکھا ہو اپنے باپ سے اور وہاں کے باشندوں سے ہرگز ظاہر نہ کرنا اسی قسم کہنا کہ میں بہت خوش و خرم رہتا ہوں فقط تمہارے دیکھنے کو آیا ہوں یہ کہ پری بانو نے اُس کے سفر کی تیاری کا اپنے کارندوں سے حکم کیا جب سب اسباب سفر کا تیار ہو چکا میں سوار کہ ساز و براق سے خوب تیار تھے اُس کے ہمراہ کیے اور ایک گھوڑا کمال خوبصورت برق رفتار مرصع کا شہزادہ کی سواری کے واسطے دیا اور اُس کو گلے سے لگا رخصت کیا شہزادہ احمد بھی پری بانو سے اسزور وعدہ و پیمان کو جذبہ کر کے گھوڑے پر سوار ہوا اور مع ان میں سواروں کے جو قوم جات تھے وہاں سے طرقات سے شہر کی راہ لی جو وہ خانہ بادشاہ کا وہاں سے بہت نزدیک تھا ایک ساعت میں پہنچا کہ اسب عمدہ بادشاہی اونٹن کے لوگ شہزادہ احمد کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور اپنا کاروبار چھوڑا اُس کو جھک کر سلام کرنے اور دعائیں دینے لگے اور ایک بھیڑ و دلفریب کے جلو میں ہو کر محل سلطانی تک گئی اور شہزادہ احمد دروازہ دربار عاتم پر آئے اور بادشاہ کے حضور میں جا کر قدم بوس ہوا بادشاہ نے اُسے اپنے سینے سے لگایا

اور بہت پیار کیا اور کہا کہ بابا تم شہزادی نورالہنا سے میری بہن ہو کے ایکبارگی ایسے غائب ہو گئے کہ باوجود
 بہت جستجو کے کہیں تمھارا پتا نہ لگا اور میں تمھارے فراق میں روتے روتے اس حال کو جو تم دیکھتے ہو پوچھا
 اتنی مدت کہاں تھے اور کس طرح اوقات بسر ہوئی شہزادہ احمد نے عرض کیا نے تحقیق جب شہزادہ علی
 نورالہنا سے کامیاب ہوا مجھے نہایت ملال ہوا اور آپ کو خوب یاد ہو گا کہ بدن ہم دونوں بھائیوں نے
 بموجب ارشاد حضور کے فلاسے میدان میں جا کر تیر لگا لئے تھے اور میرا تیر نظر سے غائب ہو گیا اور تلاش
 کرنے سے کسی کو نہ ملا آخر بعد چند روز کے میں خود اپنا تیر ڈھونڈنے اُس میدان میں گیا اور جہاں سے کہ تیر شہزادہ
 علی اور حسین کا پڑا تھا جا کے دھنے بائیں تنگے پہنچے اُسے بائیں خیال ڈھونڈنا شروع کیا کہ شاید میرا
 تیر بھی وہیں کہیں پڑا ہو گا لیکن تیر نظر نہ پڑا پھر میں اُس کو تلاش کرنا ہوا اور بھگلیا اس میدان نے اپنے تیر کو
 ایک ٹیکرے بلند پر کہ یہاں سے جا کر کوس کے فاصلے پر چوہا یا سو جا کر انہی دور آنا تیر کا خالی اسرار سے نہیں
 یہ تصور کر کے میں وہاں سے ایسی جگہ ہو چکا جہاں میں اب تک نہایت خوشی و آرام سے رہا اور رہتا ہوں سو اس کے
 اوپر کچھ بیان نہیں کر سکتا صرف آپ کی تسلی خاطر کے واسطے حاضر ہوا اب مجھے اجازت ہو کہ میں بھی رہا
 جاؤں کبھی کبھی آپ کے مجھ سے کئے واسطے حاضر ہوا کرونگا بادشاہ نے کہا میں نے تعین بخشی اجازت ہی
 اور میری مجلسی ہوئی کہ تم ابھی طرح نزدیک میرے شہر کے رہتے ہو لیکن اگر تمھارے آنے میں کبھی کچھ دیر ہو
 تو ہم کس طرح تمھاری خبر و عافیت پائیں اگر بن شہزادے نے کہا حضور میں کچھ حال کہ نہیں سکتا آپ
 خاطر کچھ کہیں میں خود آپ کے حضور میں اس قدر حاضر ہوا کرونگا کہ حضور میری حاضر باشی سے تنگ آئیں گے
 بادشاہ نے کہا بابا میری غرض یہی تھی کہ تمھارا حال خبریت دریافت ہوا کرے اور اس کے سوا مجھے دریافت
 کرنا تمھارے اسرار کا ہرگز منظور نہیں اب میں نے تعین بخش کیا اس شرط سے کہ اب مجھے اپنے نہ
 آنے سے بہت غفلت نہ رکھنا شہزادہ احمد تین دن تک وہاں رہا جو تھے دن صبح کو وہاں سے سوار ہو کے
 پری بانو کے مکان میں ہو چکا بری بانو اس کے جلد بھرنے سے بہت خوش ہوئی اور شہزادہ احمد نے اُس تین
 روز کی غیر حاضری کے سبب سے بہت معذرت بری بانو سے کی پھر وہ دونوں عاشق و معشوق نہایت
 دلجوئی میں ایک دوسرے کی رہنے لگے جب ایک مہینہ گزر گیا اور شہزادہ احمد نے اپنے باپ کے دیکھنے کا
 قصد کیا لیکن بری بانو نے کہا تم نے آگے کہا تھا کہ شریعہ میں اپنے باپ کے دیکھنے کو جایا کر دنگا پھر
 اب تم کیوں نہیں جاتے باپ تمھارا منتظر ہو گا شہزادے نے کہا بغیر اجازت تمھاری کے کیونکر جاؤں

پری بانو نے کہا صاحب اب تم میری اجازت پر اپنا جانا آنا سو قوت نہ لکھو ہر مہینے کے شروع بغیر میری اجازت کے جایا اور چوتھے دن وہاں پہنچ آیا کہ شہزادہ احمد دوسرے دن علی الصبح بڑے محل سے سوار ہو کے اپنے باپ کے محل میں گیا اور باپ کے حضور میں آداب بجالایا پھر نو اُسے معمول کیا کہ ہر مہینے کے اوائل میں آتا اور تین روز وہاں رہ کے چوتھے روز چلا جاتا اور ہر دفعہ محل سواری کا اُسکے ساتھ زیادہ ہوتا آخر کو ایک وزیر و سر اجو مصاحب اور ستر لگا بادشاہ کا تھا یہ شان و شوکت اُسکی دیکھ کر متعجب ہوا اور دل میں کہا کہ اس شہزادے کا حال کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ کمان رہتا ہے اور کمان سے یہ رتبہ اسکو ہم پہنچا پھر اُس وزیر نے حد سے بادشاہ کو بہکا یا اور ڈرایا کہ تم شاہزادہ احمد کے حال سے غافل ہو دکھتے نہیں کہ روز بروز جمیعت اور شوکت اُسکی بڑھتی جاتی ہے سب اٹلکویہ کر لے اور وہ خود بادشاہ ہو جائے اور جانتے نہیں ہو کہ سبب اس کے کہ تم نے شہزادی نور انہار کی شادی شہزادہ علی سے کر دی ہے شہزادہ حسین اور شاہزادہ احمد نہایت غصے ناراض ہیں یہاں تک کہ ایک فقیر ہو گیا اور شہزادہ احمد جو ساتھ بڑی قوت اور شوکت کے نظر آتا ہے عجب نہیں کہ انتقام پالے اور قابو پا کے غدر کرے بادشاہ کو عقل سے خالی اور سادہ لوح تھا وزیر مضبوط کی باتوں نے اس کے دل میں اثر کیا اور متوہم ہو کے دربار پر دست کرنے حال مکان اور بود و باش شہزادہ احمد کے جوا اور ایک دن بے اطلاع وزیر اعظم کے کہ دوست اور خوجا شہزادہ احمد کا تھا مخفی اُس جادو گر کی کوچہ دروازے سے اپنے حجرہ خاص میں لیگا اور اُس سے کہا کہ تم نے مجھے آگے اپنے جادو کے سبب سے خبر دی تھی کہ شہزادہ احمد زندہ ہے اور میں تیرا نہایت ممنون معتقد ہوں ایسا ہی اب تو کچھ اُسکا اور بھی حال بیان کر کے میری تسنی کر اگرچہ شہزادہ اب ہر مہینے میری ملاقات کے واسطے آتا ہے مگر اتنا تک معلوم نہیں کہ وہ کمان سے آتا ہے اور کس جگہ رہتا ہے اب تو خفیہ میرے نوکر دن اور متعلقوں سے اُسکے رشتے کا مکان دریافت کر کے مجھ سے ظاہر کر اور اب وہ شہزادہ میری ملاقات کو موافق معمول آیا ہو اور اب بے رخصت و اطلاع میری اور سب ارکان دولت کے بیان سے تھوڑی دیر جا کے غائب ہو جا چکا آج تو راہ میں اُسکی ایسی جگہ چھپ کر بیٹھنا حال اُسکے جانے کا کہ وہ گھر جاتا ہے معلوم ہوا اور پھر اگر مجھ سے کہ جادو گر کی بادشاہ سے رخصت ہو کے وہاں گئی یہاں شہزادہ احمد نے اپنا تیرا کیا تھا اور اپنے تئیں اُن ٹیکروں میں کسی غار کے اندر چھپ کر منتظر شہزادہ احمد کے آنے کی منتظر شہزادہ احمد دوسرے دن صبح کو بے رخصت بادشاہ اور اہل دربار کے شہر سے روانہ ہوا جب اُن

تیکڑوں کے نزدیک پہنچا جاو و گرنی نے اُسے اور اُسکی سواری کے آرمیوں کو دیکھا کہ ٹیلوں اور ٹیکڑوں
 چڑھ کے دوسری طرف کو جاتے ہیں اور وہ جگہ ایسی وحشت ناک اور پست و بلند ہے کہ کوئی سوار اور پیادہ
 وہاں نہیں جاسکتا آخر وہ ساحرہ اپنے دل میں بعد غور سوچی کہ تیکڑوں کے اس طرف یا تو کوئی بڑا غار ہو یا کوئی
 بڑا خانہ جس میں جنات اور بربزاد رہتے ہیں وہ ساحرہ اسی خیال میں تھی کہ دفعہ شہزادہ
 سواری کے لوگوں سمیت نظر سے غائب ہو گیا پھر وہ ساحرہ غار سے باہر نکلی دور در چار و نظر
 بقدر طاقت گھومی اور چار و نظر دیکھا نہ تو اسکو وہ خانہ ملا اور نہ وہ آہنی دروازہ جسے شہزادہ
 احمد نے دیکھا تھا نظر پڑا وہ دروازہ اور محل سولے اُس آدم زاد کے کہ جسے پری یا بوجاہے دوسرے کو
 دکھائی نہیں دیتا تھا ساحرہ نے دل میں کہا بیفادہ میں نے یہ تکلیف اٹھائی جس کام کے لیے آئی تھی اُسے
 دریافت نہ کر سکی پھر وہ وہاں سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئی اور سب حال اُس سے ظاہر کیا اور کہا
 ہر چند میں نے چاہا کہ حال اس مکان کا جھین شہزادہ رہا کرتا ہو مجھ پر ظاہر ہو مگر کسی طرح دریافت نہ کر سکی اگر
 مجھے مہلت ملے پھر جا کے اُسے دریافت کر دوں بادشاہ نے کہا مجھے اختیار ہو جس طرح چاہے اُسے تلاش کر
 میں منظر تیرے آنے کا رہو نگاہ کیا بادشاہ نے ایک کڑہ ہیرے کا بہت قیمتی ساحرہ کو دیکر کہا یہ عوض تیری
 محنت کا ہو اور جہن تو اُس امر کو دریافت کر کے مجھ سے کیسی میں بہت کچھ تنگدو دیکر خوش کرو دیکھا ساحرہ اپنے
 گھر منتظر آنے شہزادے کی بھیجی جب وہ میدان قریب گزرنے کے ہوا اور شہزادے کے ایک یاد و دن باقی
 آنے کے رہے وہ جادو و گرنی انھیں تیکڑوں پر قریب زینے کے جا بھیجی دوسرے دن جب شہزادہ احمد
 ساتھ انھیں سوار اور بیدل کے کہ ہمیشہ اُسکے ہمراہ ہوتے تھے اُس آہنی دروازے سے نکل کے اُس ساحرہ
 کے نزدیک سے نکلا ساحرہ کو کہ گزری اور اُسے ہوا ایک گڑھ میں بڑی ہوئی تھی پہلے دیکھ کر سمجھا
 کہ شاید کسی تیکڑے سے ٹکرا پتھر کا ٹوٹ پڑا ہو پھر جب وہ شہزادے کو نزدیک اپنے دیکھ کر رونے چلائے
 لگی جیسے کہ کوئی شخص دیکھا کسی سے مدد چاہے شہزادے کو اُسکے رونے پر نہایت ترس آیا اور کھڑے
 ہو کر اشارے سے بوجھا کہ کیا کہتی ہو اور کیا دیکھ ہو ساحرہ کہ نہایت مکارہ اور جالاک تھی وہ اور زیادہ رونے
 چلائے لگی شہزادے کو اُسکے رونے اور ضعیفی پر زیادہ رحم آیا جب اُسے کمال توجہ شہزادے کی
 اپنی طرف باقی تب ٹھنڈھی سامنے جسے رباؤ زور و ناک اپنا حال اس طرح زبان پر لائی کہ میں اپنے
 گھر سے کہ شہزادے کسی کام کے ارادے سے فلاں جگہ جاتی تھی جب اس جگہ پر پہنچی دفعہ ایسے

سخت تپ درز سے نے مجھے دبا یا کہ بالکل میری طاقت جاتی رہی اور بے اختیار مہو کر سجا بگر پڑی
 شہزادے نے کہا افسوس کوئی ایسی جگہ نزدیک نہیں کہ تجھ کو دبا نہ بھجوا دوں کہ تیری خبر گیری ہو مگر ایک
 مکان نزدیک ہو اگر تو کہ تو تجھ کو دبا نہ بھجیجے دن اُس جگہ جلد شفا پائیگی تو اُٹھ کر مجھ تک آؤ اُس مکان پر
 تھنہ دی سانس ایک اور بھر کے کما میں تو کمزور ایسی ہو گئی ہوں کہ اُٹھ نہیں سکتی تب شہزادے نے اپنے
 ایک سوار سے کہا کہ اس ضعیفہ بیمار کو اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کر لے اُسے فوراً اُس مکان پر لے جا
 گھوڑے پر بٹھالیا شہزادہ دبا نہ پھر کر اُس سہنی دروازے کی طرف آیا اور محل میں جا کر بری بانو کو بلوایا
 بری بانو شہزادہ احمد کے پاس آئی اور اُس سے پوچھا خیر تو جو تم کیوں پھر آئے اور مجھے کس لیے بلایا
 شہزادے نے حال بیماری اور یہی اُس ضعیفہ کا کہا کہ میں نے رادین اُسکو نہایت بیمار پایا اور اس کھا کر
 اُسکو بہا پڑا تھا لایا اب تم مہربانی سے اُسکی دوا کرو اور حقد راس بیمار پر مہربانی کرو گی اسکا احسان
 مجھ پر ہوگا بری بانو نے غواصوں سے فرمایا کہ اسکو لیجا کر کسی مکان میں رکھو اور اُسکے علاج اور خبر گیری
 سے غافل نہ رہو جب خواص میں ساحرہ کو دبا نہ لے گئیں بری بانو نے شہزادہ احمد سے بطور نصیحت کہا
 اے شہزادے میں تمھاری رحمدلی سے بہت خوش ہوئی اور بموجب تمھارے کہنے اُسکی خبر لو لگی مگر
 دُرتی ہوں کہ مبادا کہیں تم کو نیکی کے بدلے بدی نہ حاصل ہو میں اس بڑھیا کو بیمار نہیں بانی مجھے کچھ
 فریب معلوم ہوتا ہو کہیں کسی حریف نے تمھارے لیے فریب نہ کیا ہو بہر کیف اب تم سدھارو شہزادہ
 احمد نے کہا اے شہزادی خدا تم کو سلامت رکھے تمھاری حمایت اور اعانت کے سبب سے مجھے کیسے طرح
 کی ایذا نہ پہونچ سکی اور میں خوب جانتا ہوں کہ میرا کوئی دشمن نہیں جو میری اذیت دینے کے در پی ہو دُ
 میں سب کے ساتھ نیکی کرتا ہوں اسلئے کسی سے امید برائی کی نہیں رکھتا یہ کہ شہزادہ بری بانو سے
 رخصت ہوا اور ہر اہی سواروں کے ساتھ بادشاہ کے محل میں آیا اور بادشاہ سے کہ سبب بہکانے
 وزیر بد اندیش کے شہزادے کی طرف سے نہایت ہر اسان تھا ملاقات کی اور آداب بجالایا پھر وہ دو صہین
 جو واسطے بیمار داری اُس ساحرہ کے مقرر تھیں اُسکو ایک بہت خوبصورت مکان میں لے گئیں جہاں ہر طرح
 کے سامان سے سجا تھا اور ایک پلنگ پر جو ساٹھن کی ٹونک اور کنباب کے لحاف سے آراستہ تھا اُسکو لٹایا
 اور ایک خواص اُسکے نزدیک بیٹھی اور دوسری ایک صہینی کے پیالے میں عرق کہ مخصوص تپ کی واسطے تھا
 لے آئی پھر اُن دونوں نے پلنگ کے اُٹھا بٹھایا اور کہا کہ یہ پانی چشمہ شیر کا ہے جسکے پینے سے کیسے طرح کی بیماری

منین رہتی جادو گرئی اُس بانی کو لگے ہاتھ سے لیکر بی گئی اور پھر لیٹ رہی خواصون نے لحاظ اُس
 اُڑھا کر کہا کہ اب سورہ تھوڑی دیر میں تو ابھی ہو جائیگی اُس ساحرہ نے یہ کہہ کر صرف ایسے کیا تھا کہ شہزادہ احمد
 کی جگہ رہنے کی دریافت کر کے بادشاہ سے ظاہر کرے جب اُسکو اچھی طرح اُس نے پہچان لیا پھر وہ ٹھٹھکی
 اور اُن خواصون سے کہا کہ اس عرق کے پینے سے میرے تمام بدن میں خوب عرق آیا اب میں بالکل ٹھیک
 ہو گئی اور مجھ میں طاقت بھی آگئی اب تم اپنی بی بی سے خبر کرو تاکہ میں اُنکے حضور میں حاضر ہو کر شکر بجالاؤں
 اور اُس نے رخصت ہو کر اپنے گھر جاؤں خواصین اُس ساحرہ کو ہر ایک مکان دکھاتی ہوئی اُس بارہ دی
 میں جو سب سے زیادہ خوبصورت اور ہر ایک چیز سے آراستہ تھی لے آئیں اُس نے بری بانو کو تخت پر جو سیر
 و لعل و زمرہ و مردارید وغیرہ چاہرت گراہنا سے مرصع تھا بیٹھنے ہوئے دیکھا اور گرد اُسکے تخت بہت
 پر یاجمین د خوبصورت نفیس پوشا کین پہنے ہوئے دست بستہ کھڑی تھیں جادو گرئی ان مکانوں اور
 اسباب کو علی الخصوص تخت چاہر نگار بری بانو کو دیکھ کر حیران ہو گئی اور سببِ تعب کے اُسکے منہ سے
 کچھ بات نکل نہ سکی تب اُس نے اپنے تین بری بانو کے قدموں پر ڈال دیا بری بانو نے کہا اویںک بیوی
 تیرے آنے سے یہاں خصوصاً تیرے صحت پانے سے مجھے بہت خوشی ہوئی اب تم میرے محل کی سیر کرو
 میری خواصین سب مکان اور اسباب جو قابل دیکھنے کے ہر شخص دیکھلائیگی ساحرہ نے اسکی زمین مٹی
 کر کے قالین کو جو زیر قدم اسکے بچھا ہوا تھا بوسہ دیا اور رخصت ہوئی پھر اُس نے ہر ایک مکان کو جو بی دیکھا
 اور خواصون سے اُن مکانوں کی بہت تعریف کر کے رخصت ہوئی خواصون نے اُسے باہر اپنی دروازے
 کے جہان سے شہزادہ احمد اُسکو لایا تھا لیجا کر چھوڑ دیا اور کہا اب تو اپنے گھر جا ساحرہ اُن خواصون کا شکر کر
 لگے گر بھی تھوڑی دیر جب کہ چاہا کہ اُس آہنی دروازے کو دیکھے اور اُسکو پہچان رکھے وہ دروازہ اسکی
 نظر سے غائب ہو گیا ہر چند وہ چاروں طرف اُس مکان کے پھری اور گھومی لیکن اصلاً نشان محل اور
 دروازے کا اُسکو نہ ملا آخر وہاں سے شہرین آئی اور چھپی راہوں سے ہو کر چور دروازے پر محل پر پہنچی
 کے پہنچی اور کسی خواجہ سرا سے اپنی خبر کھلا بھی بادشاہ نے اُسکو بلوایا جب وہ بادشاہ کے حضور میں
 افسردہ خاطر حاضر ہوئی بادشاہ نے دریافت کیا کہ آج بھی شاید وہ بے نیل مقصود کے آئی آہستہ
 بادشاہ نے پوچھا کہ کام کر کے آئی یا نہیں ساحرہ نے اس حال کو اسطرح حضور میں بادشاہ کے کنا
 شروع کیا کہ پہلے میں نے وہاں جا کے اپنے تین ایسا کر سے بیمار بنایا کہ شہزادہ احمد کو میرے

حال پر بہت ترس آیا اور مجھے ایک ترخانہ میں لگیا اور مجھے ایک پری کو کہ نہایت خوبصورت تھی اور اُسکے دیکھنے کا کسی آدم زاد کا مقدور نہ تھا سپرد کر کے کہا اس ضعیفہ کو دو چار روز اس مکان میں رکھ کے اسکا علاج کرو تا کہ اچھی ہو جائے پری بانو نے پاس خاطر شہزادہ احمد فوراً دو خواصون کو میری خبر گیری کے لیے متعین کیا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ درمیان شہزادہ احمد اور پری بانو کے واسطہ زن و شوہر کا بڑا ورتن نے اپنے تئیں ایسا بیمار بنایا تھا کہ مطلقاً دو دن خواصون نے مجھ میں تو انائی نہ پائی اسلئے میرے دونوں بازو پکڑ کر ایک مکان میں لے گئیں اور ایک عرق پلا کے مجھے سلا رکھا تب میں نے اپنے دل میں سوچا کہ جس کام کو واسطے تو نے اپنے تئیں بیمار بنایا تھا وہ کام بخوبی حاصل ہوا اب زیادہ کر کرنا کیا ضرور ہے تو پری ویر کے بعد میں اٹھ بیٹھی اور خواصون سے کہا کہ پیتے ہی عرق کے میری تپ جاتی رہی پھر وہ مجھ پر پانی کے حضور میں لے گئیں پری بانو نے مجھے سب مکان اور تخت چوہر نگار دکھلا کے رخصت کیا جب وہ ساحرہ اس حال کو بیان کر چکی گئی تھیں ظاہر کرنا دوسرے امر کا اسطرح شروع کیا کہ شاید حضور اُس پری کا اور اُنکی حشمت و اقتدار کا حال سکر بہت خوش ہوئے اور تصور فرمایا ہوگا کہ سببِ صحت اُس پری کے ساتھ شہزادہ احمد کو حقیقت یہ دولت و دنیا حاصل ہوئی مگر میرے نزدیک یہ سب امر بعکس معلوم ہوتے ہیں کہ مبادا شہزادہ احمد پری کی حمایت کرنے سے بہ نسبت حضور کے کچھ غدار اور فریب کرے اور اگر خیال کیا جائے کہ شہزادہ احمد سے جو بذاتہ سعادت مند ہے ایسی حرکت غیر مناسب بہ نسبت اپنے باپ بزرگوار کے عمل میں نہیں آئیگی یہ سچ ہے مگر جو بالفعل وہ مثلاً محبت اُس پری کا ہے کیا عجب کہ سببِ رنجب دینے پری کے مرتکب ایسے امور ناشائستہ کا جو عرضِ جگر اندیشہ کی ہو اُسکی فکر سے حضور غافل نہ رہیں آئندہ مختار ہیں ساحرہ یہ انکر بادشاہ سے رخصت ہونے لگی بادشاہ نے کہا کہ میں دو وجہ سے تیرا ممنون ہوا ایک تیری محنت دوسرے تیری نصیحت پھر جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ وہ ساحرہ مکاناتِ سلطانی سے جا چکی تب اُس نے اپنے مصاحبون کو جنھوں نے شہزادہ احمد کی طرف سے اُسکے دل میں شبہ ڈالا تھا بلو کے ساری حقیقت ظاہر کی اور پوچھا کہ اب اس امر کی کیا تدبیر کی جائے جبکہ سبب سے اس پری کے ہاتھ سے اپنی سلطنت کو محفوظ رکھوں ایک نے جواب دیا کہ اُسکی تدبیر بہت سہل ہے شہزادہ احمد کو کہ ہنوز ہمیں یہ قید کبچل کرنا تو اسکا مناسب نہیں مگر قید شدید میں رہے اس مشورے کو باقی مصاحبون نے بہت پسند کیا مگر بادشاہ کے اسوقت چپ ہو رہا دوسرے دن اُسے پھر اُس ساحرہ کو بلو کے شہزادہ احمد کے قید کر زمین

مشورہ کیا اُس نے کہا میرے نزدیک یہ مناسب معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ جب شہزادے کو آپ قید کرینگے ضرور ہی کر اُس کے سواروں اور دوسرے ہزار بیوں کو بھی قید کرین تو اس وقت وہ سب کہ عالم جنات میں اور اُن کو سب طرح کی طاقت ہے قید سے نکل کر اُس پری کو خبر کرینگے وہ پری اپنے شوہر کے قید ہونے سے نہایت غضب میں آئے ایک قیامت برپا کرے گی جس کا تدارک آپ کو کرنا بہت دشوار ہوگا اگر میرا آپ کو اعتماد ہو تو میں اس بات میں عرض کروں گی کہ میں جتنی جتنی ضرورت ہوگی اور کچھ نقصان نہ ہو اور آپ خوب جانتے ہیں کہ بڑے بڑے عجیب و غریب کام ایک ساعت میں عالم جنات اور پریوں سے ہوتے ہیں انسان کا مقدور نہیں کہ اس کام کو برسوں کی محنت سے حاصل کرے اور اگر حضور کو سیر و شکار کے وقت حاجت خیموں اور ڈیروں کی خاص اپنی ذات کے واسطے اور سب فوج اور لاؤ لشکر کے لیے پڑتی ہو اور اُس کی تیاری اور بار برداری میں بہت روپے صرف ہوتے ہیں اب حضور امتحان کے لیے شہزادہ احمد سے فرمائش کریں کہ ایک خیمہ وسیع ایسا کہ میں سے مجھے لاو جس میں سب ارکان دولت اور فوج وغیرہ اور دو اب سائین اور وہ ایسا ہلکا ہو کہ جسے ایک آدمی اپنے ہاتھ میں اٹھا کے جہان چاک وہاں لیجائے جب وہ شہزادہ آپ کی اس فرمائش کو بجا لائے تو اور بہت فرمائشیں عجیب کار آمد ہیں میں حضور سے عرض کروں گی آخر کو وہ شہزادہ اُن فرمائشوں کے ہمہ پہنچانے میں نہایت تنگ اور عاجز ہوگا اور اس جیل سے عجائب و غرائب چیزیں جنات کی ایجاد اور کارگیری سے بنی ہوئی آپ کے خزانہ میں آجائیں گی آخر الامر شہزادہ احمد اُن فرمائشوں سے تنگ آئے شرم و حجاب سے پھر کبھی اس شہر میں نہ آئیگا اور آپ اس صورت میں اسکے غرور و کبر سے محفوظ رہینگے اور حاجت قید کرنے اور ہلاکی ایسے فرزند کی نکلنے پر مگی بادشاہ نے اس صلاح کو اپنے مصاحبوں سے پوچھا وہ اس مصلحت کو نہ کرچہ ہو رہے بادشاہ اس صلاح کو بہتر سمجھ کر چاہے ہو یا دوسرے دن جب شہزادہ احمد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور نزدیک ہر نعم کی گفتگو درمیان دونوں کے رہی بادشاہ نے موقع پائے کہا میں آگے ایک مدت تک تمھارا جیانی سے نہایت رنج میں رہا اور جب تم ظاہر ہو کے میرے پاس آئے مجھے تمھارے دیکھنے سے نہایت خوشی ہوئی اور باوجود نہ دریافت ہونے تمھارے مسکن کے اصرار نہ کیا کہ یہ راز دریافت ہو جائے اس واسطے کہ تمھاری مرضی اسکے پوچھنے میں نہ ملتی مگر اب مجھے دریافت ہوا کہ تم نے ایک پری حسین کے ساتھ شادی کی نہ اس سے بڑی خوشی مجھے حاصل ہوئی اب میں تم سے کچھ اور اُسکا حال کہ جو تم کو ناگوار ہے نہیں

پوچھ سکتا مگر یہ کہو کہ جو کوئی چیز میں تھے مانگوں اسکو تم پر ہی بانو کے پاس سے لادے سکتے ہو اور اتنی خاطر تھاری اُس پری کو ہو کہ اُس چیز کے دینے میں دریغ نہ کرے تھیں خوب معلوم ہو کہ اکثر میں واسطے زمانی یا شکار کے سفر کیا کرتا ہوں اور حاجت خیموں اور ڈیروں کی بڑی ہو کہ جسکی بار برداری کے لیے بہت اونٹ اور جانور درکار ہوتے ہیں جن جانتا ہوں کہ ایک خیمہ جسے تم اپنے ہاتھ میں اٹھا لے لاسکو اور وہی ایک خیمہ مجھے اور میری ساری فوج کے رہنے کی واسطے کافی ہو اُس پری سے مانگ کر لادو نا مجھے وقت حاجت کے اور خیمے اور اسکی بار برداری کے لیے کچھ تردد نہ کرنا پڑے اور صبر کرنے زر خطیب سے محفوظ رہوں شہزادہ احمد نے عرض کیا بہت خوب بن ابھی بی بی سے جا کر اسکی درخواست کرتا ہوں مجھ کو معلوم نہیں کہ اس صفت کا خیمہ اُسکے کارخانہ میں جو یا نہیں اور اگر ہو تو وہ دیگی یا نہیں ابھی میں آپ سے اقرار نہیں کرتا بادشاہ نے کہا اگر تم اُس خیمہ کو لا کر حاضر نہ کرو گے تو میں پھر تھاری صورت نہ دیکھونگا اور تم کیسے اُسکے شوہر اور وہ تھاری بی بی ہو کہ ذرا سی چیز بھی تمھارے کہنے سے نہ دیگی اور معلوم ہوا کہ تم اُسکے نزدیک کچھ حقیقت اور عزت نہیں رکھتے تم جاؤ اور اُس سے اُس خیمہ کو مانگو اگر کہنے دیا تو جانتا کہ وہ تم کو جاسی ہو اور بہت سزا دیتی ہو اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ تم کو دل سے پیار کرتی ہو جو کچھ تم اُس سے درخواست کرو گے وہ تم کو بخوشی دیگی اور ہرگز انکار نہ کرے گی شہزادہ احمد خلاف اپنے دستور کے کہ تین دن تک بادشاہ کے حضور میں رہتا اور چوتھے روز پری بانو کے محل میں جاتا صبر و دور بردہ کرتا تیسرے دن اُدھر کوروانہ ہوا اور جب محل میں پہنچ کے پری بانو کے روبرو گیا اُسے شہزادہ کو ملول پاکے پوچھا کہ خبر تو ہر آج تم کیوں اسقدر افسردہ خاطر اپنے پدر بزرگوار کے پاس سے آئے ہو شہزادہ احمد نے بعد دریافت خیر و عافیت کے سب حال کہا پری بانو نے جواب دیا کہ میں تمھاری تسلی خاطر بخوبی کرونگی مگر اس درخواست سے تمھارے باپ کی مجھے معلوم ہوا کہ اب اسکا وقت بہت قریب پہنچا ہے جلد اس دنیا سے رحلت کرے گا شہزادہ احمد نے کہا خدا میرے باپ کو بہت سلامت رکھے بی بی میں ابھی آنکھ نہ دیرست چھوڑ کر آیا ہوں مگر حیران ہوں کہ میں نے اب تک ذرا حال یہاں کا بادشاہ سے نہیں کہا سب حال اُسکو کیونکر معلوم ہوا پری بانو نے جواب دیا کہ شہزادے تھیں یا وہوگا کہ میں نے اُس عورت کو جسے تم سبھا کے بیان پر اٹھا لائے تھے دیکھ کر کیا کہا تھا اُسی عورت نے یہاں کا حال تمھارے باپ سے جا کر کہا وہ بیمار نہ تھی بیماری کا بہانہ کیا تھا پھر میں نے وہ عرق کہ مخصوص ہر قسم کی

تپ کیواسطے ہی بلوایا اُسے اُسکو پی لیا اور عرف کی تاثیر کا بہانہ کر کے اچھی بولگلی اور میرے پاس حضرت ہونے کو آئی من نے اپنے آدمی اور خواصین اُسکے ساتھ کرب مکان اپنے محل کے اور اسباب اور سامان وغیرہ جو ابرات اُسکو صرف تمھاری خاطر سے دکھلائے کہ تھنے اُسکی سفارش کی تھی اور جب اُسے شفا پائی اُسکو بخوبی رخصت کیا سو اُس عورت کے اور کسی آدم زاد کا مقدور نہیں کہ یہاں تک پہنچ سکے شہزادہ احمد نے پری بانو کی بہت ثنا و صفت کر کے کہا اب میں چاہتا ہوں کہ تمھاری عنایت سے وہ خدیہ اپنے باپ کے حضور میں بھجا کر سرخرد ہوں پری بانو نے کہا کہ تم ملنے تھوڑے امر کے لیے اسقدر کیوں تر و درکتے ہو میں منگوائے جوتی ہوں یہ کہ کے اُسے اپنی ایک خواص کو جو اُسکی خزانچی تھی بلایا اور کہا کہ غلام نے خیمہ کو جلد لے آؤ وہ خواص جلد دوڑی گئی اور خیمے کو لا کر حاضر کیا اور بموجب اشارے پری کے اُسے شہزادہ احمد کو دیا شہزادہ احمد نے اُس خیمے کو اپنی مٹھی میں دبا کر خیال کیا کہ پری بانو مجھ سے کیا ہنستی پری بانو نے عقلاً دریافت کیا اور اُسٹھٹھا کر کر کہا اے شہزادے تھنے دل میں سمجھا کہ میں متھے ہنستی ہوں پھر اپنے خزانے کی داروغہ نور جان نامے سے فرمایا کہ اس خیمے کو شہزادے کے ہاتھ سے لیکر ایک میدان میں استادہ کرتا کہ شہزادے کو اس خیمے کی عظمت و شان معلوم ہو خواص اُس خیمہ کو لیکر در محل سے گئی اور استادہ کیا ایک سر اسکا محل سے لگا ہوا تھا شہزادہ احمد نے اُسکو اسقدر وسیع پایا کہ بادشاہ مع دو بیچ کے اُمین رہے اور کیو ایک دوسرے کے سب تکلیف نہو پھر پری بانو سے حذر کیا کہ مجھ کو اسکا حال معلوم نہ تھا کہ خیمہ اس صنعت و صفت کا ہے اسواسطے میں نے تعجب کیا تھا پھر خواص نے اُس خیمے کو گرا کے بطور اول تہ کر شہزادہ احمد کو دیا شہزادہ اُسیوقت اُسے لیکر سوار ہوا اور اپنے معمولی سواروں کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں آیا اور اُس خیمے کو گذرانا بادشاہ بھی اول اُس خیمے کو دیکھ کر سمجھا کہ بہت ذرا سا ہے پھر جبکہ وہ استادہ ہوا تو بہت بڑا پاکر تعجب کیا اور ایسے تھنے نادے کے لانے سے بہت شکر گزار شہزادہ احمد کا ہوا اور کہا میری طرف سے بہت شکر گزاری پری کی بھی اس خیمے کے دینے سے کرنا بعد اسکے اپنے اہلکاروں کو حکم کیا کہ آپ خیمے کو بڑی احتیاط سے میرے خزانے میں رکھنا طرفہ یہ کہ ایسے تھنے نادے سے اُسکا وہم اور غم جو اس ساحرہ اور اُسکے مصاحبوں نے شہزادہ احمد کی طرف سے اُسکے دل میں ڈالا تھا اُسکے سے زیادہ ہوا اور قیاس کیا کہ پری حقیقت میں اپنے شوہر پرچہ سے زیادہ مہربان ہے اُنکی خاطر کیواسطے باوجود اس قلت و زور کے ہٹے بٹے امر کر سکتی ہے اور ڈرا کہ میں مجھ کو اُنکی خاطر کیواسطے ہلاک نہ کر ڈالے پھر بادشاہ نے اُس حرجہ

ہلو کے اس امر میں مشورہ کیا کہ اب تم شہزادے سے پانی چشمہ شیرون کا طلب کرو دوسرے دن بادشاہ وقت شام کے اپنے ارکان دولت کے حلقے میں بیٹھا ہوا تھا کہ شہزادہ احمد حاضر ہوا اور بعد بیجا لانے آداب کے بادشاہ کے نزدیک بیٹھ گیا بادشاہ نے فرمایا میں تمہارے لیے پیچھے کے لانے سے نہایت خوش ہوا اور ایسی کوئی چیز قیمتی اور نادر میرے خزانے میں نہیں مگر ایک چیز اور اگر میرے لیے لاؤ تو موجب میری کمال خوشی کا ہو گا سننا ہوں کہ تمہاری پری کے پاس پانی چشمہ شیرون کا ہے جسکے پینے سے کسی طرح کی تپ نہیں ہتی میں چاہتا ہوں کہ کچھ تھوڑا سا وہ پانی میرے واسطے لاؤ تا وقت حاجت اسکو بیون شہزادہ خاموش ہو کر دل میں کہنے لگا کہ خیمے کو میں نے جسطرح ہو سکا پری بانو سے مانگ کر لا دیا شاید وہ اس پانی کے مانگنے سے کچھ ناخوش ہو اور شہزادے کو خوب معلوم تھا کہ پری کسی امر سے ناراض نہ ہوگی شہزادہ احمد نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں کوئی امر نہیں مگر میں پری بانو سے پانی بھی مانگوں گا اگر اسنے دیا تو حاضر کروں گا ابھی وعدہ جتنی نہیں کرتا غرض دوسرے دن شہزادہ احمد سلطان سے رخصت ہو کر پری بانو کی خدمت میں آیا اور بعد اظہار اخلاص و نیاز کہا کہ سلطان تمہاری عنایت کا نہایت شکر گزار ہوں مگر تم سے تھوڑا سا پانی چشمہ شیرون کا دو کر رہو اگر اس پانی کے دینے میں تلو کچھ وقت ہو تو جانے دو ورنہ مجھے دوپڑی پانی نے کہا معلوم ہوا کہ بادشاہ میرا اور تمہارا امتحان کرتا ہے اور جو وہ جا دو گرنی اسے سکھاتی ہے وہی جیسنین مانگنے پر اسکی طبیعت آتی ہے و خیر میں اس فرمایش کو بھی دو گئی لیکن اس میں ایک بڑی جو حکم ہو کہ فلا نے قلعے کے میدان میں ایک چشمہ جسکی راہ بند کرنے کے لیے چار شیر بہت قوی معین ہیں اور نوبت بنو بہت دو شیر جاگتے اور دو سونے ہیں اور کسی کو نزدیک اس پانی کے نہیں آنے دیتے مگر میں ایسی نہ بھینوں تا وہی جسکے حجب سے بچتیں کچھ ضرر نہ پہنچے گا یہ کہ کے پری بانو نے سوئی دھاگا کال کئی گیند سوت کے اپنے ہاتھ سے بنائے اور ایک گیند شہزادہ احمد کو دیکر کہا پہلے تم اس گیند کو اپنے پاس احتیاط سے رکھو رکھو دوسرے یہ کہ تم دو گھوڑے جالا لاک لینا ایک پر تم خود سوار ہونا اور دوسرے پر ایک بھڑکے چار بکڑے کر کے لاؤ تا وہ وہ بھڑکے تاج فوج کر رکھو گئی تیسرے یہ کہ تم کو ایک ٹھیلہ دیتی ہوں کہ اسکو اپنے پاس رکھنا پھر علی الصبح تم سوار ہو اور اس دوسرے گھوڑے کی باگ اپنے ہاتھ میں کبڑاں قلعہ کی طرف روانہ ہو اور جب قلعہ کے پاس آہنی دروازے پہنچو اس گیند کو اپنے لگے و الدنیا یہ گیند خود بخود ٹھکنا ہو اور دروازے تک قلعہ کے پہنچ جاگ تم بھی پیچھے پیچھے چلے جانا جہاں گیند ٹھکنا لگے

وہیں تم اُن چاروں شیروں کو دیکھو گے اور دروازہ کھل جائیگا اور وہ دو شیر چو جاگتے ہوئے اُن شیر
سوتے ہوئے کو چکا دینے پھر وہ چاروں دیکھ کر ٹھہرنے غرائین اور شور و غل مچائیں گے مگر تم ذرا نہ ڈرنا بیٹیر
کے چاروں مکڑوں سے ایک ایک مکڑا اُنکے آگے ڈال دینا اور گھوڑے پر سے نہ اترنا اور گھوڑے کو
ایدا مار کے جلد اس چشمہ پر پہنچنا اور بانی ٹھلیا میں بھر کر جلد لوٹ پرنا وہ شیر کہ اس وقت مشغول کھانے میں
گوشت کے ہوئے تھے کچھ تعرض نہ کریں گے شہزادہ احمد دوسرے دن علی الصباح قلعے کی طرف روانہ ہوئے
اور قلعے کے دروازے کے پاس جا کر وہ چاروں مکڑے بیٹیر کے اُن چاروں شیروں کے رو بہ رو
اس چشمہ پر پہنچا اور ٹھلیا کو بھر کر جلد لوٹ پرنا جب تھوڑی دور نکل آیا چاروں شیروں نے اُسکا پیچھا کیا اُسے
بے درہم کر تلوار غلاف سے کھینچ لی چنانچہ ایک شیر اُن چاروں میں سے پھر گیا اور دوسرے شہزادے
کو اپنا سر اور دم ہلا کر اشارہ کیا کہ تو بیخوف چلا جا مگر وہ تینوں ساتھ اُسکے لگے ہوئے چلے جاتے تھے
یہاں تک شہزادہ شہر میں پہونچ کر بادشاہ کے محل میں داخل ہوا اور وہ تینوں شیر بھی پیچھے سے شہزادے کا پیچھا
کیے ہوئے دروازے تک پہونچے اور شہزادے کو اندر جاتے ہوئے دیکھ کر تینوں پھرے ہوئے چلے گئے
شہ کے باشندے اُن شیروں کو دیکھ کر نہایت ڈرے اور بھاگے مگر لیکو اُن شیروں نے ستا بائیس پھرت
سوار شہزادہ احمد کو ہتھ دیکھ کر برابر بادشاہی تک اُسکے ہمراہ رکاب ہو گئے اور وہاں پہونچ کر اُسکو گھوڑے سے
اتار بادشاہ اس وقت دربار میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں شہزادہ احمد آیا اور آداب بجالایا اور اُس ٹھلیا کو جس میں چشمہ
شیر دیکھا بھرا تھا نذر گزار کر عرض کیا کہ یہ وہی بانی جو جسکی حضور نے فرمایش کی تھی اور یہ بانی بہت کیسا بابر
بادشاہ نے فرط عنایت سے اُسکا ہاتھ پکڑ کے اپنی دہنی طرف بٹھالیا اور کہا کہ تم اس بانی کو مری نا
جگہ سے محنت کر کے لائے ہو میں تمہارا نہایت ممنون ہوا اور جو اُس ساحرہ نے سب اُل اس چشمہ شیروں کا
اور اُسکی خطرناکی کا بادشاہ سے کہا تھا اس واسطے اُسکو اس حال سے خبر تھی پھر بادشاہ نے شہزادہ احمد سے
پوچھا کہ تو کون تم وہاں گئے اور کس طرح شیروں سے بچ کر صحیح و سالم آئے شہزادے نے سب سرگزشت وہاں کے جانے
اور پھر آنے کی بادشاہ سے مفصل بیان کی جب بادشاہ نے دلیری پر شہزادے کی خیال کیا زیادہ تر آگے
سے ڈرا اور عداوت شہزادے کی اُسکے دل میں دس حصے زیادہ ہوئی جلدی اُسے خست کر محل میں داخل ہوا
اور اُس جاہ و گرنی کو بوا بھیجا جب وہ حاضر ہوئی بادشاہ نے اُس سے حال شہزادہ احمد کا اور لانا بانی
چشمہ شیروں کا مفصل ظاہر کیا وہ سُن کر نہایت سحر ہوئی پھر عرض کیا کہ ابکی بار شہزادہ احمد سے

یہ فرمایش کیجئے اس فرمایش کے ہم ہو چنانے میں یقیناً وہ عاجز ہو گا اور کبھی اسکا انجام اُس سے
 نہو کیگا بادشاہ نے دوسرے دن شہزادہ احمد جب وہ اُسکے حضور میں حاضر ہوا کہا ای فرزند و بلند
 تھاری سعادتمندی اور خدمات شایستہ سے نہایت خوش ہو خصوصاً اُن دو فرمایشوں کے بجالانے سے
 جو میں نے پہلے تم سے کہی تھیں اب ایک تیسری فرمایش اور ہو اگر اُسکو بھی تم بجالاؤ تو میں عمر بھر تم سے راضی
 رہوں شہزادہ احمد نے عرض کیا وہ کون سی فرمایش ہو بادشاہ نے کہا میرے حضور میں ایک آدمی لاؤ
 جسکا قد و قامت ایک گز سے زیادہ نہ ہو اور اسکی داڑھی بین گز کی ہو اور سارے چہرے کی جریب اتنی
 اپنے کانہ سے پر ہلکے چلے اور اس جریب کو اسطرح گھلے جیسے کوئی ایک لکڑی کے سونے کو شہزادہ احمد
 نے خیال کیا کہ اس صفت کا آدمی دنیا میں پیدا نہ ہوا ہو گا غرض شہزادہ احمد دوسرے دن اُس تھانے میں جو
 مملکت ہری بانو کی تھی گیا اور اسکو اس فرمایش سے آگاہ کیا اور پری کی طرک دیکھ کر کہا کہ چننے میں اُن
 دو دن فرمایشوں سے بہت بڑی ہو پری بانو نے کہا تم کچھ اندیشہ نہ کرو تم نے تو بڑی جو کھ اٹھا بانی چستہ شیر کا
 اپنے باپ کو لا دیا یہ فرمایش اُس سے زیادہ دشوار نہیں کیونکہ یہ صفت میرے بھائی شہزین ہو اگرچہ میں
 اور وہ ایک ہی باپ سے پیدا ہیں مگر اسکی شکل بدلنے دینی پیدا کی اور میری ایسی اور وہ بہت شجاع
 اور دلیر ہو اور اسکی ہیشہ سے ہی آرزو ہو کہ میں اس سے کچھ فرمایش کروں تاکہ وہ اُسکو کمال خوشی سے
 بجالائے اور وہ بجالے خود بادشاہ ہو اور سو اُس ایک حربہ اتنی کے اور کوئی ہتھیار اپنے پاس نہیں رکھتا
 اب میں اُسکو یہاں بلاتی ہوں خبردار تم اُسکو دیکھ کر ڈرنا نہیں شہزادہ احمد نے کہا جو شہر تھا راجھا کی ہو وہ
 اگرچہ خلعت عجیب رکھتا ہو میں اُسکو دیکھ کر خوش ہو گا جیسا کہ کوئی اپنے عزیز کو دیکھ کر خوش ہوتا ہو اُسے
 دیکھ کے ڈر کیا سمجھی پھر پری بانو نے سونے کی ایک ٹکٹی منگو آگ اُسین بھروائی اور ایک طلائی صندوق
 منگو لے کھولا اور اُسین سے کچھ خوشبو نکال کے اُس آگ میں ڈالی اور جب اُس غبروان سے دھواں
 گھرا اٹھا اُسکے کئی لٹھ کے بعد پری بانو نے کہا میرا بھائی شہزادہ احمد اُسکو دیکھنے ہو یا نہیں شہزادہ نے
 سر اٹھا کے شہر کو دیکھا تو اوقع قد اُسکا ایک گز کا تھا اور نہایت عنکبوت کے ساتھ آیا تھا اور اُسکے کانہ سے
 پر جریب لوبے کی سارے چہرے کے وزن کی لگی ہوئی ہو اور اسکی داڑھی بہت گہنی میں گز کی لمبی اسطرح
 اُسکو جھکتی علی رکھتا تھا کہ زمین سے نہیں لگتی اور موچھین بھی اتنی بڑی تھیں کہ اُسکے کانوں تک
 پہنچیں کہ اُسکے سارے چہرے کو چھپایا تھا اور انھیں اسکی مانند بچہ خوک کے سر میں

ٹھسی ہوئی سہ اسکا جبر تاج رکھے تھا آگے اور پیچھے سے کبڑا تھا شہزادہ احمد شہر کو دیکھ کر مطلق نہ ڈرا
پری بانو کے پاس بیٹھا رہا شہر نے آگے بڑھ کر اسکو ایک آنکھ سے دیکھ کر پوچھا کہ تمہارے بازو
لگا کون شخص بیٹھا ہے پری بانو نے کہا میرا شوہر اور نام اسکا شہزادہ احمد اور بیٹا بادشاہ ہنگامین نے

تصویر شہر برادر پری بانو کی مع تصویر شہزادہ احمد اور پری بانو کے



بھائی اپنی شادی میں تمھیں اس لیے نہیں بلایا کہ تم اُن دنوں میں بڑی لڑائی میں مصروف تھے اب تم نے اُسے
 فضل سے دہانے پنجاب ہو کر آئے اس لیے تم کو بلایا شہر نے یہ سنتے ہی نظر الفت سے شہزادہ احمد کی طرف
 دیکھا اور پری بانو سے کہا کہ ہن کوئی ایسی خدمت ہو اس شہزادے کی کہ میں بجالاؤں پری بانو نے
 کہا کہ بادشاہ ہند یعنی اس شہزادے کا باپ تمھارے دیکھنے کا بڑا اشتیاق رکھتا ہے تم مہربانی سے اس
 شہزادے کے ساتھ دہان جاؤ شہر نے کہا میں اس وقت تیار ہوں پری بانو نے کہا بھائی آج تم تمام دن
 تھکے ماندے ہو کل صبح کو جانا اور شام کے وقت میں سب حال شہزادہ احمد کا ستے بیان کر دو گی پھر پری بانو
 نے بادشاہ اور اُس کے وزیروں میں خدمت کے حد سے خصوصاً اُس جاوگر کی کی دشمنی سے جو ساتھ شہزادہ احمد
 کے رکھتی تھی شہر کو آگاہ کیا پھر دوسرے دن صبح کو شہر نے شہزادہ احمد کے ہمراہ بادشاہ کے دربار کی راہ لی
 راہ میں بازاری شہر کو شکل مہیب میں دیکھ کر نہایت ہراس سے دکانون اور گھروں میں چھپ سہے اور وارو
 بند کر لیا اور سب لوگ شہر کے جویتوں اور گروہوں کو گھبراہٹ سے جو اس ہو کر چھوڑ بھاگے جب شہر اور شہزادہ
 احمد دونوں محل کے دروازے پر پہنچے دربان شہر کی صحت دیکھ کر بھاگ گئے پھر وہ جہان
 بادشاہ میٹھا انصاف کرتا تھا اور سب اُس کے اہلکار اور مصاحبین بڑے چھوٹے اپنے فرائض سے حاضر تھے
 گیا وہاں بھی لوگ شہر کو دیکھ کے جا بجا بھاگ کر چھپ گئے اور شہر نے کمال نخوت و غور تخت کے پاس
 اگر بادشاہ سے کہا تو نے میرے دیکھنے کی فرمائش کی تھی میں حاضر ہوں دیکھا اور مجھ سے کیلچا پتا ہو بادشاہ
 نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں آنکھوں پر رکھ کر اور منہ پھیر کے جا با کہ وہاں سے بھل گئے اور ایسی
 ہیبت ناک صحت کو نہ دیکھے شہر بادشاہ کی بد اخلاقی سے نہایت رنجیدہ ہوا کہ میں اتنی مشقت اٹھا جو جب
 اس کی طلب کے یہاں آیا اور یہ مجھے دیکھ کر بھاگتا ہو آخر اپنے حریف آہنی کو اٹھا اُس کے سر پر مارا کہ دماغ
 اُس کا پاش پاش ہو زمین پر گر پڑا شہزادہ احمد بنو زہنین پہنچا تھا کہ اُس نے بادشاہ کا کام تمام کیا پھر چلا
 کہ وزیر اعظم کو مارے شہزادے احمد نے اُسے بچایا کہ یہ تو میرا دوست ہو اُس نے کوئی سخن بد میرے حق
 میں نہیں کہا بخلاف اور دن کے یہ اشارہ پا کے شہر نے ایک سرے سے سب وزیروں اور مصاحبوں کو
 قتل کیا اور سو اُن لوگوں کے کہ جنھوں نے اپنے تئیں بھاگ کر بچایا تھا کوئی وہاں زندہ نہ رہا سب کے
 سب اُس کے ہاتھ سے مارے گئے پھر شہر نے عدالت گھر سے دہان بادشاہی میں آکر وزیر اعظم سے کہا کہ
 اُس ساجدہ کو جو شہزادہ احمد میرے جنونی کی دشمن تھی اور اُن مصاحبوں کو جو اُس کے حدود و عداوت

مین تھے حاضر کرنا ان سب کو سزا اعمال کی دون وزیر نے پہلے اس ساحرہ کو بعد اسکے ان مصاحبوں کو جو تھا
 شہزادے کے تھے بلو کے حاضر کیا شہر نے انکو بھی اسی حربہ آہنی سے مارا اور اس ساحرہ سے کہا کہ تیرے
 بد آموزی کا بادشاہ کو اور تیرے مکر و فریب کو نہ کا یہ جو مجھے اب ملتا ہے شہر نے چاہا کہ تمام شہر کے لوگوں کو
 قتل کرے مگر شہزادہ احمد نے ان سبکو پایا پھر شہر نے شہزادہ احمد کو پوشاک شاہانہ پہنا کے تخت سلطنت ہندوستان
 پر بٹھایا اور اسکے نام کی تمام شہر میں منادی کی سب لوگ شہر کے وضع و شریف کے شہزادہ احمد سے راضی تھے
 اسکے بادشاہ ہونے سے نہایت خوش ہوئے اور اسکے حضور میں نذرین گزاران کے باواز بلند دعائیں دینے
 لگے کہ سلطان احمد ہزاروں برس زندہ رہے جب شہر بہان کا بند و بست کیچکا تب پری بانو اپنی ہمیشہ کو
 لاکے وہاں کی ملکہ کی اور خطاب اسکا شہر بانو یا بعد اسکے شہر اپنی بہن شہر بانو اور سلطان احمد سے نصرت
 ہر کے اپنے گھر گیا اسکے جانے کے بعد سلطان احمد نے شہزادہ علی اور نورالہار کو بہت کچھ دے کے ایک
 بڑے شہر کا جو اسکی دار السلطنت کے متصل تھا حاکم کر کے وہاں رخصت کیا اور ایک سردار کو شہزادہ حسین
 کے پاس بھیجا کہ امتی حال کی اطلاع کی اور کہلا بھیجا جس شہر اور ولایت کی تمکو خواہش اور رغبت
 جو میں اسکا حاکم تھیں کر کے سند اسکی لکھکر بھیج دوں مگر شہزادہ حسین ازبک فقیری میں نہایت خوش تھا
 اسنے حکومت کسی ولایت کی منظور نہ کی اور اس افسر کی زبانی شکر گزاری سلطان احمد کی کہلا بھیجی اور اپنی تمام
 عیال و نشینی میں بسر کی مگر شہزادے اس قصہ کو تمام کر کے دوسرے دن دوسرا قصہ وہ ہنوں کی دشمنی کا کہنا
 شروع کیا اور سبط وہ ہمیشہ قصہ عجیب و غریب بادشاہ ہند وستان کو سنا کے ہر روز اپنے نہیں قتل سے بچا کرتی

قصہ وہ ہنوں کے حسد اور عداوت کا تیسری بہن کی نسبت سب سے چھوٹی تھی

اگلے زمانے میں ایک شہزادہ ملک پارس کا خسرو شاہ نام اکثر را تو کو بھیجیں بدل اور ایک خدمتگار کو اپنے
 ساتھ لیے سیر شہر کی کیا کرتا اور شب گری میں انوکھے انوکھے حالات مشاہدہ کیا کرتا جب شہزادے کے
 باپ نے کہ سمجھا اور اس شہزادہ کے سوا اور کوئی وارث نہیں رکھتا تھا انتقال کیا تب وہ شہزادہ تخت
 بیٹھا اور بعد سے وہ مجیز و کمین اور خداداری کے سکھ اور خطبہ اپنے نام کا کہ کہ خسرو شاہ تھا جاری کیا اور بتو
 اپنی عادت قدیم کے سر شام اپنے وزیر اعظم کو ہزارے اور تہیل لباس اپنا اور وزیر کا کر کو چون میں شہر
 کے گشت کرنے لگا تاکہ حال ملک و بدشہ کا معلوم ہو اتفاقاً گذر اسکا ایک گلی میں جہاں عوام الناس

رہتے تھے ہوا وہاں اُسے آواز سنی کہ کچھ عورتیں باواز بلند بات چیت کر رہی ہیں بادشاہ نے نزدیک اُس گھر کے جا کے دروازے کی دریا سے جھانک کر دیکھا کہ تین بہنیں ایک والاں میں بیٹھی ہوئی بعد فراغت طعام شب آپس میں باتیں کرتی ہیں وہ کان لگا کر انکی باتیں سننے لگا چنانچہ بڑی بہن نے اپنے دل کی آرزو اس طرح ظاہر کی کہ میں چاہتی ہوں کہ میرا بیاہ بادشاہ کے نان بانی کے ساتھ ہو تاکہ رونی نہایت لذیذ کھانے کے ہم دونوں کو ترسایا کرتی تھیلی بہن نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ میری کھدائی بادشاہ کے باورچی کے ساتھ ہوتا چھے اچھے کھانے نفیس میرے کھانے میں آیا کہ تین تیسری بہن نے کہ سب سے چھوٹی اور لطیفہ گو اور نہایت خوبصورت خوش سلیقہ ذی شعور تھی اپنی نوبت میں کہا میری خواہش ایسی پست نہیں ہے جیسی تم دونوں کی بلکہ میری آرزو بہت بڑی ہے میں چاہتی ہوں کہ اس ملک کے بادشاہ کی بی بی ہوں اور اس بادشاہ سے ایک شہزادہ جنوں جیسے بال ایک طرف کے سونے کے ہوں اور دوسری طرف کے روپے کے اور جب روئے اسکی انگلیوں سے موتی چھڑیں اور ہنسی کے وقت اُسکے شکر گنی ہونٹھ مانتے غنچے کے گلیں بادشاہ تینوں خواہشیں اُن تینوں بہنوں کی خصوصاً آرزو تیسری بہن کی سنکر نہایت متعجب ہوا اور چاہا کہ ان تینوں بہنوں کی خواہش پوری کرے اس امر کو دل میں مترار دیکر وزیر سے فرمایا کہ اس گھر کو خوب اس وقت پہچان رکھ اور صبح ان تینوں بہنوں کو میرے حضور میں حاضر کچھ جو غرض دوسرے دن صبح کو وزیر نے اُن تینوں بہنوں کو اُنکے گھر سے لیجا کے بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا بادشاہ نے اُسے کہا کل رات کو تم اختلاط اور خوش طبعی میں آپس میں کیا کہتی تھیں خبردار اظہار میں اُن باتوں کے ذرا فرق نہ کرنا اس واسطے کہ مجھے وہ سب باتیں معلوم ہیں اور اپنے قانون سے سن چکا ہوں اس بات کو سنکر وہ تینوں بہنیں شرم و حیا سے کچھ جواب نہ دے سکیں اور اپنے اپنے سر جھکا کے چپ ہو رہیں بادشاہ چھوٹی بہن کو کہ نہایت حسین اور نیک ناک سے بہت اچھی تھی دیکھ کر فریفتہ ہوا آخر بعد استفسار یہاں وہ عذر کرنے لگیں بادشاہ نے اُنکو دلاسا دیکر فرمایا کہ تم کچھ نہ ڈرو اور جیسا کہ رات آپس میں اظہار اپنی خواہشوں کا کرتی تھیں مجھ سے ظاہر کر دینا بخاری آرزو کو پورا کروں آخر انھوں نے اپنی خواہشوں کو بادشاہ کے حضور ظاہر کیا بادشاہ نے شکر بڑی بہن کی شادی اپنے نان بانی کے ساتھ اور چھوٹی کی باورچی کے ساتھ اسی دن کو دی اور اپنی شادی کے لیے چھوٹی بہن کے ساتھ تباری کا حکم کیا چنانچہ بعد تباری سامان کے ماند بادشاہوں کے شادی کی

اور اسکو خطاب ملک پارس کا دیا اور اسکی بڑی بہنوں کی شادی سرسری باورچی اور طباخ کے ساتھ
بدون تکلف کر دی تھی اگرچہ اُن سب کو لازم تھا کہ اپنی آرزو میں باکے خوش ہو تین مگر عکس اسے
بڑی اور بھلی بہن نے جادو جلال اپنی چھوٹی بہن کا اور دھوم دھام اسکی شادی کی دیکھ کر نہایت
حسد اور رشک کیا اور رات دن جلا کر تین اور ہر ایک غم و غصہ کھا کر تین بہانے کہ ایک دن بڑی اور
بھلی بہن حجام میں نہانے کے لیے باہم فراہم پیرن بڑی نے بھلی سے کہا چھوٹی بہن باری اتنی زیادہ
خوبصورت ہے نہ تھی کہ لیاقت ملکہ ہونے کی رکھتی مجھے یہ امر سخت ناگوار ہوا بھلی بہن نے کہا ہوا میں
بھی اس امر سے نہایت ناراض ہوں میں نہیں جانتی کہ بادشاہ نے کیا اسے دیکھ کر اپنڈ کیا وہ وہاں
پوزینہ کے ہر میرے نزدیک بہن بادشاہ کو لازم تھا کہ مجھے ملکہ بنانا بڑی بہن نے کہا میں زیادہ تر
مجھے متیر ہوں اگر بادشاہ تیرے حسن و جمال کو دیکھ کر تجھ کو بی بی بناتا تو اس چھو کر سے ہزار مرتبہ تیر
تھا غرض سبب ناقدری اور نا انصافی بادشاہ کے ہم نہایت افسردہ خاطر رہتے ہیں اب کوئی ایسی میر
کیا جا ہے کہ جس سے وہ نالائق بادشاہ کی نظر سے گر جائے پھر وہ دونوں بہنیں دن رات اسی فکر
میں رہے کہ وقت ملاقات ہی ذکر و مذکور آجین کیا کر تین اور بہت تدبیریں اُسکے زوال و دولت
اور ہلاکت کی سوچتیں مگر کوئی پیش نہ جاتی اور ملکہ ہمیشہ اُن دونوں کی بڑی خاطر کیا کرتی اور جرح اُسکو
پہلے محبت اُن دونوں کے ساتھ تھی اب بھی وہی طوطا رکھتی اتفاقاً ملکہ بعد کی مہینے کے حاملہ ہوئی اور
بادشاہ اس خوشخبری سے بہت خوش ہوا اور تمام شہر ملک اطراف قلم و اپنے میں واسطے خوشی کرنے کے حکم
کیا وہ دونوں بہنیں قابو پالے مبارکباد دینے بادشاہ کے محل میں گئیں اور ملکہ سے درخواست کی کہ ہکو
خدا نے یہ دن دکھلایا ہم جاتے ہیں کعب وضع محل کا وقت قریب ہو ہم حاضر ہو کے تلک جو اُمین اور
چالیس دن تک بھاری خدمت میں حاضر رہیں ملکہ نے خوش ہو کے کہا بی بہو بہت اچھا ہے کون معتد
زیادہ ہو مجھے تھا رار ہنا ایسے وقت میں بہت مناسب معلوم ہوتا ہے مگر بے اجازت بادشاہ کے
کوئی کام نہیں کر سکتی بہتر یہ کہ اپنے خاوندوں سے کہ حاضر باش و بارسلطانی ہیں اس امر کی درخواست
کر دو کہ وہ بادشاہ سے عرض کر کے اجازت اس امر کی بھاری واسطے لین غالباً بادشاہ اجازت
رہنے کی نصیحتیں بخوشی اُن دونوں کے شہر و ان نے اپنی میزبانی کا کتنا مکر نہ پوچھنے میں چونکہ
اس امر کی درخواست بادشاہ سے کی بادشاہ نے فرمایا کہ بعد دریافت جواب دینا چاہیے بادشاہ نے

خلوت میں ملکہ سے کہا ملکہ نے عرض کیا بہت مناسب ہو بہر حال میری بہنوں کا رہنا میرے پاس
 زچہ خانہ میں بہ نسبت غیروں کے بہت اعلیٰ ہو چنانچہ کچھ شہزادہ ملکہ کی بہنوں کو اجازت رہنے کی دی
 اور ان دونوں نے اُس وقت سے بادشاہ کے محل میں رہنا اختیار کیا اور انھوں نے قابو غریب کرنے کا
 ملکہ کے ساتھ کہ مدت سے تاک میں تھیں بخوبی پایا جب وقت وضع حمل ملکہ کا ہو چکا وہ ایک شہزادہ
 بہت خوبصورت جنی ملکہ کی دونوں بہنوں نے نظر بچا کے شہزادے کو ایک محل کے کمرے میں بہت
 ہوشیاری سے پیٹ اور ایک پیاری میں بند کر دیا وہیں نہر کے جو ملکہ کے محل میں جاری تھی والی دباؤ
 بجائے اُسکے ایک کتے کا موہا ہوا لپک لوگوں کو دکھایا کہ ملکہ کتا جنی پر جب یہ جبر طال افزا بادشاہ کو پہنچا
 وہ سننے ہی نہایت برہم ہوا اور قصد ملکہ کے مار ڈالنے کا کیا مگر وزیر نے کہ حاضر تھا بادشاہ کو ایسے
 ظلم سے باز رکھا اور بے قصوری ملکہ کی معقول دلیلوں سے بادشاہ کے ذہن میں ثابت کی اتفاق سے
 وہ پیاری بہت بہتے باغون کی نہر میں گئی اور ناگاہ نظر دار و غضب کی جو کتا رہے مثل رہا تھا اُس پر بڑی آ
 ایک باغبان کو پکارا اور کہا کہ جلد جا کر یہ پیاری جو بہتی چلی آتی ہے میرے پاس اُٹھالاتا میں دیکھوں کہ
 اُس میں کیا ہے باغبان و ڈر کر اُس پیاری کو کسی لکڑی سے نزدیک اپنے کھینچ کر دار و غضب کے پاس لے آیا
 دار و غضب ایک لڑکا اُس وقت کا بنا ہوا نہایت حسین محل میں پیدا ہوا اس پیاری میں دیکھ کر نہایت تھمر
 ہوا دار و غضب کے اولاد دہتی وہ ہمیشہ دعائیں جناب کبریا میں مانگا کرتا تھا دیکھتے ہی اس بچے کو
 پیاری سمیت اپنے گھر لے آیا اور اپنی بی بی سے کہا کہ خدائے مجھے یہ لڑکا مرحمت کیا ہے ابھی ایک دائی
 بوا کر اُسکو دودھ پلاؤ اور اُسکو اپنا شملی بیبا جان کے بڑی احتیاط سے پرورش کرنے لگی اور اس دار و غضب نے
 خوش ہو کر لڑکے کو اپنی فرزند میں لیا اور اسکی بجان و دل پرورش کرنے لگی اور اس دار و غضب نے
 کچھ نفیض نہ کی کہ وہ لڑکا کمان سے آیا اور اپنے دل میں تصور کیا کہ وہ لڑکا یقیناً ملکہ کے محل کی طین سے
 آیا ہو لیکن مجھے کیا ضرور ہے کہ میں اُسکے حال کی جستجو کروں دوسرے برس وہ ملکہ اور ایک شہزادہ جنی اور
 اسکی بھوات بہنوں نے حد کی راہ سے اُس بچے کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو اُسکے بڑے بھائی کے
 ساتھ کیا تھا اور ظاہر کیا کہ اب کی بار ملکہ نے بی بی کا بچہ جن اُسن اتفاق سے وہ لڑکا بھی اُس دار و غضب کے پاس
 لگا اُس نے دیکھ بھی لپکا خوش خوشی اپنی بی بی کے سپرد کیا اور کہا اُسکو بھی مانند پہلے کے پرورش
 بادشاہ اُسکو شکر آگے سے زیادہ خفا ہوا اور ملکہ کی ہلاکی کا قصد کیا مگر وزیر نے کہ سن کے

ہیں مہر بھی ملکہ کو بچا یا اور بادشاہ کے غصے کو سمجھا بچھا ٹھنڈا کیا تیسری دفعہ ملکہ نے بچاے شہزادے کے رزکی جینی دو غریب بچی گلیاں بھی مثل اپنے دونوں بھائیوں کے بناری میں بند کر نہر میں ڈالی گئی اور وہ مرنے لگی اسی واروغہ کے ہاتھ پڑی اور اسے اسکو بھی اپنی بی بی کو دیکر کہ اس رزکی کو بھی ان دونوں بھائیوں کے ساتھ بال بھر ان دونوں بہنوں نے ملکہ کی غاہر کیا کہ ابکی دفعہ ملکہ نے چھوڑ دیا جی کچھ نہ رہا اس دفعہ اپنے غصے کو ضبط نہ کر سکا اور سنتے ہی اس حال کے نہایت غضب میں آکر کہا کہ یہ نالائق قابل میری جیبتی کے نہیں اگر اب میں اسے جیتا چھوڑ دینگا تو میرے محل کو جو انوں سے جنگ بھر دیگی اب ضرور ہوا کہ میں اسے وجود بخش دوں اس سے جہان کو پاک کروں یہ کہنے کے وزیر اعظم کو ملکہ کے مار ڈالنے کا حکم کیا وزیر اعظم اور سب اس کے ارکان دولت اپنے تئیں بادشاہ کے قدموں ڈال ملکہ کے شفیق ہوئے اور وزیر اعظم نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ خداوند قتل کرنا ایسے شخص کا کہ جو بقصہ اور قضا و قدر میں کچھ دخل نہ رکھتا جو شرع شریف میں روا نہیں اکثر عورقوں کو ایسے امور پیش آتے ہیں وہ قابل سزا کے نہیں ہوتیں ملکہ کو جان سے مارنا کیس طرح قرین صلاح نہیں اگر ایسے ہی حضرات اسے ہزار ہا میں تو اس کے پاس جانا موقوف کر دیجئے اور کچھ صدقہ و خیرات کیجئے بادشاہ وزیر کی باتیں حکمت آمیز سنکر سمجھا کہ فی الواقع ملکہ کا خون کرنا بجا ہے اور وزیر سے فرمایا کہ میں نے اسکا خون معاف کیا مگر ایک سزا اس کے لیے میں نے تجویز کی کہ وہ قتل ہونے سے بدتر ہو کہ ایک قید خانہ جامع مسجد کے دروازے کے پاس بنوایا جائے اور ملکہ کو قفس چوبی میں قید کر اس جگہ رکھیں اور حکم دیا جائے کہ جو مسلمان نماز کے آئے پہلے ملکہ کے منہ پر تھوک کر قدم اپنا مسجد کے اندر رکھا کرے اگر کوئی شخص ایسا نہ کرے تو وہ بھی ایسی ہی سزا پائے وزیر یہ سنکر چپ ہو رہا اور حکم اسکا بجالایا کاش یہ سزا جو بادشاہ نے واسطے ملکہ کے تجویز کی ان دونوں بدکار بہنوں کو دیجاتی تو بہت بجا تھا غرض وہ زندان جلد تیار کیا گیا اور وہ گلیاں ملکہ اُس میں بعد گزرنے ایام نفاس کے قید ہوئی اور بموجب حکم سلطانی شہر کے لوگ جو نماز پڑھنے جامع مسجد میں آتے پہلے اس ملکہ کے منہ پر کہ قابل ایسی سزا کے نہ تھی تھوکتے وہ غریب صبر و شکر کرتی اور جو کوئی کہ اس کے قفس کو جسکے سبب سے بادشاہ نے یہ سزا تجویز کی تھی سنا اسکو گلیاں محض تصور کر کے اس پر کمال رحم کرتا اور اسکی مخلصی کے لیے دعا مانگتا ان دونوں شہزادوں اور شہزادی کو داروغہ اور اسکی بی بی نہایت پیار سے پالتے اور پرورش کرتے اور جب قدر وہ تینوں شہزادے اور شہزادی بڑھے ہوئے

انکی محبت اُن دونوں میان بنی بی کے دل میں زیادہ ہوئی جب وہ تینوں سیانے ہوئے داروغہ نے
 بیسے کا نام بہن چھوئے کا پر ویز اور لڑکی کا نام سبب کمال حسن و جمال کے پریزا درکھا جب وہ شہزاد
 قابل تربیت کے ہوئے داروغہ نے اُنکے لکھانے پڑھانے کے لیے معلم اور اُستاد نوکر رکھے اور شہزادی
 پریزا کو جب نہایت راجب لکھنے پڑھنے کی طرف پایا اُسکو بھی انھیں اُستادوں کے سپرد کیا چند روز میں پریزا
 بھی مثل اپنے بھائیوں کے لکھ پڑھ کے قابل ہوئی اور دوسرے اُستادوں سے علم سہیت اور شاعری و
 تواریخ وغیرہ تینوں نے سیکھی اور تھوڑے عرصے میں اسقدر اُنھوں نے سب علوم اور فنون میں استعداد
 حاصل کی کہ استاد اُنکے حیران ہو گئے کہ یہ تو ہمیں بھی فائق ہوئے بعد اُسکے اُن تینوں نے
 سواری گھوڑے کی تیر اندازی وغیرہ فنون سپاہ گری کے سیکھے سوا ان سب فنون کے پریزا نے گانا
 بجانا ہر ایک ساز کا بھی اخذ کیا داروغہ اُن تینوں فرزند اپنے کو سب علوم اور فنون میں کامل اور یکساں پالنے
 نہایت خوش ہوا اور جو اُسکا شہزادوں کے رہنے کے قابل نہ تھا اُسکے لیے اُسے باہر شہر کے تھوڑی و درپر
 ایک زمین قریب صحرا اور سبزہ زار کے مول لیکر اُسپر ایک محل بہت عالیشان اور خوبصورت بنوانا شروع کیا اور
 آپ دن رات اُسکی تعمیر میں مصروف رہا کرتا جب وہ مکان تیار ہو گیا اُسے بڑے بڑے نقاشوں اور مصوروں
 سے اندر باہر منبت اور نقش کمال خوبصورتی کے ساتھ بنوائے اور اچھے اچھے نفیس اسباب سے اُسکو
 سجا اور اُس مکان سے لگا ہوا ایک پائین باغ بنوایا جس میں سب قسم کے پھول اور میوؤں کے درخت لگائے
 ایک بڑا رستہ بنایا گیا جسکے چاروں طرف دیوار بلند کچھو کے اُسمیں سب قسم کے جانور شکاری چرند و پرند پالے
 تاکہ وہ دونوں شہزادے اور انکی بہن پریزا اور اُسمیں شکار کھیلا کر بن غرض بعد تیاری مکان اس داروغہ نے
 کہ تینوں سے ملازم اُس سلطنت کا تھا بادشاہ سے اجازت مانگی کہ شہر سے جا کے اُس مکان میں رہے
 بادشاہ نے اُس پر قدیم سے عنایت کرتا تھا بخوشی اُسکو اجازت دی اور محبت سے بوجھ اُکے اگر تیرا اور
 کوئی مطلب ہو تو مجھ سے کہ اُسے قدموں پر گر کے کہا کہ خاندان اسکا کہ آپ کی خدمت گزاری میں
 قصدف ہوا اور کوئی مطلب نہیں رکھتا پھر داروغہ بادشاہ سے جفت ہوا باہر شہر کے انھیں مکانوں تعمیر
 میں اُن تینوں شہزادوں و شہزادی سمیت جا کر رہنے لگا بی بی انکی کئی سال لگے مر گئی تھی اور وہ بھی نئے
 مکان میں اگرچہ مینے کے بعد فقہ ہو گیا اور اتنی فرصت نہ پائی کہ اُن تینوں لڑکوں سے اُنکے پیدا ہونے اور
 پرورش کرنے کا حال کہتا اور اپنا ہمتی کرنا اپنے ظاہر کرنا ملامت بقدر کہنے پایا تھا کہ باہر عزت و حرمت سے

بہم اپنے بھائی بن ملے رہنا بعد اسکی وفات کے شہزادہ بہمن اور پرویز اور پریزاد نے جو سب اسی واسطہ
 بانات کو اپنا حقیقی باپ سمجھتے تھے بہت غم و الم کر کے چمبہ بند و کھنڈن کی اور آپس میں وہ تیہون بھائی
 بہمن رہنے لگے شہزادے کو حوصلہ دانی بڑے رکھتے تھے جس سے بڑے مرتبوں کو ہونچے ایک دن نون
 شہزادے شکار کھیلنے گئے اور شہزادی پریزاد ایک لکھ میں تھی ناگاہ ایک مجرمی عورت سلمان بڑی عابدہ
 زراہہ اُس کے دروازے پر آئی اور درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو میں اندر آ کے نماز پڑھوں شہزادی
 نے اجازت دی جب اُس نے اندر جا کر نماز اور وظیفہ سے فراغت کی خواہشیں موجب اشارے شہزادی
 کے اُسکو سارے محل اور باغ میں بھر لائیں اور اُسے اچھی طرح وہ مکان اور باغ اور ٹکے اسباب سامان کو
 دیکھا اور بہت خوش ہوئی اور دل میں سوچی کہ جس شخص نے اس مکان اور باغ کو بنایا ہو وہ فن تعمیر میں کامل
 اور نہایت صاحب سلیقہ تھا پھر خواہشیں اُس زراہہ کو شہزادی پریزاد کے پاس کہ بارہ دوری میں اسکی
 منظر بھی تھی لائیں شہزادی نے اُسے دیکھ کے منہ رایا اور مہربان آؤ میرے پاس بیٹھو ایسی بزرگ اور
 تبرک کی جیسی تم ہو باتیں سننا بہت غنیمت اور موجب فائدہ کثیر کا ہو اور تم نے ایسی سیدھی راہ خدا
 کی اختیار کی ہو کہ سب کوئی آرزو اُس راہ کی رکھتے ہیں عابدہ نے چاہا کہ پائین اُس مکان کے نشتر
 گر شہزادی نے اخلاق سے اُٹھ اسکا ہاتھ پکڑا اپنے پاس بٹھایا اُس زراہہ نے کہا جی بی بی تم بڑی خلیق ہو
 اگرچہ میرا رتبہ نہیں کہ میں تمہارے پاس بیٹھوں مگر آپ کا فرمانا بجالائی چہرہ وہ بات چیت پریزاد سے
 کرنے لگی اُس نے میں خواہوں نے دسترخوان بچھا کر اُسپر چینی کے برتنوں میں طرح طرح کے کھانے اور شیریں
 میں بیوی رکھے اور کئی قسم کی ٹھانی لاکے قرینے سے جنی شہزادی نے ایک روٹی اُس عابدہ کو دی اور
 کہا کہ اسکو امان جان تناول کرو اور جو میوے ملو مرغوب ہوں کھاؤ اُس زراہہ نے کہا صاحبزادی مجھے
 عادت ایسی نہ پہنچوں کے کھانے کی نہیں لیکن اب میں کھاؤنگی کہ خدائے تعالیٰ ایسے فیاض کے
 ہاتھوں سے کھلواتا ہے جب اُس زراہہ اور شہزادی نے کچھ تھوڑا سا کھانا کھایا اس سے طریق عبادت اور
 ریاضت کا جو چھالنے موافق اپنے شعور کے بتایا پھر اُس زراہہ سے پوچھا کہ یہ محل کیسا بنا یا جو سب اسباب
 قرینے سے جو کوئی چہرہ اور بھی اس مکان اور باغ میں درکار ہو یا نہیں زراہہ نے کہا صاحبزادی اگرچہ
 یہ کھراور باغ بہت خوب بنا اور سجا ہوا ہے اور جزئیہ دینے کہ چاہیں سب اس میں ہیں لیکن میرے
 نزدیک میں چہرہ دن کی اور حاجت ہو اگر وہ بھی اس باغ میں ہوں تو سب طرح سے

یہ کامل ہو جائے پر زیادہ قسم دیکر اُس سے پوچھا کہ وہ بن چیزین کون کون ہیں میں انکے ہم ہو چکا ہوں
 بہت کوشش کرونگی اُس زادہ نے کہا صاحبزادی پہلا ان بن چیزوں کا مع گویندہ ہو کہ کجگو لمبل
 ہزار داستان کہتے ہیں اور وہ نایاب ہر لمبی نہیں جوت وہ خوش آوازی سے بولتی جو ہزاروں جانوں
 خوش الحان اُسکے سننے کے واسطے کہتے ہیں اور اسکی آواز کے ساتھ اپنی آواز ملاتے ہیں دوسرے
 درخت سرانیدہ ہو کہ جبکہ پتے نہایت چمکنے ہوں اور چوسے جب ایک پتا دوسرے کے ساتھ گرے
 تو آواز خوش اور طرح طرح کے سر و سناں دین جبکہ سننے سے انسان وجد میں آئے قیسرے پانی نہرے
 کہا کہ اگر ایک قطرہ اُسکا ٹھیا میں ڈالو کسی باغ میں رکھ دیجیے ٹھوڑی دیر میں وہ ظن بھر جائے اور بھرنا
 نوارے کے اچھلتا اور چھوٹا رہے کبھی بند نہ ہو اور وہ پانی اٹھکر پھر اسی برتن میں پڑتا ہے شہزادی نے
 کہا ایسی چیزیں کہاں ہیں میں چاہتی ہوں کہ اُس کمان کا جہان یہ چیزیں ہیں جگو پتا و زادہ نے نہایت
 تینوں چیزیں حدود و اطراف میں جو مشترک ملک ہندوستان اور دوسری ولایات کے بین ملتی اور یہاں سے
 جہان بھارا یہ گھر جو فلانی سمت کو ہیں دن کی راہ پر ہیں بیویں دن جا کے پوچھنا کہ گویندہ جڑیا اور سرانیدہ
 درخت اور سونے کے رنگ کا پانی کہاں ہو وہ شخص جس سے نکو پہلے ملاقات ہوگی ان تینوں چیزوں کا
 ٹھکانا بتا بیگا یہ کیلئے اُس زادہ نے شہزادی پر زیادہ سے رخصت ہو جانے کی راہ لی پر زیادہ نے وہ باتیں
 خوب اپنے دل میں یاد رکھیں زادہ سمجھی تھی کہ شہزادی نے سلطان چیزوں کا پتا پوچھا جو نہ یہ کہ خود قصد
 جانے کا وہاں کہے گی اسلئے اُسے خات صاف اٹکا پتا بتا دیا اور پر زیادہ نے اس کے ہونی
 کہ ان تینوں چیزوں کو جرح ہو سکے ہم ہو چائے پھر اسی خیال میں نہایت متروک ہوئی جب اس کے
 بھائی شکار گاہ سے پھرتے پر زادہ کو اس خیال میں دیکھ کر نہایت متروک ہوئے آخر شہزادہ بہمن
 نے پوچھا کہ بن آج تم کیوں دلگیر ہو جو ملال ہو جسے کہو تاکہ ہم شریک بھارے ہوں اور اسکی کچھ تیز
 کر بن شہزادی نے دونوں بھائیوں کی طرف دیکھا اور پھر بھی آنکھیں کدے کہا کہ کچھ نہیں
 شہزادہ بہمن نے کہا مستر کوئی امر جو اب بھارے پاس سے بنائے جب تک کہ تم اپنا حال ملال کا
 مظاہر نہ کر دو گی جب پر زادہ نے دیکھا کہ دونوں بھائی نہایت بے نترار ہیں مجبور ہو کے کہا اگرچہ تم سے
 بھارے اس تردد کا خالی رخ دینے سے نہیں گریز کئے بھی نہیں بننا وہ یہ کہ یہ گھر جو ہمارے باپ نے
 ہمارے واسطے بنایا نہایت خوب آراستہ ہو کس طرح کا اس میں نقصان نہیں مگر آج مجھے وہ یافت

کہ اگر تین چیزیں اور اس محل اور باغ میں ہوتیں تو یہ منظر تھا اور مثل اسکا تمام دنیا میں پایا نہ جاتا وہ
 تین چیزیں یہ ہیں ایک چڑیا ہونے والی دوسرا درخت گانے والا تیسرا سونے کے رنگ کا پانی جسے
 ہم نے ان تین چیزوں کا حال سنا مجھ کو کمال آرزو ہوئی کہ جس طرح ہو سکے ان تینوں کو پیدا کر کے
 اپنے گھر میں رکھوں اگر تم سے ہو سکے تو تم ان چیزوں کے حاصل کرنے میں میری مدد کرو شہزادہ بہمن
 نے کہا تم مجھ کو کجاہان یہ چیزیں پائی جاتی ہیں نشان مجھ کو بتاؤ تا میں کل صبح کو ادھر روانہ ہوں جبکہ وہ
 پر ویز نے دیکھا کہ بڑا بھائی آدہ سفر چو کہا بھائی تم ہم دونوں سے بڑے ہو تمھارا گھر میں رہنا بہت
 مناسب ہے مجھے جانے دو اور ان تین چیزوں کو لانے دو بہمن نے کہا بھائی مجھے تمھاری بہت بر
 یقتین ہے کہ جو کام مجھے نہ ہو سکے گا اسکو تم بخوبی انجام دو گے مگر صلاح وقت یہی ہے کہ میں جاؤں اور تم اپنی بات شہزادہ
 کے پاس رہو غرض دوسرے دن بہمن نے نشان اُس مکان کا جہاں وہ تینوں چیزیں تھیں پر پڑا
 سے پوچھ کر رخصت چاہی اور مسلح گھوڑے پر سوار ہوا اسوقت شہزادی پر یزاد کو بھائی کی جدائی سے
 بڑی رقت ہوئی اور روکے کہنے لگی کہ بھائی مجھے تمھاری جدائی سخت ناگوار ہے میں نہیں چاہتی کہ تم مجھ سے
 اور اپنے بھائی پر ویز سے جدا ہو مجھے ان تینوں چیزوں کے بدلے سے اس قدر رنج نہ ہو گا جتنا تمھاری
 دوری سے ہو کاں اگر ہر روز کا حال تمھارا مجھے معلوم ہو اگر تا کو بھی موجب تشفی خاطر ہم دونوں بھائی
 بہن کا ہوتا شہزادہ بہمن نے کہا میں اس سفر کا قصد مصمم کر چکا ہوں اور بہت جلد اس کام کو کر کے تم سے
 آگیا ہوں کچھ اندیشہ نہ کرو اگر بعد میرے نکو واسطے دریافت کرنے میرے حال کے کچھ اندیشہ ہو تو میں
 نکو اپنا نشان دیے جاتا ہوں اُس کے سبب سے میرا حال نیک و بد کا معلوم ہو اگرے گا بہمن نے اپنی
 کمرے ایک قہرلی نکال کے پر یزاد کو دی اور کہا تم اسکو اپنے پاس رکھو جہاں باجوقت نکو میرا حال دیکھنا
 منظور ہو تم سے نکو کا کہنا اگر اسکو شغاف اور چلکا ہوا پانا تو سمجھنا کہ میں زندہ اور خیر و عافیت سے ہوں
 اور اگر اس میں سے خون چلکا ہوا دیکھنا تو مجھے زندہ نہ سمجھنا میرے حق میں دعاے خیر کرنا یہ نکو شہزادہ
 روانہ ہوا اور سیدھی راہ لی جب میں دن کی راد ملک پارس کی طرف چکا تو اُسے ایک پیر مرد کو جسکی شکل تھیں
 و ہشت تاگ تھی دیکھا کہ نیچے ایک درخت کے بیٹھا ہے اور متصل اُس درخت کے ایک جھوٹا بڑا ہوا دیکھا
 کہ اُس کے سبب وہ اذیت گرا اور سر اسے محفوظ رہا کرتا اور اس قدر بڑھا تھا کہ بھون موچھیں اور اڑھنی
 کے بال برف کی صورت سفید تھے اور موچھیں اتنی بڑی اور گھنی تھیں کہ اُس کے منہ کو بالکل چھاپا تھا

اور ڈالر ہی اسکی قدموں تک پہنچتی تھی اور ہاتھ پاؤں کے ناخن بڑھ گئے تھے وہ بڑھا اپنے سر پر ایک ٹوپی لمبی سی پہنے اور تمام بدن میں ایک چٹائی پھینے ہوئے اور وہ ایک درویش تھا جو ایک رستے ترک دنیا کر کے خدا کی یاد میں مشغول رہا کرتا تھا اس واسطے اسکی ایسی شکل بنائی تھی شہزادہ بہمن اُس دن صبح سے تلاش میں تھا کہ کسی آدمی کو دیکھوں تو اُس سے ٹھکانا اُس مکان کا زمین وہ نینوں چیزیں عجیب و غریب بہن پوچھوں اُس بڑھے کو کہ پہلے وہی بعد سفر کرنے میں اُن کے بسے ملا تھا دیکھا اُسی کے پاس

تصویر میرمرد کی جو عمر اور مہیب شکل تھا مع تصویر شہزادہ بہمن کے



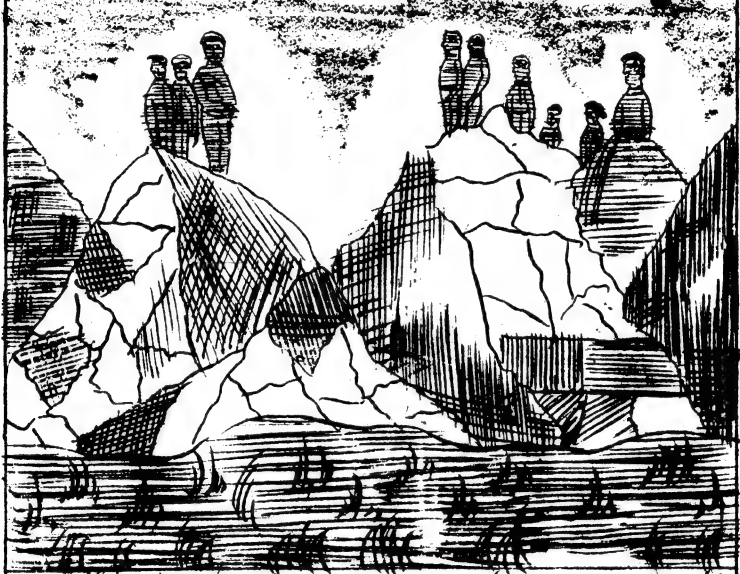
اٹھڑا ہوا اور سمجھا کہ یہ وہی شخص ہے جسکو اُس عابدہ نے بتایا تھا پھر شہزادے نے گھوڑے سے اتر کے اُس درویش کو سلام کیا اور کہا ای پر بزرگوار خدا تیری عمر زیادہ اور تیرے سب مقصد حاصل کرے درویش نے شہزادے کو جواب سلام کا دیا مگر کچھ کلام اُسکا شہزادے کی سمجھ میں نہ آیا شہزادے نے دریافت کیا کہ مچھون نے تمہیں اُسکا ایسا بند کر رکھا ہے جسکے سبب سے اسکی بات مطلق نہیں سمجھائی دیجی پھر شہزادے نے گھوڑا درخت سے بانڈ کر مقرر ارض نکالی اور کہا ای درویش تمھاری سوچیں اسفرت بڑھ گئی ہیں کہ منہ کو

بالکل بند کر رکھا ہے اگر مرضی ہو تو میں تمھاری منجھین اور بھوین کتر ڈالون درویش نے اشارہ کیا بہت
 اچھا شہزادے نے قبضی سے اسکی منجھین اور بھوین بالکل کتر ڈالیں پھر اسکا چہرہ مانند خون کے
 معلوم ہونے لگا شہزادے نے کہا اگر آئینہ میرے پاس ہوتا تو میں تمکو تمھاری صورت دکھاتا کہ اب تم
 جوان نظر پڑتے ہو اور بہ نسبت آگے کہ اب تمھاری صورت انسان کی جوان خوشامد کی باتوں سے شہزادے
 کی وہ درویش مسکرایا اور کہا کہ میں تمھاری اس خدمت اور حسن سلوک سے نہایت خوش ہوا جو خدا کی
 تمھاری مجھ سے ہوسکے گی جان و دل سے بجا لاؤنگا تمھارا مطلب کیا ہے مجھ سے کہو تا میں اس میں کوشش
 کروں شہزادے نے کہا حضرت میں بہت دور سے واسطے تلاش کرنے ہوئی چھڑیا اور
 کھانے والے درخت اور شہرے پانی کے یہاں آیا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ یہ تیون جبین قریب
 اس جگہ کے ہیں مگر اس مکان سے جہاں وہ ہیں میں واقف نہیں اگر تم میری بات سے مجھے آگاہ کرو تو البتہ
 مقصد میرا حاصل ہو شہزادے کی یہ بات سکر درویش کا رنگ فق ہو گیا اور بھی لکھیں کہ میں اور کچھ جواب نہ دیا
 شہزادے نے پھر کہا ایسا پر بزرگوار میں نے جو کچھ تم سے کہا تم نے دریافت کیا یا نہیں اگر تم اس حال سے
 واقف نہیں تو مجھ سے دیکھا کہو اور جو واقف ہو تو بتا دو درویش نے بڑی دیر کے بعد جواب دیا میں اس
 مکان سے جسے تم ڈھونڈتے ہو خوب واقف ہوں مگر تمھاری اس خدمت سے مجھکو تمھارے ساتھ
 محبت ہو گئی ہے اس واسطے میں نہیں چاہتا کہ اس راہ دور مکان کو تمھیں بتاؤں شہزادے نے کہا کیا سبب ہے
 درویش نے کہا اسکی راہ میں بہت خطرات ہیں سو تمھارے اور بہت لوگ اسجگہ میں آئے اور مجھ سے راہ
 اس مکان کی پوچھی میں نے اس راہ کے بتانے میں بہت تامل کیا مگر انھوں نے میری بات نہ مانی اور پوچھنے
 میں بہت اصرار کیا آخر میں نے مجبور ہو کے اس راہ کو بتایا اب تم یقین کر کے جاؤ کہ وہ سب سب اسی راہ
 میں ہلاک ہو گئے کوئی شخص ان میں سے صحیح و سالم پھر کے اوھر نہ آیا اگر تمکو اپنی جان عزیز ہو تو میری نصیحت
 پر عمل کرو اور آگے جانے سے باز آؤ اور یہیں سے اپنے گھر پھر جاؤ شہزادہ بہن نے کہ نہایت قدم تھا اس
 پیسے سے کہ اتنے محبت اور شفقت سے مجھے نصیحت کی میں نے اسکو سنا اور تمھارا بہت ممنون ہوا اگر حقد
 خطے اس راہ میں ہو گئے مجھے اس ارادے سے باز نہیں رکھ سکتے اگر کوئی عمل پھر کرے گا تو میں اپنے ہتھیاروں
 سے اپنی حفاظت کرونگا اور مجھے یقین ہے کہ کوئی مجھ سے دیر زیادہ نہیں ہوگا درویش نے کہا جو تمھارے
 اس راہ میں مقابل ہو کے تمکو جانے سے اس مکان میں مانع آئینگے وہ مطلق دکھائی نہیں دینگے پھر

تم کو مکرانے اپنی حفاظت کر سکو گے شہزادے نے درویش سے کہا جھک کچھ خوف نہیں تم مجھے راہ بتاؤ
 درویش نے جب شہزادے کو مستقل پایا اور جاناکہ وہ کی سطح اپنے غم سے نہیں بھپہ تابت اُسے
 اپنی تھلی بن ہاتھ ڈال کر ایک گیند نکالا اور کہا اس گیند کو لو اور جوت تم سوار ہو اُس گیند کو اپنے آگے اٹھالو
 یہ رھکتا ہو لگے جائیگا تم بھی پیچھے اُسکے جانا جب یہ بچے ایک پہاڑ کے ٹھہر جائے تم گھوڑے سے
 اترنا اور گھوڑے کو وہیں چھوڑ دینا وہ وہاں سے جب تک تم پھر نہ آؤ گے کہیں نہ جائیگا پھر جب تم اُس پہاڑ
 پر چڑھو گے تو اپنے دہنے بائیں بڑے بڑے سیاہ پتھر دکھو گے اور تم وہاں چار و فطرت بہت سبب
 آوازیں سنو گے جو سبب تمھارے غصے اور ڈر کی ہوگی اور تھیں پہاڑ کی چوٹی پر جانے سے باز رکھیں گی مگر خبر دا
 کبھی تم آوازوں سے نہ ڈرنا اور ٹھہر پھر کے پیچھے نہ دیکھنا اگر تم ڈرو گے یا ٹھہر پھر کے پیچھے دیکھو گے اسی وقت
 سیاہ پتھر بجائو گے وہ پتھر سیاہ جو تنکو راہ میں پہاڑ پر لیٹے وہ سب آدمی تھے مثل تمھارے واسطے لینے
 اٹھیں مینون چیزوں کے گئے اور راہ میں اُن آوازوں سے ڈر کے پتھر سیاہ بنے ہن بہر کھ جب تم
 صحیح و سالم سرکہ پر پہنچو گے تو وہاں ایک بجرہ پاؤ گے جس میں وہ گویا چر بل اُسکے اندر بھیجی ہوئی ہوگی تم
 اُس سے پوچھنا کہ دخت گانے والا اور بانی سنہرے رنگ کا کہاں ہے وہ چرایا دونوں چیزیں تھیں بتا دی
 پھر جب تم اُن مینون چیزوں کو پاؤ گے تو پھر کچھ خوف نہ رہیگا پھر بھی متے کہتا ہوں کہ ابھی کچھ نہیں کیا میرا
 کہنا مان کے تم اس ارادے سے باز آؤ اور اپنے گھر چلے جاؤ شہزادہ ہمیں نے کہا میں اب تو بہان سے
 بے حاصل کیے مقصد کے نہیں پھر تا بن اس طرف کو روانہ ہوتا ہوں لو خدا حافظ یہ کہنے شہزادے
 نے گھوڑے پر سوار ہو اُس گیند کو آگے اپنے پھینک دیا وہ گیند بڑی تیزی سے اڑھکتا ہوا آگے اڑاؤ شہزادہ
 پیچھے اُسکے روانہ ہوا اور اسی گیند کی طرف دیکھتا ہوا جاتا جب وہ گیند بچے پہاڑ کے پہنچا ٹھہر گیا
 شہزادہ بھی اسی جگہ اُترا اور نگام گھوڑے کی گردن پر ڈال کر وہیں چھوڑ دیا اور خود پہاڑ پر چڑھنا شروع
 کیا جہاں تک کہ اُسکی نظر پڑی تھی سب پتھر سیاہ پڑے ہوئے اُسکو دکھائی دیتے تھے پانچ چار قدم ہونے لگے
 نہیں چڑھا تھا کہ وہاں چار و فطرت سے شور و غل دار و گیر کا جیسا کہ درویش نے بیان کیا تھا ہونے لگا
 مگر شہزادہ بہمن سولے سننے شور و غل کے کسی کو وہاں دیکھتا نہ تھا کبھی سُنا تھا کہ کون یہ احمق ہے کہ ہر
 کو جاتا ہے اُسکو چلنے نہ دے اور کبھی وہاں سے یہ آواز آتی تھی کہ اُسکو بڑا ٹھہراؤ قتل کر دو اور دوسری
 قیسری و فدا اس زور و شور سے آواز آتی کہ جیسے بادل گرجتا ہے اور اُس میں کوئی کہتا ہے چور اے خونی

ای قاتل اور کبھی یہ آواز آہستہ اُس کے کان میں پہنچتی اسے کچھ نہ کہو اس شخص کو کہ اچھا شکار ہو جانے دو یہ وہی شخص ہے جس نے قفس اور چڑیا کو اسی گنا شہزادہ بہمن ان سب باتوں کو سُکر ذرا نہ ڈرا اور بہستور بڑی ہمارے سے پہاڑ پر چڑھا گیا مگر جب آواز میں نزدیک اور چاروں طرف سے اُس کو پہنچنے لگیں تب وہ ایسا ڈرا

تصویر اُس پہاڑ کی جیسے لوگ سیاہ تہیے ہوئے کھڑے تھے مع تصویر شہزادہ بہمن کے



کہ اُسے پاؤں کا پنے اور چھلنے لگے اور ٹھہر نہ سکا اب تین اس درویش کی سبب بے کھو گیا اور پھر پھر کے دیکھنے لگا مٹھ پھرتے ہی پھر سیاہ بلیا شہزادی پر بڑا جب کہ شہزادہ بہمن اس سے رخصت ہو کے روایع ہوا تھا اُس چھری کو غلاف سمیت اپنی کر میں رکھتی اور جب چاہتی اُس کو نکال کے شہزادے کا حال دیکھا کرتی اور پہلے اس دن کے حسین شہزادہ بہمن پھر ہو گیا تھا کہی بار اُس چھری کو دیکھا تو اُس کو صاف اور اجالا پایا مگر اُس دن کہ بہمن پر یہ واردات گذری شام کے وقت شہزادہ پروین نے بریزا دے سے کہا کہ بہن ذرا مجھے چھری دو مابین اپنے بھائی کا حال دیکھوں پر بڑا دے چھری پروین کے حوالے کی جب پروین نے اُس کو دیکھا اُس چھری سے لہو کی بوذین پٹنے لگیں یہ دیکھتے ہی اُسے چھری ہاتھ سے پھینک دی اور رونے لگا

جب پریزا کو یہ حال معلوم ہوا روکے کھنکھائی کہ افسوس جیتا میرے واسطے تو نے اپنی جان ہی مجھ پر قربان کر دی
 کیونکہ ذکر تیرے آگے بولتی چیز یا اور گاتے دخت اور سنہ کے بانی کا کیا اور کس واسطے میں نے اُس نے عابد
 سے اچھے برے ہونے اس کھر کا سوال کیا جسکے جواب میں اُس نے ذکر ان چیزوں کا کیا کاش وہ میرے
 گھر نہ آتی وہ سخت مکار اور نامعقول تھی میں نے اُسکی بہت عزت و توقیر کی اور اُسے میرے ساتھ یہ سلوک
 کیا اور تو نے کس واسطے اُس سے راہ اور جگہ پانے اُن تینوں چیزوں کی پوچھی تھی اگر وہ چیزیں اب میرے
 ہاتھ بھی لگیں تو بعد مرنے میرے بھائی بہمن کے کس کلام کی میں اور انھیں لینے کیا کہ دلی عرض شہزادی
 ایسا بیان کر کے بہت روتی شہزادہ پر دیر بھی پریزا کی طرح اپنے بھائی بہمن کے لیے بہت غمگین ہوا اور نہایت
 رو دیا بیٹا اور پریزا دست کہا اب مجھے ضرور ہو کہ سفر کروں نادریافت ہو کہ میرا بھائی بہمن اپنی موت سے
 ہوا یا کسی نے اُسکو مارا اگر کسی نے اُسکو مارا میں اُسکے قاتل سے جا کر بدلہ لانا چاہتا ہوں شہزادہ نے ہر چند اُسے
 سمجھا یا کہ تم ہرگز قصد نہ کرو مگر پریزا نے اُسکا کہنا نہ سنا اور تیار ہو کے دوسرے دن بہمن کو بھشت کہہ
 چاہا کہ روانہ ہو پریزا نے کہا مجھے چھری کے دیکھنے سے نیک و بد کا حال شہزادہ بہمن کا معلوم ہو اگر تھکا
 تھا ار حال کیونکر معلوم ہو اگر کچھ شہزادے نے ایک مالا سوتیوں کاٹے دیکر کہا جب تک دے اُسے اس مالاے
 کے الگ الگ دیکھنا کہ روانہ ہوں تو جانا کہ میں زندہ ہوں اور جبکہ اسکے دے اُسے آہستہ چپ جائیں تو پھر یا
 کر اگر کہیں زندہ نہیں پریزا نے اُس مالاے کو لیکر اپنے گلے میں ڈال لیا اور ہر روز اُسے دیکھ کر
 پر دیر کے نیک و بد کا حال معلوم کیا کرتی عرض دوسرے دن پر دیر اُس طرف کو روانہ ہوا اور بعد
 چل کر تین مہینوں کے اسی درویش سے خاص اُسی جگہ جہاں شہزادہ بہمن نے اُس سے ملاقات
 کی تھی دو چار ہوا اور اُس سے صاحب سلامت کہہ کے پوچھا اگر تمہیں معلوم ہو کہ کس جگہ بولتی چیز یا
 اور گانا دھرت اور سونے کے رنگ کا بانی ہوا کیونکر یہ ہاتھ لینگے تو مجھ کو بتاؤ اُس درویش نے وہاں کے
 سب خطرات سے اُسے آگاہ کر کے کہا ایک شخص تنہا ہی شکل اور سن کا تھوڑے دن گزارے
 ہیں کہ یہاں اگر مجھ سے سائل ہوا تھا میں نے اُسکو بہت سمجھا یا اگر اُسے نہ مانا اور میرے کہنے پر غل
 گیا آخر میری رہنمائی سے وہ واسطے تلاش کرنے انہیں تینوں چیزوں کے گیا اور پھر وہاں سے وہی
 معلوم ہوا کہ وہ بھی مثل اور دن کے ہلاک ہوا پر دیر نے کہا اور درویش میں اُس شخص کو چھکا
 تھنے ذکر کیا خوب جانتا ہوں وہ میرا بھائی تھا اور میں نے تقریباً سنی جانا کہ وہ ہلاک ہوا کیونکہ

معلوم نہیں کہ کس طرح سے موادر ویش نے کہا وہ پتھر سیاہ اور لوگون طرح بن گیا اس میں ہوا اگر
میرے کہنے پر عمل نہ کرو گے تم بھی مانتے اپنے بھائی کے ہلاک ہو گے بہتر یہی ہو کہ اس ارادے

تصویر شہزادہ پرویز کی گھوڑے پر سوار ہو کر راہ مخطور طر کرنے کی



سے باز آؤ پرویز نے کہا حضرت میں آپ کی نصیحت فرمائی کا کمال مشکور ہوا مگر میں اس ارادے سے
باز نہ آؤں گا مجھے اس راہ کو بناؤ درویش نے کہا اگر تم میری بات نہیں سنتے تو تم جاؤ میں مجبور ہوں
اب میں یقین ایک گیند دیتا ہوں کہ وہ تمھاری رہنمائی کریگا پھر جب شہزادہ پرویز سوار موادر ویش نے
ایک گیند اپنی جھولی سے نکال کر اُسکو دیا اور اسے سب مراتب سے وہاں کے شہزادہ بہمن کی طرح مطلع کیا
پھر اُس درویش نے سب باتیں سمجھا بھیجا شہزادہ پرویز کو خدا حافظ کہلے سخت کیا اور شہزادے نے گھوڑے
پر سوار ہو گیند کو لگے اپنے ڈال دیا اور پیچھے اُس گیند کے روانہ ہوا جب وہ پہانے کے پہنچے پہونچا اور اُسے
گیند کو دیکھا کہ ٹھہر گیا تب وہ گھوڑے سے اتر ایک ساعت وہاں ٹھہر گیا اور اُن باتوں کو جو اُس فقیر سے
ستی یقین ایک ایک اپنی خاطرین ذہن نشین کیں پھر نہایت حیرت سے پہانے کی چوٹی پر چڑھا شروع کیا
جو قدم نہ گیا ہو گا کہ دفعۃً آواز ایک آدمی کی نزدیک سے سنئی کہ اُسکو ڈرانا اور ملامت کرنا

ہو کہ اسے سخت مصیبت زدہ کھڑا ہوتا کہ میں تیری گستاخی کی سزا دوں جب پر ویز نے گالی سخت سنی غیرت
 سے تاب نہ لاکے غضب میں آگیا اور اس وقت غصہ میں سب باتیں اُس درویش کی بھول کر یکبارگی تلوار مینا
 سے نکال کر پیچھے پھرا لیکر نہ کھیا اور ساتھ ہی شہزادہ مع گھوڑے کے پیچھے ننگا شہزادی پر ریزا دھب
 روانہ ہونے پر ویز نے ہر وقت اس موٹیوں کے مالے کو دکھایا کرتی اور موتی اُسکے گنا کرتی اور رات
 کو وہ اسی اپنے گلے میں ڈال کر سوتی صبح کو جب جاگتی پہلے اُس موتی کے مالے کو دیکھتی اور دل نے اُسکے
 گن لیتی آخر اس دن جس دن شہزادہ پر ویز ماند اپنے بھائی ہمیں کے پیچھے ہو گیا تھا پر ریزا نے اُس مالے کو کھیا
 تو اُسکے موتی ایک دوسرے سے جیسے ہوئے پائے یہ حال دیکھتے ہی اُسکو یقین ہوا کہ پر ویز کی بھی جان گئی
 اُسے اپنے دل میں کہا کہ بعد ملاک ہونے ایسے دونوں پیارے بھائیوں کے اب جیسا میرا بیکار رہ رہا ہے
 تو بھی اپنے تئیں انھیں کے شریک حال کر کھڑا ہوں دوسرے دن لباس مردانہ پہن اپنے تئیں بھی میں مرد
 کے بنایا اور اپنے نوکر وں چاکروں سے کہا میں تھوڑے فون کے لیے کسی طرف کو جاتی ہوں تم اسباب
 اور مکان سے خبردار رہنا پھر مسلح گھوڑے پر سوار ہو کے تنہا اُس طرف روانہ ہوئی شہزادی
 گھوڑے پر عجب سوار ہوئی تھی اور شکار کرنے میں بھی اُسکو بہت دخل تھا جب شہزادی اس راہ
 کو طرک کے بعد میں دن کے اُس فقیر تک پہنچی گھوڑے سے اتر کر دیک اُسکے جا بیٹھی اور اُس سے
 کہا کہ اس قرب و جوار میں وہ کونسی جگہ پر جسمیں بولتی چپڑا اور گانے والا دخت اور سونے کے
 رنگ کا پانی پر جھکوتا درویش نے کہا اٹھاری آواز سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم عورت ہو اگرچہ تم نے اپنے
 تئیں مردوں کے بھیس میں بنایا ہے اور میں اُس جگہ کو جسمیں وہ تینوں چپڑے ہیں بن غوب جانتا ہوں
 تم کون چھپتی ہو پر ریزا نے کہا میں نے اُن تینوں چپڑے دن کا حال عجیب و غریب سنا ہے میں جانتی
 ہوں کہ اُنکو اپنے گھر لے جا کے رکھوں اور اُنکی مالک ہوں فقیر نے کہا میں اُلحیقت وہ چیزیں ایسی ہی نادر
 اور عجیب و غریب ہیں اور اسی لائق ہیں کہ وہ تمھارے پاس رہیں اور تم انکی مالک بنو مگر تمھیں معلوم
 نہیں کہ اُن چپڑے دن کے حائل کرنے میں کیا کیا مصیبتیں ہیں تمھارے حق میں یہی بہتر ہے کہ تم نہیں سے
 اپنے گھر چلو شہزادی نے کہا اچھا پر بزرگوار میں بہت دور سے آئی ہوں بڑا افسوس ہے کہ
 بے حاصل ہونے مطلب کے بیان سے اپنے گھر کو پھر جانوں فقیر نے سب حال خطرات کے بجایا
 کہ شہزادہ بہمن اور شہزادہ پر ویز سے کہہ گئے شہزادی پر ریزا دے ظاہر کیے اور کہا کہ

وہ سب خطرات شروع پہاڑ کے چڑھنے سے ہونے ہیں اور پہونچنے جوئی تک رہتے ہیں پہلے سب کے
 پتھر اس جڑ یا گیند کا ہاتھ لگیا اور اسی چڑیا کے تانے سے گانے والا دخت اور سونے کے زنگ
 پانی بھی دستیاب ہوگا تمام راہ اس پہاڑ کے چڑھنے میں ہزاروں آوازیں مہیب اور شام آمیز تھیں سنائی
 دینگی اور چاروں طرف جتنے مکالے پھر اس پہاڑ پر دیکھو گی وہ سب آدمی تھے کہ بڑی دلاوری سے اسی
 مطلب کے واسطے وہاں گئے اور راہ میں خوف کھا کے سب نے پتھر کی صورت پیدا کی اور حال اسکا یہ ہو
 کہ جب ان آوازیں خوفناک اور دشنام آمیز کو سن کر غصے میں آیا اور ڈر کے ٹھٹھہ پھیرتی تھیں اپنے دیکھنے لگا تو
 وہ اور اسکا مرکب سیاہ پتھر بن گیا، تو جب درویش اس حال کو تفصیل بیان کر چکا شہزادی پر راز اپنے کہا
 مجھے خوب معلوم ہوا کہ صرف آوازیں ڈرانے اور دھمکانے کے واسطے ہیں اور کوئی خوف نہیں ہے تو
 اگرچہ میں عورت ہوں لیکن ایسی دلیر اور بہادر ہوں کہ نہ تو آوازیں کو سن کر غصے میں آؤنگی اور نہ مجھ کو خوف
 ہوگا اور میں ایسی تدبیر کرونگی کہ وہ آوازیں خوفناک مجھے مطلق نہ سنائی پڑیں میں اپنے کانوں میں چربی
 روئی بھر لوں گی ورمین نے کہا بی بی مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جب نہ میں تیری ہی نصیب کی ہیں اسلئے
 کہ کسی کو آج تک یہ تدبیر نہیں سوچھی تھی مگر خبر دار ان آوازیں کو سن کر ڈرنا پر راز نے کہا ایسا
 ہوگا اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں ضرور اپنے مطلب کو پہونچوں گی تم مہربانی سے اس راہ کو بناؤ نصیر نے
 کہا جاؤ پتھر اراخدا محافظ ہو اور ایک گیند اپنی جھولی سے اُسے نکال کر دیا اور کہا اسکو لگے اپنے لڑھکا دیا
 اور پیچھے اسکے چلی جانا جب یہ گیند پہاڑ کے نیچے پہونچ کر ٹھہرائے تم گھوڑے سے اتر کر پہاڑ پر چڑھتے
 شروع کرنا وہ شہزادی گیند لیکر گھوڑے پر سوار ہوئی اور گیند کو لگے اپنے پھینک کر پیچھے اسکے گھوڑا دوایا
 آخر کہ وہ گیند پہاڑ کے تپے پہونچ کر ٹھہر گیا ٹھہرتے ہی شہزادی نے گھوڑے سے اتر کر اپنے کانوں میں روئی
 سے خوب بند کر پہاڑ پر دلجمعی سے چڑھنا شروع کیا جب چند قدم اوپر گئی آوازیں چاروں طرف سے
 آنے لگیں مگر بسبب روئی کے جو کانوں میں بھری ہوئی تھی مطلق نہ سنائی نہ دین بھر بہت سخت آواز
 ہونا کہ ہوئی اس سے بھی وہ خبر نہ ہوتی پھر وہ دشنام محض عورتوں کے واسطے ہیں اسکو سنائی
 دینے لگیں شہزادی نے انھیں تھوڑا بہت سن کر منہ دیا اور مطلق برائے ناما اور دل میں کہا ان واہیات
 باتوں سے میں اپنے مطلب سے باز نہ آؤنگی اس کہنے سے کیا ہوتا ہے آخر وہ شہزادی ایسی جگہ دشوار گزار کو
 جہاں رستم و اسفندیار کا زہر پانی ہوتا تھا کمال دلیری سے چل کر کے قریب سر کوہ کے نہایت جتنی

اور چالاک سے پہنچی اور وہاں اُس نے ایک قفس کھا ہوا دیکھا جس میں ایک چڑیا طح طرح کی بولیاں خوش الحانی سے بول رہی تھیں مگر اُس شہزادی کو دیکھ بادل کی طرح گرجی اور کہنے لگی تیجھے کو پھر جا میرے پاس شہزادی یہ بات سُنکر بہت بازو دہان سے دوڑ کر قلعہ کو پہنچ گئی وہاں زمین جھوڑا پانی اور جلعہ کر اُس قفس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور کہا اب میں نے تجھ کو پایا کبھی تو میرے ہاتھ سے چھوٹے گی پھر شہزادی نے روئی اپنے کانوں سے نکال لی اور جواب اُس چڑیا کا سنا اور دلاور بنی غلط جمع رکھ اب مجھ سے تجھے کچھ نقصان نہ پہنچکا جیسا کہ اور لوگوں کو پہنچا اگرچہ میں اس قفس میں بند ہوں مگر تجھ کو بہت کچھ احوال غیب کا معلوم ہو اس وقت سے میں تجھ ساری ٹونڈی ہوئی اور غم میری بی بی اور خداوند نعمت اور تجھ کو بخار احوال خوب معلوم ہو اور تم اُس حال سے مطلق نہیں واقعہ ایک دن اُسے کام آؤنگی اور حق تمہارے اور اگر وہی اور اب جو کچھ ارشاد کرو میں بجالاؤں ان باتوں کو اُس چڑیا سے سُنکر شہزادی پر یزاد کمال خوش ہوئی مگر ساتھ ہی اسکے اپنے دونوں بھائیوں کو کہ بہت چاہتی تھی یاد کر کے بہت رنج کیا اور اُس چڑیا سے کہا میں خواہش رکھتی ہوں سب کے پہلے یہ کہ یہاں کہیں قریب سونے کے رنگ کا پانی ہو جسکے خواص عجیب و غریب میں نے سنے ہیں اگر تجھے معلوم ہو تو بتا اُس چڑیا نے وہ جگہ بتائی چنانچہ وہ وہاں جا کر ایک ٹھیلہ چاندی کی کہ ساتھ اپنے لے گئی تھی اُس پانی سے بھر لائی پھر اُس چڑیا سے کہا میں تیرے میں گانے والے درخت کے بھی ہوں مجھے بتا کہ وہ کہاں ہے چڑیا نے کہا نیچے تمہاری پشت کے ایک جھل چھچھین غم اُسکو پاؤگی اور وہ جھل بہت دور نہیں پر یزاد اُس جھل میں گئی اور وہاں جا کر بہت لچھا کا اُس درخت سے جسکی تلاش میں تھی سنا اور وہ درخت بہت بلند تھا پھر اُسے چڑیا سے کہہ کر کہا کہ میں نے اُس درخت کو تو پایا مگر اُسکو اُکھاڑ کے یہاں تک لائیں مگر چڑیا نے کہا تم ایک چھوٹی سی شاخ اُسکی توڑ کر لے آؤ اور اپنے باغ میں اُسے لگا دینا وہ فوراً جبر کڑجا بیگی اور جلد بہت خوبصورت درخت جیسا کہ تم اس جھل میں دیکھتی ہو ہو جائیگا پر یزاد ایک شاخ اس درخت کی توڑ لائی اور حاصل ہوئے اُن بیٹوں چہندوں سے جسکا اُس عورت عابدہ نے ذکر کیا تھا خوش ہوئی پھر اُس چڑیا سے کہا یہ مطلب تو میرا پورا ہوا مگر دیکھائی میرے کہ یہاں واسطے اسی طلب کے لئے تھے اور پھر سیاہ ہو کے یہاں چڑے جن میں چاہتی ہوں کہ اُنکی بھی کسی طرح زندگی ہو جائے اپنے ساتھ گھرے جاؤں اب کچھ ایسی تدبیر بتا کہ جسکے سبب سے یہ مطلب بھی میرا حاصل ہو جائے

اُس چڑیل نے کہا تم اس ٹھیلیا سے تھوڑا سا سونے کا پانی لیکر ان سب سیاہ بھرون پر جو ادھر ادھر ہوا ہے
 پر پڑے ہیں چھڑک دو وہ اس پانی کی تاثیر سے جی اٹھیں گے اُن سب کے ساتھ تمھارے دونوں بھائی
 بھی زندہ ہو جائیں گے شہزادی اس بات کو چڑیا سے سُکر مطمئن ہوئی اور وہاں سے اُن تینوں چیزوں کو لے
 لیا۔ بھرون کے قریب آئی اُس نے اُس چاندی کی ٹھیلیا سے تھوڑا پانی لیکر ذرا ذرا سب بھرون پر چھڑکا
 چھڑکتے ہی وہ سب بھرون میں اُس کے دونوں بھائی بھی تھے گھوڑوں سمیت زندہ ہو کے اُٹھ کھڑے
 ہوئے شہزادی اپنے بھائیوں کو پہچان کر اُن کے گلے لگی اور متعجب ہو کے اُس نے کہا تم یہاں کیا کرتے تھے
 انھوں نے جواب دیا ہم یہاں غافل سوتے تھے پر زیادہ نے کہا بھلا تم کو بغیر میرے سونا خوش آیا اور تین
 یا دہین کہ واسطے لانے بولتی چڑیا اور گلانے والے درخت اور سنہرے پانی کے یہاں آئے تھے اور تم نے
 اس جگہ بہت بھر سیاہ دیکھے تھے اب تو دیکھو کوئی اُن میں سے باقی چیز مرد آدمی کہ گردن تمھارے کھڑے ہیں مانند
 تمھارے گھوڑوں سمیت بچھرنے لگے تھے اب وہ سب زندہ ہو کے تمھاری راہ دیکھتے ہیں اگر دریافت کیا
 چاہو کہ کس کرامات سے وہ سب اور تم زندہ ہوئے تو میں تم سے کہتی ہوں کہ میں نے پانی اس ٹھیلیا سے
 لیکر سب چھڑکا اس کی تاثیر سے سب زندہ ہوئے بعد حاصل ہونے قفس اُس بولتی چڑیا اور گلانے والے
 درخت کے کہ جس کی ڈالی میرے ہاتھ میں جو اور پانی سنہرے کے میں نے نہ چاہا کہ بے تمھارے تینوں چیزیں
 لیکر گھر جاؤں اس واسطے میں نے اس چڑیا سے پوچھا کہ کیونکر میرے بھائی زندہ ہوئے تائیں ان کو اپنے
 ساتھ گھر لجاؤں اُسے کہا اس پانی کے چھڑکنے سے زندہ ہوئے میں نے تھوڑا تھوڑا پانی سب چھڑکا تم
 سب زندہ ہو گئے یہ سن کر ہمیں اور پرویز اپنی بہن پر زیادہ کی بڑی تعریف اور بڑی شکر گزاری کرنے لگے اور
 اس طرح سب آدمیوں نے آداب و تحلیلات شہزادی کو بجا لائے دعائیں دیں اور ہر ایک کہنے لگا کہ ہم سب
 نبی لی تمھارے غلام ہیں مگر تمھارے احسان اور شکر کو ادانہ کر سکیں گے اب جو ہمیں ارشاد ہو جانے دل سے
 اُس کو بجا لائیں پر زیادہ نے کہا عرض محکو اپنے بھائیوں کی زندگی سے تھی اس ضمن میں تم کو بھی مجھ سے
 فائدہ ہو جائے گا تمھاری شکر گزاری سے نہایت خوش ہوئی اب تم اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کے جدھر
 سے آئے تھے اُدھر کو چلے جاؤ شہزادی پر زیادہ نے اُن سب کو نصرت کر کے اپنے گھوڑے پر قصد سوار ہو کر
 کیا شہزادہ ہمیں نے پر زیادہ سے کہا اگر ذرا تو میں اس قفس کو اُٹھا لیکر تمھارے آگے چلوں شہزادی نے
 کہا یہ چڑیل میری لونڈی جو میں خود اس کو لے چلوں گی اگر تمھاری خوشی ہو تو تم کا سنے والے درخت

کی شہنشاہی چلو اور جب تک میں گھوڑے پر سوار ہوں تم اس پیچھے کو تھامے رہو جو وقت وہ سوار ہوئی
 پیچھے کو لیکر اپنے آگے زین پر رکھ لیا اور شہزادہ پر ویز سے کہا کہ تم اس ٹھلیا کو جبین سونے کے رنگ کا
 پانی ہڑاٹھالے چلو شہزادہ پر ویز نے اُسکو اٹھایا پھر جب اور بھی سب لوگ جو پرزادہ کے پانی چھڑکنے سے
 زندہ ہوئے تھے سوار گھوڑوں پر ہو کر تیار ہوئے تب پرزادہ نے کہا کہ صاحبو تم میں سے جو شخص یاقوت
 آگے چلنے کی رکھا ہو وہ آگے چلے سچوں نے کہا شہزادی ہم میں سے کوئی اس لائق نہیں کہ جو تمہارے
 آگے چلے شہزادی نے دیکھا کہ کوئی شخص ان میں سے آگے نہیں چل سکتا ہوا اور جاتے ہیں کہ میں
 سب کے آگے چلون تب اُسے عذر کر کے کہا صاحب مجھے کسی طرح بزرگی آگے چلنے کی نہیں مگر جو
 جو تم سب صاحب منہ ملتے ہو اس سے مجبور ہوں یہ کہہ کے وہ آگے روانہ ہوئی اُسکے

قصیدہ شہزادی پرزادہ کی گھوڑے پر سوار ہو کر مع پیچھے کے چلنے کی اور پر ویز اور



پیچھے وہ دونوں شہزادے اور اُنکے پیچھے اور سب لوگ جو اپنے پیران سب لوگوں نے چاہا کہ اُس
 درویش کو دیکھتے اور اُسکی رہنمائی کی شکر گزاری کرتے تباہین مگر اُنھوں نے اُس درویش کو اُنجگم
 جہان وہ رہتا تھا زندہ نہ پایا اور نہ یہ معلوم ہوا کہ وہ سبب زیادہ عمر ہونے کے مٹا یا وہ موکل اور ہادی

اس راہ کا تھا جہاں وہ تینوں چیزیں تھیں اور اب کہ شہزادی پر نرا دے انکو پایا اور اپنے قبضہ میں کیا
 اسیلے مر گیا بہر حال وہ جماعت وطن سے روانہ ہوئی راہ میں جسے ملک اور وطن کی راہ پڑتی وہ پریرا
 اور اُن دونوں شہزادوں سے رخصت ہو کر ہر کو چلا جاتا تھا بہانہ کہ وہ تینوں بھائی بہن اکیلے رہ گئے
 اور نذرین مل کر کے اپنے گھر پہنچے پریرا دے وہاں جا کر اُس چہڑیا کا بچہ باغ میں اُس طرف متصل
 بارہ درے کے تھا لگا دیا اُس چہڑیا کے بولنے ہی ایک گردہ چڑیوں خوش الحان کا سم ملبل
 ہزار داستان اور آگن بد اطلوی وغیرہ سے اُسکی آواز سننے کو دُور دُور سے آن کر جمع ہوا بعد اسکے
 اُسے شاخ درخت لگانے والی کی اُسی باغ میں ایک جگہ جو متصل بارہ درے کے تھی لگا دی وہ شاخ فوراً پانی
 چڑ بڑکنے لگی ہو گئی اور جلد بڑھ کے ایک درخت بلند ہو گئی اور اُسکے پتوں سے آواز لگانے کی مانند اُس بڑھنے
 درخت کے جیسی یہ شاخ تھی آنے لگی پھر اُس شہزادی نے ایک حوض بہت خوبصورت سنگ مرمر کا بنوا کر دریا
 چین کے رکھا اور اُس میں وہ سونے کے رنگ کا پانی بھر فوراً اُس پانی نے بڑھنا شروع کیا بہانہ کہ وہ
 خرف بھر گیا اُسی نظر سے اہل کرمانند خوارے کے میں فٹ تک بلند ہو کر چھوٹنے لگا اور وہ پانی اوپر سے
 اُسی طرف میں گرا اور کسی طرف کو مطلق نہ بہتا جو اُن تینوں چیزوں عجیب کی خبر کہ وہ تین ہی دن کے
 عرصے میں مشہور ہو گئی تھی باشندے اُس شہر کے شکر جو حق آتے اور اُس باغ اور گھر میں جھکا دروازہ ہمیشہ
 کھلا رہتا تھا جاکے تانا اور سیر اُن تینوں چیزوں عجیب کی کرتے اور نہایت متعجب اور محظوظ ہوتے
 بعد کہنے دونوں کے جب ماندگی سفر کی شہزادہ بہمن اور شہزادہ پرویز سے گئی انھوں نے موافق دستور
 سابق کے شکار کھیلنے کو جانا شروع کیا چنانچہ ایک دن دونوں شہزادے سوار ہو کر واسطے شکار کے
 دو تین کوس کے فاصلے پر گئے اور مشغول شکار کھیلنے میں ہوئے ناگاہ بادشاہ پارس کا بھی اتفاق
 اُسی جگہ واسطے شکار کے آیا اُن شہزادوں نے کثرت سواروں کی دیکھ کر جا باکسلے تین بادشاہ
 کی نظر سے بچا کے گھر کو بھجے جاتین باہن ارادہ انھوں نے اپنے گھر کی راہ لی اتفاقاً گزر اُنکا اُسی
 راہ میں ہوا کہ جس راہ سے بادشاہ کی سواری آتی تھی ہر چہ انھوں نے چاہا کہ اس راہ سے پھر کے
 اور طرف جاتین مگر بسبب تنگی راہ کے پھر نہ سکے اور چار ناچار اسلئے بادشاہ کے ہو گئے بھجوری
 گھوڑوں سے اُتر بادشاہ کو سلام کیا اور ویرنگ زمین پر جھکے رہے بادشاہ اُنکے گھوڑے اور ساز و
 یراق اور لباس و پوشاک سب بہتر دیکھ کر سمجھا کہ شاید میرے ملازمین سے میں مشتاق اُنکی صورت

دیکھنے کا ہوا اور دیان ٹھہر گیا اور انگوٹھنے کو فرمایا وہ دونوں شہزادے اٹھ کر آگے بادشاہ کے بڑی
جاسے نظر بھی کیے کھڑے ہوئے بادشاہ انکے حسن و جمال اور وضع کو دیکھ کر بہت متحیر ہوا اور دیر تک
انگوٹھ دیکھا کیا آخر انکا نام پوچھا اور سنہرایا کہ تم کہاں رہتے ہو شہزادہ بہمن نے جواب دیا کہ خداوند ہم
دو دونوں فرزند داروغہ غلامت حضرت کے ہیں جو حضور پر قصد ہو گیا اُسے اپنی زندگی میں شہر سے باہر ایک
نیسا مکان تیار کیا تھا کہ ہم اس میں رہیں اور سن شہر کو پہنچ کے حضور کی خدمت شکاری کے قابل ہوں اور
انجام خدمات بادشاہی میں غلامت زادی کا دکھلائیں بادشاہ نے سنہرایا کہ تم شکار کھیلنے کیوں آیا کرتے
ہو شکار کھیلنا تو مخصوص بادشاہوں کا کام ہے نہ رعایا اور ملازمین کا شہزادہ بہمن نے عرض کیا بادشاہ
ہم بسبب صغریٰ آداب سلطانی سے خوب واقف نہیں بادشاہ اس جواب سے نہایت خوش ہوا
اور فرمایا کہ میں تمہارا شکار کھیلنا دیکھا چاہتا ہوں تم غمار ہو جس طرح کا شکار چاہو کھلو ہر دو دونوں
شہزادے اپنے گھوڑوں پر سوار بادشاہ کے ہمراہ ہوئے اور جب جنگل میں گئے شہزادہ بہمن نے
شیر کو اور شہزادہ پرویز نے بکھ کو ساتھ نہایت دلادری کے برہجوں سے مارا اور بادشاہ کے حضور
ہو کر حاضر کیا اور اسی ساعت پھر جنگل میں جا کے شہزادہ بہمن نے بکھ پر اور شہزادہ پرویز نے شیر پر
حملہ کر کے شکار کیا انگوٹھی بادشاہ کے حضور میں لائے پھر ان دونوں نے قصد شکار کا کیا تھا کہ بادشاہ
نے انگوٹھ منع کیا اور بلو کے کہا تم اب کیا میرے سب جاؤ دونوں شکاری کو مار ڈالو گے مجھے فقط تمہارا
دلاوری کا امتحان کرنا منظور تھا پھر بادشاہ کینہ و انکی شجاعت کو ملاحظہ فرما کے بہت خوش ہوا
فرمایا کہ میرے ساتھ چل کے خاصہ تبادول کرو شہزادہ بہمن نے عرض کیا حضور نے ہمارے رہتے
سے زیادہ خیالات شایانہ مزدول فرمائیں خانہ زاد امیدوار ہیں کہ آج کے دن ہمارے حضور معان فرمائیں
اور روز جوار شاہ ہو گا ہم بسر چشم بجالائینگے بادشاہ نے انکار کرنے سے نہایت متعجب ہو کر پوچھا
کہ اسکا کیا سبب ہو شہزادہ بہمن نے عرض کیا خداوند ہماری ایک چھوٹی بہن جو اور ہم تینوں بہن بھائی
ایک دوسرے کو نہایت پیار کرتے ہیں اور ہم کہیں بے مصلحت اپنی ہمیشہ کے نہیں جاتے اور دیکھی
ہے جیسے بوچھے کوئی کام نہیں کرتی بادشاہ نے کہا ہم اس محبت پر اور انہم شکاری کو سکر بہت خوش
ہوئے تھیں اجازت ہے آج تم اپنے گھر جاؤ اور اپنی بہن کے مشورہ کر کے کل تم پھر اسجگر پر شکار کھیلنے
حاضر ہونا اور مجھ سے جواب اس بات کا کہنا کہ تمہاری بہن نے میرے ساتھ جانے اور خاصہ کھانے میں

کیا کہا وہ دونوں شہزادے بادشاہ سے رخصت ہو کر اپنے گھر آئے مگر اپنی بہن سے ذکر کرنا اپنی ملاقات کا
 بادشاہ سے اور تمام حال وہاں کا بھول گئے مطلق انھیں بادشاہ رپا دوسرے دن صبح کو جب وہ نکار گاہ
 گئے اور لوٹے وقت نکار گاہ سے بادشاہ نے پوچھا کہ کیوں تم نے بہن سے صلح میرے ساتھ جانے
 کی پوچھی تھی اور اُسے تمھیں اجازت دی یا نہیں دونوں شہزادے ڈر گئے اور رنگ اُنکے چہرہ کی بدلیا
 اور ایک دوسرے کی نکتہ دیکھنے لگا آخر شہزادہ بہمن نے کہا خداوند ہم دونوں بھائی بھول گئے
 کسی نے ہم میں سے ذکر اس امر کا اپنی بہن سے نہیں کیا بادشاہ نے کہا کچھ مضائقہ نہیں آج جا کے پوچھا
 اور کل مجھ سے آکر کہنا اتفاقاً اس دن بھی وہ دونوں بھول گئے تیسرے دن بھی بادشاہ اُنکے بھوکھا
 پر اصلاً خفا نہ ہوا اور تین گیند سونے کے جو بادشاہ کی جیب میں تھے نکال اور ایک کپڑے میں
 بانڈھ شہزادہ بہمن کو دیے اور فرمایا کہ تم انکو اپنی کوہن رکھنا اُنکے سبب سے اب تم میری بات نہ بھولو
 بالفرض اگر کل بھی تمھیں یہ امر یاد نہ رہیگا تو حسب وقت اپنی کمر کھو لو گے اور یہ تیون گیند تمھارے کمر بند
 زمین پر گر پڑیں گے تلو وہ بات یاد پڑ جائیگی بادشاہ اس تاکید کے اتفاقاً اُس دن بھی وہ دونوں شہزادے
 اپنے گھر جا کے اُس بات کو بھول گئے رات کو جب شہزادے بہمن کپڑے اتار کر سونے کے واسطے جانے
 لگاتے وہ تیون گیند اُسکی کمر سے زمین پر گر پڑے اور اُنکی آواز سے اُسکو یہ پیغام بادشاہ کا یاد پڑا پھر
 دونوں شہزادے پریشان ہو کرے بہن گئے اور بعد عذر کرنے کے کہ عین بے وقت نکالو تکلیف دی
 کل حال سے اُسکو آگاہ کیا پیریزا نے اپنے بھائیوں کی غفلت پر کہ تین دن تک متواتر بادشاہ کا پیغام
 بھول گئے بہت افسوس کیا کہ یہ تمھارا اقبال اور خوش نصیبی تھی کہ دفعہ اس خوبی سے تمھیں ملا بہت
 بادشاہی حاصل ہوئی آخر کو یہ امر تمھارے واسطے نہایت مفید ہوگا مگر تجھے بڑا رنج ہوا کہ تم حکم بادشاہ کا
 بجا نہ لائے اور اُسکے ساتھ نہ گئے بلکہ تم نے کمال گستاخی اور سوء ادبی بادشاہ سے کی خلاف حکم بادشاہ
 کے کرنا موجب اندیشوں کا ہو گئے کمال عنایت سے تمھاری دعوت کی اور تم نے انکار کیا یہ بات اُنکو
 مناسب نہ تھی مجھے تمھاری باتیں سنگر بڑا درد اور اندیشہ پیدا ہوا اب میں اس امر میں اپنی بولتی چڑیا
 سے صلح کرنی ہوں دیکھو وہ کیا کہتی ہے اس واسطے کہ جب مجھ کو کوئی امر مشکل پیش آتا ہے میں اُس سے
 مشورہ کرتی ہوں آخر پیریزا نے فرمایا کہ اُس چڑیا کا اپنے پاس رکھ کے سب حال جو اپنے بھائیوں سے
 سنا تھا کہہ کے اُنکے سامنے کیا اور پوچھا کہ اس امر میں شہزادوں کو کیا کرنا چاہیے چاہے اسے جواب دیا

شہزادوں کو بادشاہ کی خوشی کرنا ضرور ہو اور وہ شہزادے بھی بادشاہ کی دعوت کریں اور اُسے اپنے گھر میں لائیں شہزادی نے کہا میں تو فرط محبت سے نہیں جانتی کہ میرے بھائی میری نظر سے ایک دم جدا ہوں چڑھانے کہا انکو بادشاہ کے حضور میں جانے سے کچھ خوف نہیں بڑا دے کہا بادشاہ جو ہمارے گھر میں آئینگے تو مجھے اُنکے رو پر دھونا ضرور پڑیگا اُسے کہا کچھ غصہ نہیں بلکہ موجب تمھاری بہتری کا ہوگا دوسرے دن سچ کو شہزادہ بہمن اور شہزادہ پرویز موافق معمول کے شکار گاہ کو گئے اور جب بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے پوچھا تم کیا جواب لائے شہزادہ بہمن نے عرض کیا خداؤں ہم فرمان بردار ہیں جو آپ کی مرضی ہوگی اُسکو بسر و چشم سچا لائینگے جتنے اس امت میں اپنی بہن کو راضی پایا بلکہ اُسے ہلکے سبب نہ حاضر ہونے کے آپ کے حضور میں بہت ملاست کی اور آپ کے حضور میں ہمارے واسطے شفاعت خواہ ہر آپ ہمارے قصور کو معاف کریں بادشاہ نے فرمایا تم نے ایسا کچھ قصور نہیں کیا کہ موجب میری خطی کا ہو بلکہ میں تمھاری محبت سے جو بہن کے ساتھ تکویر نہایت خوش ہوا شہزادے بادشاہ کی عنایات اور حلم سے دل میں کمال شرمندہ ہوئے اور سچے کر کے چپ کھڑے رہے مگر بادشاہ بدستور شکار کھیلنے میں مشغول رہا اور جب شہزادوں کو شکار میں شرکت پایا بلکہ بہت نسی کی اور جلد شکار گاہ سے اپنے دو تھانے کی طرف چلا اور دونوں شہزادوں کو اپنے ساتھ لیکر سب اہل دربار اور وزیر کو اُنکے قرب اور رتبے بڑا جدا ہوا اور جب بازار سے بادشاہ کی سواری نکلی ہر ایک دونوں شہزادوں کو دیکھ کر ایک دوسرے سے پوچھنے لگا کہ یہ کون ہیں معلوم نہیں کہ اسی شہر کے باشندے ہیں یا غریب الوطن اور سب لوگ شہر کے اُنھیں دیکھ کر دعا کرتے تھے کہ تمھارا اسی حسن و جمال کے جیسے یہ دونوں سوار ہیں وہ شہزادے ہمارے بادشاہ کو عنایت کرے اور اگر اس ملکہ کے پیٹ سے جو قید چڑھا فرزند لے دیتا تو وہ اب تک اسی عمر کو پہنچتے غرض بادشاہ اپنے دو تھانے میں پہنچ کر سواری سے اُترا اور اپنے خاص کمرے میں کہ نہایت خوبصورت اور سجا ہوا تھا اُن دونوں شہزادوں کو لیکر لایا اور دسترخوان پر کھانا رکھ کر ان کے خات چنے ہوئے تھے جا کر بیٹھا اور شہزادوں کو بھی اشارہ بیٹھنے کا کیا وہ دونوں آداب بجالا کے بیٹھے اور ساتھ بادشاہ کے خاندان کے لگے گرا دے سے چپ تھے اور بادشاہ کو منظور تھا کہ اُنکی گفتگو سے اُنکی ایساقت اور بظرافت امتحان کرے پھر وہ خود چھپر چھپر کے ہر ایک بات اُسے پوچھتا شہزادے اس فصاحت و بلاغت کے

ساتھ جواب دیتے کہ بادشاہ اپنے دل میں نہایت محظوظ ہوتا اور حسرت کرتا اور کہتا کہ کاش اسی شخص و جمال اور تہذیب و قابلیت کے ساتھ خدا مجھے بھی دلا دے اور بادشاہ نے سبب انکی باتوں اور لطیفوں کے زیادہ دسترخوان پر توقف کیا اور بعد خاصہ کھانے کے بھی انکو غلو تھانے میں لیجا کر دیکر اُن سے بات چیت کرتا رہا آخر بلا انکی تشریف فرما کے کہنے لگا کہ میں نے آج تک ایسے سعادت مند اور خوشرو جوان لائق اور قابل نہیں دیکھے پھر اُن سے کہا بہت دیر ہوئی گا نا سنو بہت خوش ہو گے ہو گا گانا بجانا شروع ہو گیا اور پنج مرد اور عورتوں کا جوئے لگا اور نقال نقیلن اور تماشے کرنے لگے شہزادہ دیکھ کر کمال خوش ہوئے اور شام کو بادشاہ کے حضور سے آداب اور شکر بجا لا کر رخصت ہوئے بادشاہ نے وقت رخصت نہ پایا کہ کل پھر موافق معمول کے شکار گاہ میں آتا ہیں صبح نکلو اپنے ساتھ محل میں لے آئے گا میں چاہتا ہوں کہ تم اکثر حاضر ہو کے مجھے اپنی گفتگو سے خوش کیا کرو قبل اسکے کہ وہ شہزادے بادشاہ سے رخصت ہو کے اپنے گھر جائیں شہزادہ ہمیں نے عرض کیا کہ ہاں ہاں کمال آرزو ہو چکا کل کے دن جب حضرت واسطے شکار کے نزدیک ہمارے غریب خانے کے رونق فرما ہوں تو وقت مراجعت کے ہمارے مکان میں قدم نہ فرما کے ذرا آرام فرمائیں کہ صبح کمال سرفرواہی ہماری اور ہماری بہن کا ہوگا اگرچہ وہ گھڑلے جلنے کے لائق نہیں مگر غرض شاہان چہ عجب گریو ازندہ گراں بادشاہ نے فرمایا کہ میں مقرر تھا کہ گھر جا کر مختار اور مختاری بہن کا عہد ہو گا کل علی الصبح جھکو تم اسی جگہ پہنچو گے جہاں کہ تھے پہلے دن ملاقات ہوئی تھی تم وہاں حاضر رہنا شہزادہ ہمیں اور شہزادہ پرویز دو دن بادشاہ سے رخصت ہو کے گھر میں آئے اور یہ حال اپنی بہن سے کہا پرویزا نے سن کر کہا اس صورت میں حضور ہر کوئی تیار کیا کھانے کی لائق بادشاہ کے کجائے پھر اُن سے اپنے بھائیوں سے کہا اس امر میں مشورہ ہوتی چڑھائے کہ حاضر ہو جاؤ اور انکی صلاح کے موافق طعام شاہی تیار کرنا چاہیے شہزادہ دن نے کہا بہت اچھا یہ کچھ شہزادے آرام کرنے گئے اور پرویزا نے پیچھے اچھا کھانے لگے رکھ کے کہا کہ بادشاہ نے کل کے دن ہمارے گھر آنے کا وعدہ کیا ہوا اس صورت میں ہر کوئی ضرور ہوا کہ انکی دعوت کی تیاری کریں پس کیا کیا کھانے اُسکے لیے بکولنے جائیں چاہئے کہانی بی صاحب اچھے اچھے باورچی تھا رہے ہو کہ میں ان سب سے سب قسم کے کھانے کھاؤ لیکن ایک قاب کھیرے کے آتش کی جیسے موتی جیسے چوئے اُسکے بادشاہ کے رکھا شہزادی نے کہا میں نے آج تک کھیرے کی آتش موتیوں کے ساتھ نہیں

مئی بادشاہ سے دیکھ کے نہایت تعجب کر گیا اس واسطے کہ اسوقت بادشاہ خاصہ کھانے نہ کھاتے تھے کافرتی دیکھنے علاوہ اسکے اس قدر موتی جبارے پاس کہاں چہرے نے کہا بی جومین کون اُسکو تم ضرور گرد میں تمھاری دولتخواہ ہوں تم جو موتیوں کے واسطے اندیشہ کرتی ہو کل صبح کو تم اپنے رستے میں جا کر سید باغ کی طرف فلاںے درخت کے نیچے کھدوانا دبانے تم بہت موتی پاؤ گی چنانچہ دوسرے دن علی الصبح شہزادی ایک باغبان کو اپنے ساتھ لیکے رستے میں لگی اور اُسجاگو کھدوایا ایک صندوق قہر طلائ پون گر کے مربع میں نظر پڑا شہزادی نے بہت احتیاط سے اُسکو نکھوایا اور جب اُسے کھولا تو وہ موتیوں سے بھرا ہوا تھا جسکے سب دانے گول اور مقدار میں برابر اور کیان لائق اسی کام کے تھے جس کام کو چڑیانے تجویز کیا تھا شہزادی بہت خوش ہوئی اور اپنے باغ میں لیکے گھر چلی دو دن شہزادے شہزادی پر ریزا کو تنہا مائی کے ہمراہ باغ کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر تعجب ہوئے کہ کیوں دبان گئی پھر وہ بھی جلد باغ کی طرف روانہ ہوئے دوسرے اُسکو دیکھا کہ کچھ لے آئی جو جب نزدیک پہنچے تو انھوں نے ایک سونے کا کبس اُسکی بغل میں دیکھ پوچھا کہ اے بہن یہ کیا چیز پر ریزا نے کہا میں نے اس باغبان سے فلاںے درخت کے نیچے زمین کھدوائی تھی دبانے میں نے یہ کبس موتیوں کا بھرا پایا موتیوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی پھر شہزادی نے کبس کھول کر موتی انکو دکھائے شہزادے بہت خوش ہوئے پھر شہزادی بولی کہ تم میرے پاس آؤ میں بڑے ایک امر شکل میں ہوں پرویز نے کہا کیا پر ریزا نے وہ مشورہ جو بولتی چڑیانے اُسکو دیا تھا اپنے بھائیوں سے ظاہر کیا اور وہ بیٹوں بھائی بہن ملے دیر تک سوچتے رہے کہ اس چیز کے واسطے یہ امر تجویز کیا ہے پر ریزا نے کہا کچھ فائدہ اس چیز نے اپنے نزدیک ٹھہرے یہ صلاح دی جو یہ کہنا اُسکا لغو نہیں اُسکے کہنے پر ہکو عمل کرنا ضرور ہے پھر پر ریزا نے اپنے کمرے میں جا کے داروغہ بادچھانہ کو بلوایا اور حکم کیا کہ کل کے دن سب طرح کے شاہی کھانے تیار کر اور ایک قاب تو پسینے باغ سے کھیرے کی موتیوں کے ساتھ بھی تیار کر رکھنا داروغہ بہت متحیر ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ آج تک ایسا کھانا کسی نے نہیں کھایا اور نہ اُسکی فرمائش کی پر ریزا نے بشرے سے معلوم کیا کہ داروغہ حیرت میں ہے اُس سے کہنا اچھے اس سے کیا کام ہے جیسا کہ میں نے حکم کیا تو بھلا اور اس صندوق قہر کے جس قدر موتی درکار ہوں اس میں سے خراج کر اور باقی کو اسی میں رہنے دے داروغہ کبس موتیوں کا لیکر چلا گیا شہزادی پر ریزا نے اپنا گھر اور باغ ہر ایک ساز و سامان

فرش و فروزش سے سجا اور آراستہ کیا دوسرے دن صبح کو شہزادہ بھین اور پرویز اسی جگہ جہان بادشاہ ملاقات ہوا کرتی تھی جا کر حاضر ہوئے اور بادشاہ اگر شہزادوں کے ساتھ دیر تک شکار کھیلایا ایک اجب

تصویر بادشاہ کی شکار گاہ میں مع شہزادوں کے شکار کھیلنے کی



رمی آفتاب کی سخت بولی تب بادشاہ شکار گاہ سے شہزادوں کے محل کی طرف روانہ ہوا جب گھر اٹکا قریب پہونچا شہزادہ پرویز نے آگے سے جا کے اپنی بہن کو آگاہ کیا شہزادی استقبال کے لیے آگے بڑھ کر کھڑی ہوئی اور جب بادشاہ قریب پہونچا وہ بیٹھی کے پاس گھوڑے سے اتر پریزادے نے دوڑ کر اپنے نہیں بادشاہ کے قدموں پر ڈالا اور اٹکے دونوں بھائیوں نے عرض کیا کہ یہی ہماری بہن جو بادشاہ نے اپنے قدموں پرست اٹھایا اور اٹکے حسن و جمال کو دیکھ کر بہت متحیر ہو کر یہ بہن ہر امر میں اپنے بھائیوں کے ہم شکل ہو اور فصاحت میں اپنے حسین اور خوش سلیقہ لوگوں کا ہونا بہت تعجب ہو اور ایسا مکان خواجہ سورت عالمی شان کا توں میں نہیں دیکھا پھر پریزادے نے ہر ایک مکان بادشاہ کو لے جا کر کھلایا وہ ہر ایک مکان کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا بادشاہ نے بعد دیکھنے محل کے فرمایا کہ میں اب قلعہ سبیل کی سیر کیا چاہتا ہوں بادشاہ بھی تھا رانا منہ بھرے گھر کے خوب ہوگا شہزادی پریزادے

جب دروازہ باغ کا کھولا تو فوراً نظر بادشاہ کی پہلے سب کے فوارے پر پڑی دیکھا کہ پانی نرودمانند سونے کے جھٹ رہا ہو بادشاہ نے خوش ہو کر پوچھا کہ یہ عجیب طرح کا فوارہ بہرین نے ایسا نہیں دیکھا اسکا خزانہ کمان ہوا کیونکر یہ اس قدر بلند ہو کر چھوٹتا ہوا رہنے اسکو کمان سے پایا اور کیونکر بنایا جن اسکو نزدیک سے دیکھو نگا شہزادی نے عرض کیا بہت اچھا یہ امکر وہ بادشاہ کو فوارے کے بائیں کی بادشاہ اس فوارے کو دیکھ رہا تھا کہ ایک بار لگی نہسنے گلے کی آواز سنی کہ طرح طرح کی ڈاؤر تانوں سے گناہور باہر لسنے چاروں طرف مٹھ پھیر کے دیکھا کوئی گانے والا نظر نہ پڑا فقط آواز سنائی دیتی تھی تب بادشاہ نے پوچھا کہ یہ آواز گانے کی کمان سے آتی ہو بیٹے اچھے کی بات جو پریر زاد نے سسکر کے کہا یہاں کوئی گانہ والا نہیں جو اس راگ کو گاتا ہو آواز راگ کی اس دخت سے آتی ہو دو چار قدم اگر آپ تکلیف لگے کوفہ میں تو اسکو اچھی طرح سے ملاحظہ کریں گے بادشاہ نے آگے جا کے ایسا اچھا راگ سنا کہ محو ہو گیا غرض بادشاہ کبھی فوارے کی طرف متوجہ ہوتا اور کبھی گانے کی طرف بدوخت سے سنائی دیتا تھا اور نہایت محوش ہوتا اور تصور کرتا کہ یہ امر واقع میں ہو یا جاہ و جبر

تصویر بادشاہ کی شہزادی پریر زاد کے ہمراہ سیر باغ کرنے اور عجائبات دیکھنے کی



ہر کیف بادشاہ نے پریراؤ سے پوچھا یہ درخت عجیب کہاں سے تھے یا کہ اُسے اپنے باغ میں لگایا کیسی
 نے اس ٹخنہ کو ٹھین دیا ہر ایک شہر دور و دراز سے تم اسکو لائی ہو اور اس درخت کا نام کیا ہے
 پریراؤ نے عرض کیا خداوند اس درخت کا نام گا نیوالا درخت ہے اس دس بن یہ درخت نہیں ہوتا
 اس کے حال کے عرض کرنے میں بہت دیر ہوگی اس درخت اور سونے کے فوارے اور بولتی چڑیا کو میں ایک
 وقت میں لائی ہوں اب تیسری چیز جو باقی ہے آپ چلے دیکھیے جب حضور دراز شکاری ماندگی سے سستائے
 میں ان تینوں چیز عجیب کا حال تفصیل عرض کر دینی بادشاہ نے فرمایا سبب دیکھئے ان عجیب و غریب
 چیزوں کے میری سب ماندگی شکاری جانی رہی اب تم مجھے بولتی چڑیا کو دکھاؤ وقت بھرنے کے باغ
 سے بادشاہ نے پھر فوارے کو اچھی طرح دیکھ کر فرمایا میں نہ تو اسکا کہیں خزانہ دیکھتا ہوں کہ جہاں سے
 پانی اسکل کی راہ سے کسی طرف میں آتا ہو اور نہ کوئی طرف نظر پڑتا ہے شہزادی پریراؤ نے کہا آپ سچ
 فرماتے ہیں اس فوارے کا خزانہ نہیں کہ جہاں سے یہ پانی آتا ہو فقط ایک طرف سنگ مرمر کا نہایت
 چھوٹا سنہرے پانی سے بھرا کھا ہے وہ پانی خود بخود جو سن کھا کے اُلتا ہے اور فوارہ ہر کے دن رات ٹھکتا
 اور پھر وہ پانی بلند ہر کے ہمسایہ طرف میں گرے کبھی گھٹتا نہیں بادشاہ یہ سنگ نہایت متعجب ہوا اور کہا
 اب بولتی چڑیا کہاں ہے شہزادی پریراؤ بادشاہ کو بارہ درمی میں لے گئی وہاں اُسے سیکڑو جی فوارے
 خوش الحان دیکھے کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے چھارے ہیں اُسے متعجب ہو کے پوچھا کہ اس وقت در
 جا تو رہا یہاں جمع ہو کر قہر شمع کی بویان خوش آوازی سے بونا کس سبب سے جو پریراؤ نے کہا یہ سب
 چریان مصاحب اور شاگرد بولتی چڑیا کی مین کہ جسکا بجز اس بارہ درمی کی کھڑکی میں ٹھکتا ہے اب
 بہت اچھے راگ سننے لگا کہ بہتر ان سب چڑیوں کے راگوں اور بلبل ہزار داستان کے گانے سے میں
 پھر جب سلطان اس بارہ درمی میں گیا اُس چڑیا کو مٹا کچھا رہی جو شہزادی پریراؤ نے پکار کر کہا
 ای میری لونڈی چڑیا تو نہیں دیکھتی ہے کہ بادشاہ یہاں تشریف لائے ہیں اُنکو آداب بجالا اُس چڑیا
 نے پریراؤ سے اس کلام کو سنکر گاما موقوف کیا ساتھی اُس کے اور سب چریان بھی چپ ہو رہے تھے
 اُس چڑیا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور بہت خیر و عافیت سے ہیں اور بہت دعا میں دین اور
 وہیں دسترخوان بچھا تھا بادشاہ بارہ درمی میں نزدیک اسی بجزے کے بیٹھ گیا اور چڑیا کا جواب سلام
 دیا کہ جو یہ غصہ کیا ہے ہوا پہلے سب کے قاب کھڑے کی جو اُس کے آگے رکھی ہوئی تھی اُس کے اپنے کھینچ کر تھکے کھائے

کیا اس کو کھینک کی آتش اور اُس پر موتی چنے ہوئے دیکھ نہایت تعجب ہوا اور شہزادی پر بڑا دواؤ اس کے
دو دنوں بھائیوں سے پوچھا کہ چیتا لیل کھانے کے نہیں کس واسطے میرے روبرو رکھی وہ میمون بہن
بھائی کہ اس حکمت سے واقف نہ تھے چپ ہو رہے مگر چڑیانے جواب دیا کہ بادشاہ کو کھیر کے آتش پر موتی کو
چنا ہوا دیکھ کر تعجب آیا اور ملکہ اپنی بی بی کے کتالی بھیجی مگر جس سے تعجب نہ آیا بادشاہ نے جواب دیا کہ
میں نے ان عورتوں سے جو ملک کی خدمت میں حاضر تھیں کتالیں بھیجی کتالیوں نے کہا کہ وہ عورتیں ملک کی بہن
تھیں تمہاری عنایت اور توجہ ملک کے حال پر دیکھ انھیں حسد پیدا ہوا تھا تمہارے ناموش کرنے کے لیے
ملکہ سے یہ فریب کیا تھا اگر آپ اُسے بہتید پر بھیجیں تو وہ اپنے قصور کا اقرار کرے گی یہ دونوں بھائی اور ان کی
یہ بہن تمہارے فرزند ہیں ان کو ان عورتوں نے شے چھپا کر ہر ایک کو وقت پیدا ہونے کے کل کے کمرے
میں لپیٹ اور پٹاری میں بند کر کے زمین ڈال دیا تھا یہ میمون بچے بہک رہے تھے دار و دروغ کے ہاتھ لگے
تھے اُسے ان کو دایان رکھ کر دوش میں لیا اور ابتدا سے سن تیس سے تعلیم و تربیت ہر ایک
امر سے کرتا رہا اور جو وہ لاد لہ تھا اپنے بی بی بھائیوں کے ساتھ ان دونوں شہزادوں اور شہزادی کو پڑے
ماز و نعمت کے بالا آپ کے گھر میں بھی اس طرح سے پلٹے بادشاہ کو چڑیا سے جب حقیقت اس مقدمہ کی پہچانی
معلوم ہوئی کہا اچھا چڑیا مجھے تیرے کہنے پر یقین ہوا اور جو کچھ کہ تو نے کہا سچ کہا اس واسطے کہ جس
میں نے ان میمون کو دیکھا جس سبب جو ش خون کے بے اختیار مانند اپنے لڑکوں کے اُن کو پیار کرنا ہوا
اور محبت و الفت ان میمون کی میرے دل کو ایسا کھینچتی ہے جیسا منقلاطیس لوہے کو یہ سب آثار اسی امر پر
حوالات کرتے ہیں کہ یہ میمون بچے میری اولاد اُس ملکہ بقیصو کے بطن سے ہیں یہ فرما کر بادشاہ نے میمون
سے آبدیدہ ہو کر کہا اب تم مجھ کو اپنا باپ حقیقی سمجھو یہ سن کر وہ کمال محبت و پیار سے دوڑے اور بادشاہ
کے گلے لگے اور میچ کے بادشاہ کے ساتھ خاصہ توادل کیا جب کھانے سے فراغت ہوئی بادشاہ نے
فرمایا اے فرزند اب میں تم سے حضرت ہوتا ہوں کل پھر تمہارے گھر آؤ گے اور اپنی ملکہ کو جو تمہاری جھتی ہے
جو ہمراہ لاؤ گے یہ کہنے بادشاہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جلد اپنے دولت خانے میں وزیر اعظم کو حکم کیا کہ
جلد جا کر ان دونوں نابکاروں کو اُن کے گھروں سے پکڑ کے بغض شدید قتل کر دے حکم بادشاہ کے
وزیر نے ان کو قتل کیا پھر بادشاہ کو بخش و خندم و خشم کے ساتھ اس جامع مسجد میں جہان ملا قید تھی گیا اور
اُس زندان تنگ سے جہان وہ بہت برسوں تک قید رہی اور نہایت اذیت پائی تھی مگر کہ اپنے

ہاتھ سے باہر نکال کر گلے لگایا اور اسکی شکستہ حالی اور سیلے پٹے لباس کو دیکھ کر بہت رویا اور کامیاب
ظلم اور نا انصافی جو بہ نسبت تیرے مجھ سے ظہور میں آئی ہو مدد حاصل کر اور میں نے اُن دونوں تیری
سہنوں کو جنھوں نے فرب سے مجھے تجھ بیگناہ اور بے نصیر رخصت بنا کر اختیار کیا تھا قتل کر کے سر کو
پہنچایا اب ساتھ میرے چلے اپنے دونوں بیٹوں اور تیسری بیٹی کے سب جوان سین میں دیکھ اور انھیں اپنی جھان
سے لگا کہ وہ تینوں میرے اور تیرے فرزند اور نور دیدہ بہن اور حام کر کے پوشاک اور زیور موافق اپنے
رہنے کے پہن جو یہ سب اعزاز و اکرام کرنا بادشاہ کا بہ نسبت اُس ملک کے اور خود نفس نفس اُس مجلس
میں جانا اور ملک سے عفو تصور چاہنا اور بیٹوں فرزندوں کا اُسکے بطن سے کرنا اور سزا پانا
اسکی وہ بہنوں کا بسبب فرب کرنے کے سب قلم و مین مشہور ہوا تھا لہذا تمام خلق ملکہ بیگناہ کی
تعریف اور اسکی بہنوں پر لعنت کرنے لگی پھر دوسرے دن ملک بغداد حاکم کرنے کے پوشاک شایاۓ اعزاز
ملوکاۓ ہنگر بادشاہ کے ہمراہ اپنے فرزندوں کے گھر تشریف لیگئی اور بادشاہ نے شہزادہ بہن اور پردیز
اور پردیزاد کو ملک کے روبرو لاکے لکھا کہ یکم یہ دونوں تمھارے بیٹے اور بیٹی جو تم انکو اپنے سینے سے
لگاؤ جیسا کہ میں نے انکو اپنے گلے سے لگایا اور سبار کرو اور انکی شفقی فرماؤ ہر ایک کی پیدائش کے
وقت تمھاری کجبت بہنوں نے انکو نہر میں ڈال کر اکیلا کتے کا بلا دوسری دفعہ ملی کا بچہ تیسری بار پچھونڈ
طفاہر کیا کہ ملکہ نے جناہی جوان بچوں کی زندگی مٹی اور ہسے ملنا تھا خدا نے انکو بچایا اور اسی طرح
لاؤق و فائق کیا پھر وہ تینوں بیٹے شہزادے اور شہزادی اپنی ماں کے گلے لگ کر رہے خصوصاً ملک
بہت روئی پھر بادشاہ اور ملک نے اپنے تینوں فرزند سمیت بیٹھ کے خاصہ خوب تناول فرمایا اور جب
کھانے سے فراغت ہوئی بادشاہ ملکہ کو باغ میں واسطے دکھانے گانے والے درخت اور فوارے
شہرے کے لیگا ملکہ جا کر پہلے ان دونوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی بعد اُسکے چڑا کو جسکی تعریف بادشاہ
نے ملکہ سے خاصے کیوقت کی تھی دیکھا اور اسکی باتوں اور گانے سے بہت خوش ہوئی پھر جب ان سب
کاموں سے فراغت پائی بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہزادہ بہن کو دہنی طرف اور پردیز کو بائیں
طرف کر کے محل کی طرف روانہ ہوا اور ملک نے سواری میں پردیز کو اپنے ساتھ بٹھا لیا جب سواری
بادشاہ کی شہر کے اندر پہنچی خلق نے کالگے سے جمع ہو کر جی تھی اُن دونوں شہزادوں اور شہزادی
پردیزاد کا حال سن کر بہت خوشی کی اور بچار کر دجائیں بادشاہ اور ملک اور شہزادہ کو دینے لگی اور جیسا کہ

ملکہ کے قید ہونے سے مغموم ہوئی تھی اُسکو اس حال میں دیکھ کر خوش ہوئی خصوصاً اُس حبیبا کو دیکھ کر
 جبکہ پنجرہ آگے شہزادی پر بزد کے رکھا ہوا تھا اور گردہ طیوہ خوش الحان چاروں طرف سے جمع ہوئے
 گرد اُس پنجرے کے اُڑنے اور طرح طرح کی بولیاں خوش الحانی سے بولتے ہوئے جاتے تھے سو اُنکے
 اور بہت سی چڑیاں و خنوں اور کوٹھون پر بازار اور ہر گلی کوچے میں جدھر سے سواری بادشاہ کی گزری
 اور اس چڑیا گاہ کا قفس جاتا تھا بھی خوشی میں چھپا رہی تھیں المعرض پڑی شوکت اور عظمت کے ساتھ
 شاہزادہ بہمن اور شہزادہ پرویز اور شہزادہ می بریزا کو بادشاہ اپنے محل میں لگیا اور شب کو بڑی شہنی
 اور پنج اور تماشے دکھلا کر اپنے حشر زدنوں اور ملک کی مینافت کی اور بہت دنوں تک تمام شہر میں
 کمال خوشی رہی اور ہر ایک شخص نے اس سرور سے اپنے گھر میں محفل اور ضیافت کر کے نہایت خوشی کی
 اور یہ غزلین مناسب حال علیحدا میر عصر مصحفی دوران اوستا و ابن اوستا و مرزا کلب علیخان صاحب کمال
 عیاش تخلص دام بر کا تم خلف الصدق علیجاہ اوستا و مسلم الثبوت حضرت تادخلہ آرامگاہ کی کمال
 خوش الحانی سے گائیں۔ غزل

بلیغ جنت پر ہوا اچھو لگان کوے دوست
 کھیلنے میں طفل اشک اور کوہ دکان کوے دوست
 حشر تک رکھینگے ہم باقی نشان کوے دوست
 خضر کو ڈھونڈھے نہیں ملنا نشان کوے دوست
 انگھین دکھلاتے ہیں مجھ کو مردان کوے دوست
 غالب آجائیں ہمارے سگان کوے دوست
 سرخ مانند زمین جو آسمان کوے دوست
 ولولہ ہوتا ہے سن چین کر بیان کوے دوست
 نقش پا پہچان لینگے پاسبان کوے دوست
 سب نشانوں سے یہ بڑھکر جو نشان کوے دوست
 اور ہیں دوردز کو ہم میمان کوے دوست
 اور بھڑکاتے ہیں اُسکو دشمنان کوے دوست

عمر گزری تھی جو سیریا دریاں کوے دوست
 دل لگی رہتی ہو اپنی دریاں کوے دوست
 خون ناحق کا ہمارے داغ مٹنے کا نہیں
 گوجیات جاودانی بھی عطا اُن کو ہوئی
 اپنی نظروں سے گرا کر کر دیا احتسیر
 پریان سیری ٹھکانے تب لکین بعد فنا
 عکس پڑنا جو اس پر قتل عشان کا
 چاہتا ہو دل ابھی اُڑ کر پونج جائیں دہان
 جانے کو چھیکر پہنچ تو جائیں اُنکے پاس ہم
 تنکے چنتے ہیں وہاں عشاق یوانوں کی طرح
 تیسرے دن لہج سے ٹھہراؤ وعدہ قتل کا
 جس گھڑی ہوتا ہے برہم مجھ سے وہ آتش مزاج

مخل جو میں مجھے ہونے نہیں دیتے شریک
 باہم پر قندیل روشن ہیں ستاروں کی طرح
 دفن ایک ایک قبر میں سو شہید ناز ہیں
 کوڑوں کے سول کہتے ہیں یہاں بیف جمال
 نیند آتی ہی نہیں ہلکھو شب فرقت میں جب
 دیکھ کر دیتے نہیں مجھ کو صدائے دور بکاش
 سب اتر جائیں انھیں بہر وقت ہے بار کی
 ہو برار شک رقابت کا کڑے عشق میں
 وحشت دل چین اب لینے نہیں دیتی مجھے
 ایک مدت جو مجھے صحرانوردی میں کٹی
 کھانے کو پاتے ہیں غم اور پیٹے کو خون جگر
 غلام کہتے ہیں رحم اور موت کھلاتی جو زیست
 باؤن پر بکے رگڑنے میں سرانجام ہے

آگ میں رہتے ہیں میرے پاس جان کو دے دوست
 آسمان کی شان سے ملتی جو شان کہے دوست
 رہتے رہتے ہو گئے ہم راز دان کو دے دوست
 مصر کا بازار اچھا یاد کان کو دے دوست
 سننے میں کھلا کے تب ہم داستان کو دے دوست
 پاس کرتے ہیں جو میرا پاسان کو دے دوست
 غیر سو دہا پہنچتے ہیں زبان کو دے دوست
 جگمگے دشمن مرے سب دوستان کو دے دوست
 تم رہو ہمتو چلاؤ ساکان کو دے دوست
 اجنبی سمجھتے مجھے باشندگان کو دے دوست
 صیش کرتے ہیں جو بیہیمان کو دے دوست
 اتو جو ہم کچھ سمجھتے ہیں زبان کو دے دوست
 جا کر کلب علی مجھ کو گان کو دے دوست

دیگر

کھائے پھر تا جو صنم تپہ اُدھار ایک نہ ایک
 کوئی گانا جو بجاتا ہو ستار ایک نہ ایک
 نگو لجا نا جو ہر روز شکار ایک نہ ایک
 تم چین کو جو گئے ہو گی ہر ایک نہ ایک
 خوبصورت ہو تھیں کرنا جو ہر ایک نہ ایک
 دل ہی جانا جو تھیں کار گزار ایک نہ ایک
 دل میں رہتا جو مرے سبوح بجا ایک نہ ایک
 کلہرے کس کا کہتی ہو ہزار ایک نہ ایک
 اُنکے دیوانوں میں جو ہر شمار ایک نہ ایک

دولت حسن پر رہتا جو نہ ایک نہ ایک
 کوچہ یار میں رہتی جو ہر ایک نہ ایک
 دل کسی دن نہ شا نہ تو کسی دن جو جگر
 ماتھے صبا دہی کے جانے لگی یا گلچین کے
 ہی نہ دامن ہی پہ موقوف نہ ہوا وہ بند
 قتل انداز سے کرتے جو کبھی ناز سے تم
 کیوں نہ آئے مرے گھر یا گئے گھر غیر کے کیوں
 خوف گلچین کا کبھی جو کبھی صبا کا دم
 بیڑیاں کوئی نہ کوئی جو ہنستا ہر روز

آپ کے نام کا لون نام کہ انداز کا مین
 رو بہ روت پر گر کے جھرو دل جو رہے
 کرتے ہیں دشت نوردی جو بچے زمان سے
 کہہ دکھانا جو انگوٹھی کبھی تعویذ کس
 آنکھ سے آنکھ ملائیں گے اگر تجھ سے حسین
 گنہ گنہ کیلے ڈر گنہ بازون کا حسین
 کبھی طوق اور کبھی جگنو کو دکھاتے ہو تم
 گر گو لہ نہ اٹھا دامن دلدار تو ہے
 قیس ہی سن لے مرے حال کو اور یا فر باد
 عشق رخ سے جو بجا زلف میں پھنس جاؤں گا
 بے بلائے ہوئے مجھ کو نہ وہ مانے ہرگز
 خالی رہتا نہیں صحبت سے حسینوں کی یہ دل

دل غم دیدہ پر کر جاتا ہوں وار ایک نہ ایک
 ہو ہی جائیگا ہفت آخر کا ایک نہ ایک
 رنگ لاتی جو غرض فضل ہر ایک نہ ایک
 نقش کرتا ہوں مرے دل پہ نگار ایک نہ ایک
 نوک فرکان سے تری کھائیگا خارا ایک نہ ایک
 آپ ہی جیتینگے اور جائیگا ہر ایک نہ ایک
 ہو ہی جائیگا گلے کا مرے ہر ایک نہ ایک
 گل ہی کر دیگا مرے شمع مزار ایک نہ ایک
 اب نکلوانے مرے دل کا بخارا ایک نہ ایک
 رنگ لائینگے مرے لیل و نہار ایک نہ ایک
 قاصد اُنکار اچھاتی ہے سوار ایک نہ ایک
 ڈھونڈ لانا ہر کہین سے مرے راکش ایک

جب ملکہ شہزاد نے اس حکایت کو تمام کیا شہر بار بادشاہ ہند کا ان سب حضو کو کہ ملکہ شہزاد نے کہنا
 ایک رات میں کہہ تجھ اور اس جیل سے اپنے تین اتنی مدت تک قتل ہونے سے محفوظ رکھا تھا سنکر
 نہایت خوش ہوا تھا اور اس خیال سے جو سبب بد کرداری اپنی پہلی ملکہ کے ہر روز ایک بی بی سے
 بھج کرنا اور صبح کو اُسے قتل کرنا اس امر قبیح سے باز آیا اور جو بگمابان عورتوں کی طرف سے اس کے
 ذہن میں نہیں تھیں سب بھو گیا اور ہاتھ قتل ملکہ شہزاد سے قطعی اٹھایا اور ہزاروں سے محفوظ ہو کر جان بخشی کی
 اٹھایا ہاتھ اُسکے قتل سے اب

دلی حاصل ہوا بانو کا مطلب

بطل لہم بھی تھی سو تھی

بشکل آنہ سینہ جو اصف

دو پہلو میں گھر دیر کو اُسے

مکہ رہتا جو آئینہ جو اصف

ہوئی وہ ظلم کی موقوف صورت

شہر بار داستان دوست وہ کہا بیان دلچسپ عجیب و غریب سکرایا

مخلوط ہوا کہ خیال عورتوں کی بد کرداری کا صاف اُسکے دل سے ٹھکایا اور وہ طریق کہوں کو ہر روز
 ایک نئی بی بی کے ساتھ بھج کرنا تھا اور دوسرے دن چراغ اسکی حیات کا گل کرنا تھا یہ سب رسمیں

موقوف ہوئے اور وزیر اعظم کے پیر پرزوار ملکہ شہزاد کا تھلے سے بھی ہر طرح نجات پائی اور تمام رعیت
 قلم و سلطانی میں جو بلا سے قہر سلطانی میں مبتلا تھی چھٹی اور چھوٹے بڑے وضع و شرف ملکہ کے حق میں
 خدا سے دست بٹھا تھے کہ یا خدا یہ ملکہ شہزاد اور بادشاہ شہر لہر و دونوں معیش و عشرت میں سرشار رہیں اور
 واسطت میں عدل و انصاف سے رعیت تمام راضی اور خوشنود اور زمین ظلم و ستم کی تابو و ہون
 میسر معیش و عشرت صبح اور شام
 بچہ نکلا ہوا آغاز و انجام
 بس اسے حاد اب آگے خاتمہ لکھ
 روان سکے رہا برسوں جہان میں
 نہ کھلے پھر وہ چشم آسمان میں
 ضروری امر ہو جو رہ گیا لکھ

خاتمہ منجانب ترجم علامہ اعنی فخر الشعر امولانا محمد حامد علی خان حامد خلف اکبر حافظ
 غلام علی خالصاحب رئیس شاہ آباد ضلع بہرہ دوئی

جو فضل ایزد باری محتامل بہت بہتر بھیجی پھر الفت لیلہ ہر سطر اسکی رشک جمہ سنبل صفائیں لیکن اس سے بڑھائے ہیں ہر وہ بین السطور اسکا مصفا گھر بھر زسارہ حاشیہ نہ ایاق جسکو جو اردو زبان کی مرزہ ہر اسمین اردو کی زبان کا جہان کچھ نظم ہر موقع سے آئی کہ مضمون شہر سے پلتا ہوا ہو یہ گویا بی جھگھے غشی خدا نے نئے ہیں فضل حق سے طو حسمین مصور بھی مگر عظمیٰ ہوا ستار کہ ہر یوسف علیخان نام اسکا یہاں تک موشگافی اُسے کی ہو	مراد دل ہوئی دلخواہ حاصل لکھائی بھی بہت اچھی ہر اسکی نزاکت میں ہر مانند رنگ گل بین نقطہ نہ تصدق اسکے غنچے کہ ہر صدقے یا ضحیم لیلہ سلاست جا بجا مد نظر ہو وہ خوبی دیکھ لے میرے بیان کی زبان اردو کی بالکل ضائع کر دی تو اسمین بھی یہ خوبی دکھائی بہت جب کی ہو میں نے ہا نقاشی نئے قصے کی تھے جو پڑانے یا تصویر نے جو بن لیا ہو ہر اپنے وقت کا مانی و ہزار خدائے کھلی سے غرض ہواں ہو کہ ہر تصویر سے ثابت یہی ہو	ہری بکر آڑی پھر الفت لیلہ چھپائی بھی بہت اچھی ہر اسکی گل طرح سب اسکے بنے ہیں کہ میں از بس شگفتہ سارے نقطے عبارت گو ہر اسکی منشیانہ بلاغت سے فصاحت بیشتر ہو بنا ہر رنگ ہر اک داستان کا مثال آئینہ شفاف کر دی مناسب تر سے اس نظم کا ہو تب آئی ہو مرے پر یہ کہانی بڑھی ہو ایک خوبی اور اسمین کہ وسط صفحہ میں لکرا جمہا ہو نہ کیوں ہو جو بصورت کام اسکا غریزہ خلق و محبوب جہان ہو زبان اپنی یہ کھولا چاہتی ہو
---	---	---

بس اب تصور بولا جاتی ہو
 غرض خون جگر جب میں نے کھلایا
 وگرنہ میں کہان اور یہ کہان کام
 مری جانب ذرا الطاف سے دیکھ
 وہ سب گویا قلم برداشتہ کر
 میں غیر وکلو اب کرتا ہوں ارشاد
 نہ کر مگر تو کچھ نہ کہتے یہ سنی
 میں اپنے وقت کا آتش زبان ہوں
 غلامان امیر احمد میں مشہور
 یہ دونوں بھائی ہیں اُستاد نامی
 جلال اور داغ بھی بچا پستہ ہیں
 جناب حضرت آحسان والا
 فروغِ نکتہ سنج و ذی ہنر
 جمیل ذی منش فخر زمیں نے
 کریم النفس و عالیٰ خاندان نے
 وہ ہر باب فارسی میں ایسا اُستاد
 کہ ہر شاگرد وقت در لگلائی
 در میں اعظم ہند و ستان ہیں
 کہ ہیں یہ سب کے سب لطافت
 بہادر میرزا کلب علیخان
 وہ اپنے وقت کے اب تصنی ہیں
 تھے اُنکے والد ماجد بھی اُستاد
 محبت اُنکو مجھ سے بیشک ہے

کوئی ایسی چھٹی کب الف لیلہ
 تب اسکو اس طرح رنگین بنا یا
 الا اس حاسب عقل و دانش
 مری اس نثر کو انصاف سے دیکھ
 بفضل حق سنو رہوں میں مشہور
 میں اپنے وقت کا ہوں آپ اُستاد
 کہوں کیونکہ کہ تو جا بل نہیں ہو
 میں مدوحِ گروہ شاعران ہوں
 حکیم نامور استاد دوران
 بڑے فخری تو چھوٹے ہیں نظامی
 ادیب لکھنوی اُستاد نامی
 کہ اپنے ہمنون میں ہو وہ بالا
 جناب تحسن کا کوروی نے
 تیز مالک ملک سخن نے
 جناب عاقل عالی مراتب
 ہو گویا فن یہ اسکا خاص ایجاد
 جناب مستطاب و قد و توقیر
 شریف القوم و عالیٰ خاندان ہیں
 جناب کیت و فرحت اور عالی
 رفیع القدر و میر میرزایان
 میں خود اُستاد اور استادِ زادے
 جناب نادر فردوس آباد
 صفی پوری عبید نامور نے

چھٹی چوبیس پر اب الف لیلہ
 ہوا اقبال آقا سے سراجِ ام
 تو کیوں لکھا ہر ناحی مجھے کاوش
 کہ میں نے اسمیں جو کچھ لکھ دیا ہو
 بقول عبرت مرحوم و منظور
 بری ہوئی جو شفق عیب بینی
 مری اُستادی کا قائل نہیں ہو
 میں معنی کیوں نہ ہوں سپرین سرور
 جناب حضرت فضل علیخان
 یہ دونوں بھائی بجا جاتے ہیں
 ہوئی جو ختمِ حسیہ خوش کلامی
 عروجِ نامدار و نامور نے
 عدیم المثل مراجِ نبی نے
 جناب متحجر معجز بیان نے
 مرا افسر مرے آقا کا نائب
 جناب منشی سرنار نامی
 کہ اپنے وقت کے ہیں تیز و دلیر
 فصاحت اور نصرت اور شہرت
 ہو جو ختمِ ناب زک حیا لی
 وہ علامتِ سنون شاعری ہیں
 یہ دولت پائے وہ جکو خدا
 عنایت اُنکی میرے حال پر ہو
 اویس نکتہ سنج معتبر نے

جناب تہ و ماہ لکھنوی نے
کلام اسکا نہایت مستند ہے
ہو صادق میرزا اسم مبارک
یہ بھائی بخود مرحوم کا ہے
نہی ہے اعظم رئیس کانپوری
کہ ہے وہ فی زمانہ مخبر عالی
کریم الخلیفہ حسان عجم نے
کہ ہے رضوان علیخان نام اٹکا
جناب قیس خلد آراگہ نے
محبت رحمۃ اللعالمین نے
وحید العصر منشی زمانہ
حبیب اسد تارک مولوی نے
مرے استاد سابق تھے یہ دونوں
یہ فرمائی تھی شفقت سے وصیت
وہ شاہنشاہ تسلیم سخن ہے
بتائے کوئی گراں کہیں ہے
یہ شہرت ہے جو میری شاعری کی
وہ الحق رہنا ہے شاعران ہے
خدا نے نام نیک اُسکو دیا ہے
بعلم و فضل و دین نہ دیگا نہ
سلطوت غیرت غفور و قیصر
بڑا کلب علیخان بہا
ہو بان بھو وہ امام اتقیہ ہے

جناب شمس و جا لکھنوی نے
سیح و ہر نقبہ اطہان نے
انہیں ہے اسکی اُستادی بن کچھ شک
علاوہ اسکے مدوح زمیں نے
یاقوت جکو ہے ہر فن میں پوری
و فیقہ سیح و متاق و حسن نے
شاعران رسول محترم نے
جناب سالم و گیوان مغفور
جناب غزم عالی مرتبہ نے
مرے علم تحفہ نیک انجام
تھے فن شاعری میں بھی یگانہ
یہ دونوں شاہ آبادی ہیں اُستاد
بڑے لائق و فائق تھے یہ دونوں
ہمارے قول پر کرنا عمل تو
وہ غرمتہ شیخان کہیں ہے
ہو امین سال سولہ گزے کال
غلامی کا یہ صدقہ ہے اُسی کی
امیر احمد کا شہرہ ہے جہان میں
بڑا شاگرد ایک اُسکو دیا ہے
سکندر دولت و دارا حکومت
بختم فخر دارا و سکندر
ہو اب رونق فخر خلد برین میں
کہ مقبول جناب کہہ دیا ہے

جناب جس نے جو محنت ہے
ارسطور اے عیسیٰ زمانہ نے
یہ شاعر بھی بڑا ذی مرتبہ ہے
غلام احمد شاہ و سخن نے
جناب حضرت اکرام عالی
جناب آفندہ شیریں سخن نے
کرم ہر شخص پر ہے عام اٹکا
یہ دونوں تھے بڑے استاد و مشہور
جناب قبلہ دنیا و دین نے
کہ تھے منصب علیخان خلد آرا
علی بانجھف ال بنی نے
انھوں نے اب کیا جنت کو آباد
انھیں و دونوں نے مجھے وقت پر
امیر احمد کو کھانا غنزل تو
کوئی اُستاد اب ایسا نہیں ہے
غلامان امیر احمد میں ظل
وہ بینک پیشو اے شاعران ہے
خفیمت ہے وہ اب ہندستان میں
امیر الملک نواب زمانہ
فریدون مرثیہ مجید رشت
وہ تھا بھر شرف کلب بہادر
جو ارجمتہ للعالمین میں
وہ فرزند دن میں ہے شاہ شام

جناب قیصر ہند وستان کے
 رئیس ایسے کہیں پیدا ہوئے ہیں
 تھا دربار اُنکے جو تھا مخزن علم
 وہ دریا کے سخا پر کرم تھے
 ہوئے و دوس کو وہ بھی روانہ
 خداوند اُسے عمر بخشے
 تو اُس اُستاد کا تہہ ہو کیسا
 تجھے داد سخن دی ان سبھوں نے
 حو و نکتہ چین سے کیا ہو مطلب
 ہوا پر محو سے کچھ نفرت نہ ہوئی
 و گر نہ عیب کو میرے چھا دین
 و عا کر اب جناب کبریا میں
 خدا سے الگ جو کچھ مانگتا ہو
 خداوند بحق احد پاک
 بھی سچا یار ان تمییز
 رہے آباد اُسکا کارخانہ
 دور دولت پر جو اُسکے نہیں ہو
 بیان کیا اُنکی ہر داد و دہش کا
 ہی زور ریزی میں مثل ابر باران
 رفقاء خلق پر اُسکا لطف نہ ہو
 کہ جسے دین و دنیا کے بھلا ہیں
 ہزاروں آدمی نوکر ہیں اُسکے
 جو کچھ نصیب لگے اُنکی کم ہو

سخاوت اُس نے حاتم کی بھلا دی
 نہیں ایسے نہیں پیدا ہوئے ہیں
 و لیعد بہا در نیک انجاس
 اسی مرحوم کے وہ ہم قدم تھے
 جگہ پر اُنکی اب پوتا ہو اُسکا
 می مقصد سے اُسکا جام بھرے
 عرض یہ نکتہ سخیاں گرامی
 مری تعریف ہو کی ان سبھوں نے
 جو منصف ہیں مجھے وہ داد دینگے
 اُنھیں سے عرض ہو جو ہیں سنگو
 بس اب مادہ یہ قصہ مختصر کر
 بڑی دست ہو درگاہ خدا میں
 کہ وہ حاجت روا کے بندگان ہو
 کہ جبکی شان میں نازل ہو لولاک
 مرے آفا کی جو شہمت زیادہ
 موافق اُس سے ہو ہر دم زمانہ
 ہر لکھ و بیلک کہ وہ قدر دان ہو
 سچی و بچھا نہیں ایسی منش کا
 جو مجمع اُسکے در پر عالمون کا
 اوجہ را اُنکی توجہ بہیشتر ہو
 ہر اک مطیع نے وہ پائی جو نیت
 بہت ذی آبر و در پر ہیں اُسکے
 خدا رکھے اُسے آباد و دستاثر

شجاعت اُسے رستم کی بھلا دی
 در دولت تھا اُسکا معدن علم
 تھے مشتاق عیلمان خدا رام
 عجب دنیا کا کچھ ہو کا رحنا
 بلند ہی پر بہت رتبہ ہو اُسکا
 لے جبکو بھلا شاگرد اب
 لکھے ہیں جنکے میں نے نام نامی
 اُنھیں کی داد سے میرا ہو مطلب
 حد کی آگ میں چاند جلیں گے
 بکا لطف سے اُسکو بجا دین
 جو مطلب خاص ہو اُس پر نظر کر
 قبولیت کا دروازہ کھلا دی
 معین عاجزان و میکیان ہو
 بحق الہیت پاک و اطمین
 سرور و عمر و دولت ہو زیادہ
 وہ ایسا کون کا مل کہیں ہو
 شریف القوم و عالیا خاندان ہو
 ہمیشہ اُسکا دست گو ہر افتان
 ہر اک علم و ہنر کے کا ملون کا
 مطاع اُسے وہ جاری کیے ہیں
 کہ چلا رب رشک باخ جنت
 غرض حاد ضنبت اُسکا دم ہو
 مع جملہ عزیزان شاد و اطمین

هوا خا چون کویکے ہو سرت رہے حامد کا یارب نام باقی کسی نے ایسی دیکھی الف لیله بقول منشی شاہان مغفور یہاں ہے اب وہ تاریکین کلمہ ہیں	حد کو کوسکے چو خاوری و ذلت ہر صورت میں جا منتخبر ہوں چھٹی تو جیسی ابکی الف لیله نقد فی اسباب حد و پری ہوں قطعات تاریکات طبع سابق	رہے چپک کہ دو در جام ساقی شاہان امیر نامور ہوں خزدار اسکو لیکر اب ہوں سردار اب اس ہر کے گاہک شری ہوں ہو بعض اجاب نے تصنیف کی بہن
قطعہ تاریخ طبع از او سادہ مسلم البتوت امیر الشعر اقلہ و کعبہ حضرت مفتی مولوی منشی امیر احمد صاحب امیر پٹانای مرحوم استاد مولف الف لیله ہذا		
ہوا کیا حامد علی کے الف لیله کو رنگا حسب فرمائش کہا یہ مصرعہ تاریخ امیر	حسن ہیں اب ہو گئی شیریں نقالی ادا جان شیریں تاریخ لیلی زیب مجلس دلربا	
قطعہ تاریخ طبع از مورخ کامل جناب منشی بھلواندیاں صاحب عاقل سلطہ العادل ایجنٹ مطبع کا پتھر		
عجیب دلکش و سوزن شد الف لیله طبع شمار کردو چو صوری و منوی عاقل بال سمت - عاقل بہر سال سمت ایضا	زدل کے ہوس دیدنش بخوار رفت گھر آئے بے دال سیر وہ صد ہفت کفتم - بہ گلزار بلاغت - در زبرد بنات	
ایضا عیسوی ۱۱۰۰		
الف لیله علیا شد طبع با طرز جدید کرد عاقل از برای سال تاریکین رستم	ہایقین زیبایش یزیدت بارین قصہ داستان است افزا بخت آئین قصہ	
تاریخ طبع بصنعت عجیب از زبدۃ الشعر احمد یعقوب علیخان صاحب نصف لغوی تلید حضرت امانت مرحوم		
از شفق من جاد شد طبع کتساب نو در مہل بھری من جسم بہ بھی سال ہو مصرعہ ایک آمد از طبع روان ہر دو	گردیدہ پے خلوت محبوب دل آویز بنمود رقم نصرت - تاریخ گہر آئین تحریر محین آرا - نعت پر خوشا گل یز	
تاریخ طبع از عارف با صد حضرت شاہ محمد عزیز اللہ صاحب المدح حضرت منشی محمد ولایت علیخان صاحب عزیز رئیس صغی پور -		
چو حامد علی خان حامد نوشت	کتابے در آرد کہ حیدر آتش زین	

عسکری از ششیم تاریخ طبع	خوشا الف لیله که مطبوع عین
تاریخ طبع بمقطوعه از طبع نقاد و ابلیغ الباعا حفظ غلام علیخان صاحب حافظه رئیس	شاه آباد ضلع هرودی نیکه
چون چشم من جامه علیخان	نموده الف لیله را عزیزین
ازین هم در جهان یارب زیاده	بودت ایف اوزیب فرین
بنقطه از راس سال طبعین	که نمود این بچشم با سزین
بجایه رسم زد کلاک حافظ	که تصنیفش خود دست سزین
تاریخ طبع بمقطوعه از عزیز از جهان محمد ظهور احمد خان ظهور طالعمره خلف غلام جیلانی خالصه	رئیس شاه آباد ضلع هرودی
بفضل جت ماوند کون و مکان	غلام خنکو در آمد به طبع
قسم زد بمقطوعه سلسله ظهور	نوشته از جبهه کو در آمد طبع
تاریخات طبع از ترجمه بیان آتش زبان عالیجناب کپتان غلام احمد خان صاحب احمد	تکلیف از حضرت عروج کلمه نوی
خوب فیس الف لیله کرد	مشفق و مهربان و محسن
بهر تاریخ صبح اتم گفت	زرب مجلس طلسم منکر و سخن
بار دیگر الف لیله کا جبهه پنجه چپا	ایضا
احمد مخزون نے لکھی طبع کی تاریخ یہ	جس نے لکھا اسکو بولام جی احمد جی
	نیل محل نشین اہل وفا شیرین ادا
	ایضا
صنف اسکین زقید روزی شان	جناب مولوی حسام علیخان
یک کلمہ در طبع کی تاریخ احمد	گلستان فصاحت جوئیان
	ایضا
سب اپنا خوشنما اور خوب و زیبا	جو حسن الف لیله کا مستبشا

پر اسے طبع احمد لکھو یہ تاریخ	پرتوی دشن ورتیک عالم آرا	
تاریخ طبع از فردوسی زمان مقتدا می سخور ان جناب فشی سید فضل حسین صاحب ادیب تلمیذ ارشد استاد و استاد لاسانہ حضرت اسیر محمد اسد اللہ پور		
مردی حامد غبہ سیر اسکی استاد و سنین کچھ شک الف لیلہ کتاب نامہ کو ہوئی عالمین جھیکے بن مطبوع طرز تحریر سبب سبب مین نے تاریخ طبع کی کی فکر	شعر گوئی کے فن میں کامل جس کی کو ہوشانہ جاہل کتاب تصنیف میں جو شامل جسکو دیکھو وہ اسے مال حسن بندش شامل بیدل کہہ فن بھی ادیب مشکل	جتنے فن جو چنان بن اعلیٰ اسکا استاد و سنین شمار کئے اس طرح سے کیا ترسیم کل عبارت کلمی سلیس زمین الغرض جہاں کی کتاب جہاں پرچھے گر کوئی اسکا کیا بدل
تاریخ طبع از نبیہ کلیم و مرزا فخر شعر اجناب آغا حسین مرزا صاحب، تلمیذ اسیر		
جو قصائید کو تعداد الف لیلہ سن اسکے بے شمار کار و چہر	بہر فکر حامد علی خان لکھو یہ الف لیلہ کی انتخاب	انے جلوہ سے زیر طبع آئے سن اسکے بے شمار کار و چہر
تاریخ طبع از بجز لطافت جناب سید عباس حسن صاحب فصاحت خلف و تلمیذ حضرت مانس جوم		
جو کہیں کہہ دست بہن حامد سیان کا بنور ترجمہ اس قصہ کا ایسا انھوں نے ہو گیا ای فصاحت و فراہش اگر ہو فکر سال	شاعر شیرین زبان خوش فکر و خوش خلق و ذکی جنے دیکھا اک نظر بیانہ معریت کی کہ قصہ روح لیلہ الف لیلہ پر ہوئی	
تاریخ طبع از سخور کامل جناب سید محمد عسکری صاحب تلمیذ رشید حضرت لطافت مرحوم		
خوشامد علیخان کہ فضلش عجائب کز جوش صفحہ بیاض غارہ ز شاو جوج چو آراستہ امین باغ گلش	بہر اب فصاحت بہت عالی روان صحت بہاوی بیشالی سوادش شائد زلف بیالی بفیض باغبان لایزال بہر بر و مینہ بسمل شمر کرد	بہر زمانہ گفتند الف لیلہ سطوش غیرت گیسوی سبیل مضمون از بڑی حسینان پے تاریخ طبعش در سہمی چہرہ گلہ سبب ناز گلیالی
تاریخ طبع از فخر زمین سید باقر حسن عرف اچھے صاحب شہرت خلف حضرت لطافت		

مغفور و تلمیذ حضرت فصاحت		
شاعر و بین جناب حامد	الباقی نظم سخنوران بین	لکھی ہو خوب الف لیلہ
تقریباً مکی بیان کرے کیا	انکاب نطق ہو زبان بین	صنعت کی فکر ہو جو شہرت
	لکھ نہرو بینہ بین تاریخ	اب یہ پیش ہو جهان بین
تاریخ طبع از سر و فر سخنوران جناب پندت شیونامہ صاحب کیفیت تحصیلہ از ضلع اودناؤ و مالک گلہ ستہ کیفیت		
مولوی حامد علی خان کا کلام	کیف ہو کعبہ اسرار عشق	داستان ایسی انھوں نے یہ لکھی
جس سے ہو سنا یا انھار عشق	فکر ہو کر طبع کی تاریخ کی	کیف لکھو۔ داستان معیار عشق
تاریخ طبع از یگانہ آفاق مولانا مومن سجاد صاحب مشاق خلف حضرت مولانا غلام سجاد مغفور و تلمیذ ارشد حضرت رانعام محقق کا پوری		
حضرت حامد جو بین صاحب علم و ہنر	الف لیلہ کو کیا ہو انھوں نے مختصر	
اختصار اسطورہ کا جس سے کہ چوبی برہم	انحصار ایا کہ ہون جس سے خوش اہل نظر	
سحر ہو داستان صاف اردو بین بیان	مستند ہو گز زبان تو عبارت معتبر	
خوبی ترتیب کے دلکش ایو عشاق ہو	نظم اپنے طرز پر نشر اپنے طور پر	
انکا بطول شائع کی تاریخ اب	لکھے چیدہ قصہ بین علیہ قصہ مختصر	
تاریخ طبع از سخنور شیرین مقال میر احمد علی صاحب اظہار لیلہ اللہ تعالیٰ تلمیذ حضرت محقق مدد علی		
زکام حضرت حامد علیکہ تشریح	گہز غفت در ثریا برو نشر اشار نشود	
اوشتم از پے تاریخ طبع ادا ظہر	پند عاشق و معشوق الف لیلہ بود	
تاریخ طبع از سخنور بنیظیر جناب منشی سید محمد حسین صاحب تاثیر آلہ ابادی افشرہ نویس کا پوری تلمیذ حضرت مشاق یگانہ آفاق		
جناب مولوی حامد علی خان	در معنی ہر سبک شرح و ہفت	
از انقہ جہتمش تاریخ تائیسر	ہمارا الف لیلہ با خود شش گفت	
تاریخ طبع از نور بصیر محمد ناظم حسین مدعسر و خلف اکبر حضرت مؤلف کتاب ہذا		

الکلی میرے والدہ الف لیلا	عیان جس سے ہوا کی کیا کیا یافت
سن طبع منقہ طبعین تم بھی ناظم	لکھ - ایزیت و عشق و رحمت
تاریخ طبع از منشی محمد احسان علی خان صاحب احسان شاہ جہا پوری قلیذ جناب صلال	
کلام حضرت حار علی خان	بے روم حسینان ست خانہ
اگر پرستہ کے احسان سن طبع	جو طبع زہرا عشق تازہ
تاریخ طبع از جناب فاضلی محمد فصیح الدین صاحب فصیح ڈپٹی محکمہ نمرنگا کا پتہ	
الف لیلا لکھت مولانا	گشت انکوں بس بلخ و بس سیح
طبع ماگفتہ برائے سال طبع	انجواب حامد اعجاز نسیم
تاریخ طبع از منشی محمد احمد حسین خان فصیح احمد ظف جانیظ غلام علی خان فصیح احمد روح احمد	
رہیں شاہ آباد	
یون عثمانی کی جو چاہتے کیے لیکن	مین ہی اسکے کو نگا کہ یہ من عہد ہو
خاک حضرت تادم کے سخن کو کوئی	پوچھے کیسا کہ کون مشفق من عہد ہو
حسن بندش و بھج ب مضامین بھج	طرز تحریر بھی احمد ہمہ من عہد ہو
حرف منقہ طبعین لکھ سال سچی اسکا	کیا ہی - حضرت حامد کا سخن عہد ہو
تاریخ طبع از منشی غور شہید علی خان غور شہید قلیذ مولف الف لیلا ہذا	
مطلع غور شہید غور شہید ہو	حضرت استاد کا کلام
سال تیسری اسکا کو منقہ طبعین	اب بھی استاد اعظم کا کلام
تاریخ طبع از مخدوم نامی مولوی حسن جان خان صاحب حسن سہامی	
کل کردہ مدد مسرت افزا ہے	از حد شاعر لطافت پیرا ہے
کفایت حسن برائے سال طبعین	طوفان مشائے بہت مجلس آرا ہے
تاریخ طبع از مخدوم نامی میرا کر ام علی صاحب لکرامی مختار عدالت فوجداری کا پتہ	
چہ رنگ داد و بخ الف لیلا را طبع	اوشا بہار سرور و خوشاخصاے فرج
جو طبع گشتہ در این داستان تازہ و طبع	دوست حامد اگر ام - باغماے فرج

تاریخ طبع بزر و بینات از سنخو رغانی و تیار فشی من بوین الا صاحب سرشار محاسب مطبع	نوش از متانت طبع رسا رسیده
جناب مولوی حامد الف لیله طبع شد	نمودن کرد و زبرد و بینت سرشار
سرورین غیب عجایب هزار و شان گفت	تاریخ طبع از اجله الکمل البیب کیا طیب حادق جناب عظیم صادق مرزا صاحب صادق
دشت انان و نجیب و مرغوب	جناب مولوی حامد علی خان
ایک - زیبا و لارام و خوش اسلوب	پس تاریخ سال طبع صادق
تاریخ طبع از سنخو رعدیم نظیر فشی نظیر خان صاحب نظیر لید حضرت حسن سهرابی	بهتر از حایطینان طبع شد
الف لیله بن نظیر اکنون نظیر	لحم غیبی پس تاریخ طبع
گفت از من - دلکش و دلپذیر	تاریخ طبع از سنخو رباکال فشی خدابخش صاحب خادم کاتب طبع هذا
دو سر با خندان حسن جمال	مولوی حامد علی خان کی پیشه
داستان فرست فراز و پستی مثال	کلمه و خادم تمام سال عیسوی
تاریخ طبع از فشی مجید علی صاحب امجد میره و اکثر مجموع بخش صاحب رئیس انا و	نجمه اسکواب قصه کمانی
یاب تحفه برنا و در نشان در	مجموع سال اسکا کلمه و مجید
عجب نقی برنا و در نشان در	تاریخ طبع طبع از مولف کتاب هذا صنعت زبرد و بینات
طبع گردید الف لیله خوب	از عنایات حنان کوین
گو - زبانی قصه نگو مرغوب	حامد از زبرد و بینات بال
خاتمه الطبع از کار برد ازان مطبع	
سخن گستران دیده و در او وید و در آن سخن آور چکه دل و دماغ میزان سخن سخن چکه طبع سخن و در دوا هر سخن گنج بهین خوب جاسته بین که سخن کا موقع کمین در از به نای کمین مختصر کلام کا طویل و اختصار آن و دون بین هر یک کسی مقام پر عیب متجاها نای کمین هنر ادراسی لحاظ سے بعضی مواقع بین خسته کلام مقل و دل کا اشاره مناسب حال طراز عنوان سخن موجب آزاری	

اور بعض مقامات میں ان میں البیان لکھا کہ ایسا ہے قیل وقال سرخا نریمان سخن - اس میں کچھ شک نہیں کہ بیان جاوید ہے - اور جاوید بھی وہ جاوید جو آن کی آن میں کبھی اعلیٰ سے اعلیٰ دل و دماغ دلہ ہر شہند و نکو دیوانہ کے سین میں چکر زخود رفتہ بنا دیتا ہے کبھی اپنی خودی سے گدگدے ہوئے مہوش دیوانہ کو مہوش اور ہوشیاری کا جاسہ بچھا دیتا ہے کبھی کسی افسردہ دل کی نظر و غمیں برسوں کی افسردگی اور افسردہ جانی کا سامان ایک جلد سے دم کے دم میں ٹکھنسی اور رضعات سے یون بدلتا ہے جیسے نیم ہار کے ایک جھوٹے سے خزان ہر باغ کے خوشبوئی حاتم سرسبز اور گلشن سے بیک بیان ہی ایسا جاوید ہے جس کے اثر سے کوئی شخص سستی نہیں - بیان ہی ایسا جاوید ہے جس کے سننے کے بعد اسکے اثر سے محفوظ رہنے کا کوئی چارہ نہیں -

عموماً ایسے شائقین سخن و دوست جن کے ذائقہ قصہ پسند اور شعر و سخن آشنا ہیں اور نیز وہ شائق جو خاص خاص قصص و تہذیب و تمدن کے مطالعہ کا حاصل مولانا روم کا یہ شعر کہ

خوشتر آن باشد کہ سر و لبسہ ان	گفتہ آید در حدیث دیگران
-------------------------------	-------------------------

ہر نظر و فکر اندر زوضاحت اور تہذیب اخلاق جانتے ہیں ایسے شائقین اگر اس گزارش کو معمولی مبالغہ و نشاط ازلی کے حکم میں داخل نہ سمجھیں گے تو اس ریلے کی تصدیق کریں گے کہ قصہ الف لیلہ اور اس کی نشر و ترویج کی سلاست مذکورہ بالا بیان کے قبیل سے ضرور کسی نہ کسی درجہ کا بیان اور مذکورہ بالا اوصاف کے قصوں میں ایک درجہ خاص تک پہنچ کر ہر شخص قصہ پر اسکی دلآویزی و لذت و لذائذ کی نسبت یہ دلیل کافی ہے کہ اس قدر سردی بازار شعر و سخن کے زمانہ میں بھی تین بار عالم تربت جناب منشی نوکشور کے زمانہ میں اور بعد کے دو بار عالی ہمت والا نعمت بابو پرگنہ نرائن صاحب زبیر حتم مالک مطبع منشی نوکشور لکھنؤ کی توجہ سے طبع و شائع ہو چکا - یہاں تک کہ بلحاظ کثرت شائقین اب پھر چھٹی مرتبہ اب صاحب مہمن کی توجہ سے طبع ہوئی ہے کہی نو تالیف

یاری طبع سال گذشتہ الف لیلہ اردو ازید جلال اندر ابی اکبر محلی عفی اللہ عنہ

ایہا ہی دیکھش قصہ کیسا دلربا و فانی ہے	چھتے ہی شائق جب کا اک زمانہ ہو گیا
مصرح تاریخ طبع نو یہ طبع نے لکھا	طبع نے تازہ پھر قصہ پورانا ہو گیا

یاری طبع حال ایضاً - ازید جلال اندر ابی اکبر محلی عفی اللہ عنہ

تمام قصوں میں جب کا نہیں زید و طیب	یہی وہ قصہ ہے کہ تین یون خرد پرور
یونی البدیہہ ہر جہری میں سال طبع جدید	پھر الف لیلہ یہ کیا ہی چھپی صفنا گستر

